

سلسلہ مطبوعات انجمن ترقی اردو نمبر ۴۲

تذکرہ ہندی

تالیف

غلام سہدائی مصحفی

مترجم

مولوی عبدالحق صاحب بی، اے (علیگ) معتمد اعزازی
انجمن ترقی اردو۔ اوزنگ آباد (دکن)

جامعہ برقی پریس دہلی

فہرست

مقدمہ نوشتہ مولوی عبدالحق صاحب صفحہ الف تا ن

۲۸	آشفقہ (دھوئے خاں)	۲	آریا چہ مولف
۲۸	افسر		حرف (الف)
۲۹	اوباش	۴	آفتاب
۳۰	الہام	۵	آصف
	حرف (ب) و (پ)	۶	آہرو
۳۱	بیدار	۹	اتر
۳۶	بیان	۱۲	الم
۴۰	بتیا	۱۳	امیر
۴۱	بتیا (شاگرد قائم)	۱۵	امجد
۴۱	سے خان	۱۶	اسد
۴۱	سے باک	۱۷	آج
۴۳	بقا	۱۸	اشفقہ (مرزا صیقلی)
۴۵	رق	۱۹	امین
۴۵	پروانہ (پروانہ علی شاہ)	۲۰	السوس
۴۶	یروانہ (جوت سکھ)	۲۱	احقر
۴۶	لتیر	۲۳	اکر
	حرف (ت)	۲۳	انشاء
۴۶	تاں	۲۵	اختر

قواعد و ضوابط انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن

- ۱۔ سرپرست وہ ہوں گے جو یا پھر اوروپے نمکشت یا پانچ سو روپے سالانہ انجمن کو عطا فرمائیں۔ (ان کو تمام مطبوعات انجمن بلا قیمت اعلیٰ قسم کی حلد کے ساتھ پیش کیا جائیں گی)
- ۲۔ معاون وہ ہوں گے جو ایک ہزار روپے نمکشت یا سالانہ سو روپے عطا فرمائیں گے (انجمن کی تمام مطبوعات ان کو بلا قیمت دی جائیں گی)
- ۳۔ رکن مددگار وہ ہوں گے جو اڑھائی سو روپے نمکشت عطا فرمائیں گے (ان کو تمام مطبوعات انجمن نصف قیمت پر دی جائیں گی)
- ۴۔ رکن معمولی انجمن کی مطبوعات کے مستقل خریدار ہوں گے جو اس بات کی اجازت دیں گے کہ انجمن کی مطبوعات طبع ہوتے ہی بغیر دریافت کئے بدریغ قیمت طلب یا رسل ان کی خدمت میں بھیج دی جائیں (ان صاحبوں کو تمام مطبوعات انجمن فی صدی قیمت کم کر کے دی جائیں گی) مطبوعات میں انجمن کے رسالے بھی شامل ہیں۔
- ۵۔ انجمن کی تائیں اکتب طے) وہ ہیں جو انجمن کو نمکشت سو سو روپے یا بارہ روپے سالانہ دیں (انجمن ان کو ایسی مطبوعات نصف قیمت پر دے گی)

انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن

ایسے اُن مہربان معاونین کی ایک فہرست مرتب کر رہی ہیں جو اس بات کی عام اجازت دیں آئندہ کتاب انجمن سے تعلق ہو وہ میراں سے دریافت کئے یا رہوتے ہی ان کی خدمت میں مندا دی لی روانہ کر دیا کرے۔ یہ اصحاب انجمن کے رکن ہوں گے ان کے اساتذہ گرامی فہرست میں درج کئے جائیں گے اور انجمن سے حوالی کتاب تعلق ہوگی فوراً بغیر دریافت کئے روانہ کر دیا کرے گی۔

ہمیں امید ہے کہ ہمارے وہ معاونین جو اردو کی ترقی کے دل سے بہی خواہ ہیں اس اعانہ کے لیے سے دینے فرمائیں گے ان معادین کی خدمت میں کل کتابیں جو آئندہ تعلق ہوں گی وقتاً جو تھائی قیمت کم کر کے روانہ ہوں گی۔

المشہر۔ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن

۱۳۶	تشر	۱۰۴	رفاقت
۱۳۶	شکوه	۱۰۵	رضا (میرزا علی)
۱۳۷	شائق	۱۰۶	رد
۱۳۸	شهید	۱۰۷	رسوا
۱۳۸	شهرت		حرف (ز)
۱۳۹	شوق	۱۰۸	زار (میرحیون)
	حرف (ص)	۱۰۹	زار (میرزا علی)
۱۳۹	صفدری	۱۱۰	ربان
۱۴۰	سفا		حرف (س)
۱۴۰	صادق	۱۱۰	سائل
۱۴۱	صبا	۱۱۱	سوز
	حرف (ض)	۱۱۲	سعادت
۱۴۲	صبا	۱۱۲	سکندر
	حرف (ط)	۱۱۴	سودال
۱۴۵	طیش	۱۱۸	سهرتجز
۱۴۸	طالب	۱۲۰	سلیمان
	حرف (ع)	۱۲۵	سودا
۱۴۸	عارف	۱۳۲	سبقت
۱۴۹	غظیم (میرزا غظیم بیگ)		حرف (ش)
۱۵۱	عاقل	۱۳۴	شیدا
۱۵۱	عیش	۱۳۵	شکفته

۵۰	حزین	تخلی
۵۱	حیرت	تنہا
۵۲	حاتم	تصوّر
۵۵	خشت	تکین
۵۵	خف	تلی
	حضور	حرف (ث)
۵۹	حکیم	ثما
۵۹	حقیقت	ثاقب
	حرف (خ)	حرف (ج)
۶۰	خاکسار	جوشش
۶۰	خلق	حوش
۶۱	خلیق	جہاندار
۶۲	حرف (د)	حرأت
۶۵	درد	جولان
۶۶	داغ	جوان
	حرف (د)	حرف (ح)
۶۹	دوقی	حسن (میر حسن)
۷۱	حرف (ر)	حیران
۷۲	رضا (مرزا محمد رضا)	حسن (حاج حسن)
۷۲	رقت	حسرت
۷۷	رنگین	حمام

۲۴۲	مصنوع	۲۱۸	مجنون
۲۴۳	مرل	۲۱۹	مشتاق (عبداللہ خاں)
۲۴۳	معین	۲۲۱	نقش
۲۴۴	مقشر (مرزا علی نقی)	۲۲۲	مقتول
۲۴۵	معروف	۲۲۳	مضطر
۲۴۵	مروت	۲۲۴	مضطرب
۲۴۶	مصطفیٰ ر	۲۲۵	مرہون
	حرف (ن)	۲۲۶	ماہر
۲۵۴	نثار (میر عبدالرسول)	۲۲۶	موروں
۲۵۵	نثار (محمد امان)	۲۲۶	محزون
۲۵۸	ناجی	۲۲۸	محشر (بدایونی)
۲۵۸	نظام	۲۲۸	مست
۲۵۹	نعیم	۲۲۹	مقصود
۲۶۰	نذیم	۲۲۹	مائل (میاں محمدی)
۲۶۰	نالائ	۲۲۹	مہلت
۲۶۱	نصیر	۲۳۰	منت
۲۶۲	نجف	۲۳۱	محب
۲۶۲	نوا	۲۳۲	منظر
۲۶۲	ناور	۲۳۸	مسون
	حرف (و)	۲۴۲	محترم
۲۶۴	واقف	۲۴۲	مصدر

۱۷۹	تائیم	۱۵۲	عشقی
۱۸۷	قسمت	۱۵۲	عظیم
۱۹۰	قبول	۱۵۲	عتق
	حرف (ک)		حرف (غ)
۱۹۰	کمال	۱۵۶	غضفر
۱۹۷	کبیر	۱۵۶	عیرت
۱۹۷	کلیم	۱۵۷	علامی
	حرف (گ)		حرف (ف)
۱۹۸	گوهری	۱۵۷	فراق
۱۹۸	گرم	۱۵۸	فیس
	حرف (ل)	۱۵۹	فغان
۲۰۰	لطیف	۱۶۵	فدوی (محمد بن)
۲۰۱	لطف	۱۶۶	فدوی عظیم آبادی
	حرف (م)	۱۶۶	فدوی لاہوری
۲۰۲	مجدوب	۱۶۸	فدوی (مرزا عظیم بیگ)
۲۰۳	منظر	۱۶۹	فدا
۲۰۴	میر		حرف (ق)
۲۱۳	محبت	۱۷۵	قدرت
۲۱۵	محنت	۱۷۵	قدرت (مؤلف تذکرہ)
۲۱۶	مائل (مرزا محمد یار بیگ)	۱۷۶	قیس
۲۱۷	مشاق (عنایت اللہ)	۱۷۷	قدرت (شاہ قدرت اللہ)

مقدمہ

اُردو شاعری کا ستارہ اُس وقت چمکا جب کہ سلطنت مغلیہ کا آفتاب اقبال گہنارا تھا۔ رفتہ رفتہ شاعری ایک پتہ ہو گئی اور اُس عہد کے مالکالمتور اپنے متاعِ مہر کو درمدر لے بھرتے تھے کہ شاید کوئی قدردان مل جائے۔ مصلیٰ اس سب میں زیادہ مدغیب تھا۔

نام غلام بہانی ولد ولی محمد اس درویش محمد مصحفی تخلص، وطن امر وہہ اور مولد اکبر نور۔ مولانا حسرت موہانی نے اسے تذکرے میں سنہ ۱۲۶۸ھ لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ مصلیٰ اپنے تذکرہ ریاض الفصحا میں ایسے حالات کے آخر میں لکھتے ہیں کہ اب وقت میری عمر ۷۷ برس کی ہے۔ یہ تذکرہ ۱۲۶۸ھ میں شروع ہوا اور ۱۲۷۳ھ میں اختتام کو پہنچا۔ اس حساب سے اُس کی پیدائش ۱۲۰۱ھ اور ۱۲۰۲ھ کے درمیان واقع ہوتی ہے۔

ابتدائی تعلیم کتب میں امر وہہ ہی میں ہوئی اس کا ستارہ انھوں نے سید محمد زمان زمان تخلص ساکن امر وہہ کے حال میں کیا ہے۔ اسی ضمن میں اسے استاد کا بھی ذکر کر گئے ہیں لیکن نام نہیں لکھا۔ اہل تعلیم دلی میں ہوئی چنانچہ ریاض الفصحا میں لکھتے ہیں کہ فارسی اور اُس کی نظم و نثر کی تکمیل تیس سال کی عمر میں شاہجہاں آباد میں ہوئی۔ جس دنوں میں علاؤ الدین ہو کر اس دیار میں تازہ تازہ پہچا تو علم عربی یعنی طبعیات، الہیات اور ریاضی مولوی مستقیم ساکن گواہا سوشاگر دہلی کا درس خواجہ تاش مولوی سید عالم العلماء سے حاصل کیا اور بعد ازیں اور صدر ایڑھا۔ قانوجیہ کا درس مولوی مظہر علی سے لیا جو صرف و نحو میں ابانظیر نہ رکھتے تھے۔ آخر میں عربی ادب اور تفسیر

(۱) تذکرہ ہندی گویاں صفحہ ۲۴۷۔

(۲) تذکرہ میر حسن صفحہ ۱۹۔

(۳) تذکرہ ہندی گویاں صفحہ ۱۱۔ سیر و کھوض صفحہ ۲۲۷ حال محضوں و صفحہ ۱۳۸۔ حال تہجد۔ (تذکرہ ہندی گویاں)

۲۴۸	یکزنگ	۲۴۵	و حشت
۲۴۸	کیر و	۲۴۷	ولا
	تذکره شاعرات	۲۴۶	دہم
۲۴۹	دولہن نیگم		حرف (۵)
۲۴۹	جینا نیگم	۲۴۷	پاری
۲۴۹	گنا نیگم	۲۷	انہی
۲۸۰	زینت	۲۷	ہاتف
۲۸۱	موتی	۲۷۱	ہدایت
۲۸۲	حالتہ	۲۷۲	ہوت
۲۸۲	قطعات تارخ		حرف (۱)
۲۸۳	ترقیہ	۲۷۵	یقین

دلی کے قیام کے ذکر میں جو چند جملے صماً اُن کی قلم سے نکل گئے ہیں اس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ میر حسن کا یہ خیال صحیح ہے کہ اُس زمانے میں اُن کی گزراں تجارت ہی یہ تھی لکھتے ہیں ۱۔

”میں شاہجہاں آباد میں مارہ سال تک دو روپا نصف حاکم میں گزشتہ عرلت

میں رہا ۔ اور اس اوقات میری کے زمانے میں تلاتر معاش کے کو

کسی کے دروازے پر نہیں گیا“

اس سے قیاس ہوتا ہے کہ دلی میں وہ اپنی معاش اپنے دست و بازو سے کماتے تھے

اور کسی کے دست نہ کرتے۔

اگرچہ قبول خود وہ دہلی میں مارہ سال تک عرلت گریں رہے لیکن اس پر بھی متاع و دل کی شرکت، شعر و شاعری کا چرچا برابر جاری رہا اور خود بھی ایسے ہاں متاع سے ترتیب دیتے رہے اور اُس وقت بھی اُن کی شاعری اس درجے کی تھی جاتی تھی کہ لوگ اُن کے شعر سننے کے لئے اُن کے مکاں پر حاضر ہوتے تھے“

دلی کا رنگ بدلا ہوا تھا، حالات نامساعد تھے، مسراوقات کے ذرائع تنگ ہو رہے تھے، ناجار اپنے دوسرے معصروں کی طرح دل پر تھیر رکھ کر دلی کو حیرا دکھا اور وادعی غرت میں قدم رکھا دلی کی حالت اُس وقت کیسی ہی ہو، اُس کا چھوڑنا کچھ آسان نہ تھا۔ وٹن تو حیر سب ہی کو عزیز ہوتا ہے مگر اس میں کچھ ایسی کشش تھی کہ ماہر سے بھی جو لوگ دہاں آگئے تھے انھیں وہ وطن سے زیادہ عزیز ہو جاتی تھی۔ پیٹ بڑا ظالم ہے اُس کی خاطر یہ معارف تھی گوارا کرنی پڑی لکس مرتے دم تک اس کا داغ دل سے نہ مٹا اور جب تک رہے اور جہاں رہے اُس کی صحبتوں اور خوشیوں پر مٹے رہے۔ اسی

۱) تذکرہ ہندی گویاں صفحہ ۲۴۷

۲) تذکرہ ہندی گویاں حال اسد صفحہ ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳

قرآن مجید کا مطالعہ کیا۔ لکھتے ہیں کہ عربی سے نا املد ہونے کا نقص تھا وہ میں نے اس تہر میں
بیج کر فسخ کر دیا۔ دوسرا نقص علم عروض و قافیہ کی نادانیت تھی۔ اس کی تلافی بھی میں نے چند
روز میں اساتذہ کی تصایف کا مطالعہ کر کے کر لی اور خود اس فن میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام
”خلاصۃ العروض“ تھا

مصطفیٰ نے اپنے استاد کا کہیں ام نہیں بتایا اور نہ کہیں اس کا ذکر کیا ہو۔ کسی اور تذکرے
میں بھی اُس کا ام و نشان نہیں ملتا۔ اللہ صاحب ”سراپا پن“ نے اُن کے استاد کا نام اُمانی
لکھا ہے۔ لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ کون تھے، کہاں کے رہے، دے تھے اور کس قماش کے شخص تھے۔
اس سب سے تذکرہ نویسوں کا اتفاق ہے کہ استاد نے شباب ہی میں وہ دلی چلے آئے تھے
اور وہیں اُس کی تعلیم و تربیت ہوئی اور وہیں اُن کی شعر و شاعری چلی۔ دلی سے انھیں خاصیت
تھی، اس کا ذکر اسے تذکرہ میں جگہ جگہ سے متوق سے کرتے ہیں۔ وہاں کے شاعروں، ملانوں
اور باریاں عمریر کا ذکر حیر آپ اس تذکرے میں باجایا نہیں گئے۔

دلی کہیں ہیں جس کو رما نے میں مصطفیٰ میں ہے دالا ہوں اسی اُچڑے یار کا
یہ وہ زمانہ تھا کہ گئی گدیری حالت پر بھی دلی کا ہونا یا دلی سے مسوب ہونا یا وہاں کی بوڑ
مات، تہذیب و تماشگی اور ریادہ دلی کا توجہ بھی جاتی تھی۔ اسی باریاں تو انھوں نے اپنے بعض
حرریوں پر چوٹ کی ہے۔

بعضوں نے کہاں یہ کہ ہم اہل دلاں ہیں دلی نہیں دیکھی ہو زامداں یہ کہاں ہیں
مصطفیٰ نے اپنے برادر کوں کا بیٹہ ”نور کرمی خانہ بادشاہ“ لکھا ہے۔ لیکن جب سلطنت کے
کار و مار میں خلل واقع ہوا تو اہل کار و کار بھی درہم درہم ہو گیا۔ میر حسن اپنے تذکرے میں لکھتے
ہیں کہ اہل ہسرا و قات تجارت پر تھی۔ مصطفیٰ نے اپنے حال میں اس کا کہیں ذکر نہیں کیا لیکن

چندے میر محمد نعیم خاں کی رفاقت میں رہے۔^(۱) پھر مرزا رین العادیں عرف مرزا ایڈوسر سر تخلص درویش نواب سالار جنگ نے جو اردو شاعری کے بڑے ولدادہ تھے یہ سلسلہ شاعری اسی رفاقت نہضت میں سے لیا۔ مصحفی لکھتے ہیں کہ بڑی عرت سے بیتیں آتے تھے اور شعوبحس میں متورہ کرتے تھے جہاں سال تک یہی سنتی رہا۔^(۲) انھیں کے پاس رہے۔

دلی کے شاہزادے، شاہ عالم کے بیٹے مرزا سلیمان شکوہ اس زمانے میں لکھنؤ میں تھے صاحب عالم نے لکھنؤ کی سرزمین ریحویٹی سی دلی بارکھی تھی اور بارگھاٹ وہی قائم کر رکھا تھا۔ دلی سے جو جاتا پہلے ان کی سرکار میں اپنا ٹھکانا ڈھونڈتا۔ شعر و سخن سے دوق رکھتے تھے اور شعرا اور اہل کمال کے قدردان تھے۔ انشائیں، حرآت، سور، مصحفی وغیرہ انھیں کے دربار میں ملازم تھے یا انعام و اکرام سے سرفراز ہوتے تھے۔ بارہ سوسات آٹھ ہجری میں مصحفی ہی میر انشا اللہ کی وساطت سے اس دربار میں داخل ہوئے۔

ہم اسے درباروں میں حسد و رتک، رفاقت و عمازی اور سار و مار کی گرم مازاری ہیہیتہ رہی ہے۔ ہر منہ چڑھا مصاحب دوسرے کے اکھاڑے اور ایسے جمائے کا۔

وہ عیاریاں اور انشیریدازیاں، حرفتیں اور جدتیں کام میں لائی ہیں۔ انشائیں، حرآت اور مصحفی خواجہ تاش اور ہم بیتہ تھے۔ اول میں بڑھتے بڑھتے نسبت جنگ و جدل اور فحش اور بھلہ تک پہنچ گئے۔ وہ کہیں بڑھ چلائی ہے کہ جیا اور غیرت کی آنکھیں۔

اور بچپن طبیعت کے تھے اور اس یزدانیت اور عرصہ تاگردوں کا لشکر تھا۔ انشائی زیادتیاں گوارا نہ ہو ہنگامہ ریا ہو گیا جس کے مزے صاحب عالم اور

(۱) تذکرہ ہندی گوان صفحہ ۲۵-۲۶، تذکرہ ہندی

(۲) تذکرہ ہندی گریاں صفحہ ۱۶۱-۱۶۲، آراء سے حوالہ لکھا ہے

مقام پر ایک مات عورتاں کے قابل ہے۔ یہ لوگ جہاں جہاں گئے دشنام و آماجیم آباد و خاص کر لکھنؤ، دہلی والوں نے انہیں سر آکھوں پر ٹھاما، عزت و حرمت سے میت آئے، آسائش پہنچائی، مسافر نہیں جہاں عزیز سمجھا اور وہ خدمت کی کفریت کی کلفت دلوں سے محو ہو گئی۔ آج کل سال نہ تھا کہ کوئی ہولا کھٹکا بالکال آگیا تو سمجھے کہ عینم چڑھ آیا۔

مصحفی دلی سے آئو اور نانڈہ پہنچے۔

حسب سیکہ چھپا تو رہی کیا گلہ کی قید مسجد ہو، مدرسہ ہو، کوئی خانقاہ ہو

ٹانڈے میں نواب محمد یار شاہ امیر حلف نواب علی محمد حاں، صاحب ذوق اور قدر شاہ امیر تھے، شاعروں کا اُن کے ہاں ایسا خاصا جگہ تھا۔ مدعوئی لاہوری، میر محمد نسیم، یزداد علی شاہ، برداد، میاں عسرت حکیم کبیر، محمد قائم وغیرہ مجلس سترواح کے رونق اور دے۔ میاں مصحفی بھی شریک صحت ہونگے۔ نواب نے میر سورا اور مرزا محمد رفیع سودا کو بھی خط لکھ کر بھجا اور ایسے ہاں ملایا، وہ اُس زمانے میں مہر ہاں حاں آمد کی سرکار میں ملازم تھے، مرج آما کو چھوڑا گوارا کیا لیکن مجلس زیادہ مدت جتنے نہ پائی۔ سکر تال کی لڑائی (۱۷۵۷ء) میں نواب ضابطہ حاں کو تباہ عالم نے مریٹوں کی امداد سے اپنی تنکوت دی کہ ٹانڈے کی امارت و برہم برہم ہو گئی۔ پیارے فلک زدہ شاعروں کا دہاں کوئی ٹھکانا نہ رہا اور منتشر ہو گئے۔

مصحفی ٹانڈے سے ۱۷۵۷ء کے لگ بھگ لکھنؤ پہنچے۔ یہ نواب شجاع الدولہ کا زار تھا سوتا دہاں پہلے سے موجود تھے۔ اُن سے اور بعض متہود شعرا سے ملاقات ہوئی۔ ابھی سال بھر ہی رہے یا اُسے تھے کہ طبیعت اچاٹ ہوئی اور پھر دلی کا رخ کیا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ دہاں کوئی سرپرست، اقدردان نہ ملا اور ورکار کی کوئی صورت نہ نکلی۔ لیکن دلی میں کیا رکھا تھا، حالت پہلے سے بھی بد تھی۔ آخر تھوٹے دنوں کے بعد ہی دوبارہ لکھنؤ پہنچے۔

لکھنؤ پہنچ کر جید روز صا (لالہ کا بنجی مل، کاسیتھ سکینہ) کے ہاں قیام رہا۔ اس کے بعد

مصطفیٰ نے عمر بھی بہت پائی، پڑے اُستاد جنہوں نے اردو کی بنیادوں کو مضبوط کیا اور نئی
یو جس نے آگے چل کر بڑا نام پایا، سب کو دکھا، پرکھا اور اکثر اُن کے سامنے چل سے وفات
کا صبح منہ معلوم ہو سکا۔ تذکرہ ریاض الفضا میں جس کا سہ اقسام ۱۲۳۶ھ ہجری لکھتے ہیں کہ اس
وقت میری عمر اسی سال کی ہو، شیخ فقہ نے اسے تذکرہ میں لکھا ہے کہ آج کے مصطفیٰ کو مرے
دس سال ہوتے ہیں۔ یہ تذکرہ منسلک میں لکھا گیا، اس صاب سے اُن کا سنہ وفات ۱۲۴۰ھ
اور عمر حیران کنی سال کی۔

مصطفیٰ کے استاد ہوئے میں بنہ ہیں۔ بڑے مشاق اور بختہ گو شاعر تھے۔ آٹھ دیوان،
متعدد قصائد اور تنویاں اُن کی تصنیف سے اب تک باقی ہیں۔ علاوہ اس صحیح کلام کے شعرا کے
میں تذکرے بھی اُن کی بڑی یادگار ہیں جو اتنا گننامی میں پڑے ہوئے تھے۔
سب سے پہلا تذکرہ فارسی گو شعرا کا ہے جس کا نام عقد تریا ہے۔ اس میں تین قسم کے شعرا
کا ذکر ہے۔ اول شعراء ایران و ہندوستان میں کبھی نہیں آئے۔ دوسرے وہ شعراء ہیں
جو ہندوستان آئے۔ تیسرے ہندوستانی فارسی گو شاعر دوسرا تذکرہ اردو کہنے والے شاعر گو
تیسرے تذکرے کا نام ریاض الفضا ہے۔ اس تذکرے کی ضرورت یوں پیش آئی کہ جن لوگوں کے نام
پہلے تذکرے میں لکھے سے رہ گئے تھے اُن کا ذکر اس میں کیا گیا ہے۔

اس قسم میں تذکرہ نمبر چوبیس تذکرہ ہندی اس پر، باقی دو کو اُس کا مکملہ سمجھنا چاہئے
یہ تذکرہ جیسا کہ خود مصطفیٰ نے لکھا ہے۔ میر حسن خلیق حلف میر حسن کی فراموشی سے تحریر میں آیا اور عہد
دردس آرا مگاہ (محمد شاہ بادشاہ) سے شاہ عالم بادشاہ کے زمانے تک کے شعرا کا حال درج
ہے بعض مقدم شعرا کے حالات پیش لکھ دے گئے ہیں لیکن زیادہ تر اس میں معاصرین کی
ذکر ہے۔^(۱)

مصطفیٰ کا زمانہ معمولی نہیں تھا۔ یہ اردو زبان کی ترقی و فروغ کا نہایت ممتاز دور ہے۔

ہاتھ آگئی۔ تجزیہ ہوا کہ انشا اپنی طراری، تیری اور سرسج سے باری لے گئے۔ اور مصحفی کو نصیب ہوئی۔ صاحبِ عالم کی نظریں اس کی طرف سے پھر گئیں، تنخواہ میں بھی تخفیف ہوئی اور آخر میں قطعِ تعلق کر کے حانہ نشہ ہو گئے۔ اسی تنخواہ کا ذکر کس حسرت سے کیا ہے۔

چالیس برس کا ہی ہے چالیس کے لائق تھا مردِ عمر کہیں و سس میں کے لائق
لے وائے کچیں کا بپاچ ہیں اپنے ہم بھی کبھی روزوں میں تھو پھیں کے لائق
اندا کا کرتے ہیں امیر اب کے مقرر ہوتا ہے جو در ماہ کہ سائیں کے لائق

مصحفی طبیعت کے بہت سیک اور مزاج و درنماں شخص تھے۔ اُس کے ہم عصر تذکرہ نویسوں نے اُس کے مزاج اور اخلاق کی بہت تعریف کی ہے اور انھیں حلیق، متواضع، مسکین و صغ، مبکین بہادور، سیرت لکھا ہے۔ وہ کبھی درباری شاعروں سے نہ لکھتے۔ لیکن جب دوسری طرف سے چھیڑ شروع ہوئی تو اُس کے جواب میں خاموش رہا ممکن نہ تھا کچھ تو شاعری کا گھنڈا کچھ درباری حالات اور اس پر شاگردوں کی شہ لے معاملہ کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔

یہ حالات اُس زمانے کی معاشرت پر دھندلی سی روشنی ڈالتے ہیں۔
مصحفی کی زندگی پریشان حالی، تنگدستی اور محسرت میں گزری۔ اگر یہ کئی امیروں کی رفقت اور صحبت رہی اور شاگرد بھی ان کے کثرت سے ہوئے جن میں بڑے بڑے لوگ بھی تھے مگر کبھی مزاج الی اور معاش کی طرف سے اطمینان نصیب نہ ہوا علی لطف صاحبِ گلشن مہند نے اُس کے احوال میں صمیمیج لکھا ہے۔

رس سے اوقات کھنویں بسر کرتا ہے ضیق معاش تو دہاں ایک مدت سے نصیب اہل کمال ہے، اسی طور پر درہم برہم اس مزید کا بھی احوال ہے، ”آخر میں یہ حال ہو گیا تھا کہ یا تو سعادتمند شاگرد اُن کی مدد کرتے تھے یا غریب بیج بیج کے انہی بسر اوقات کرتے تھے۔ اس طرح کلام کا بہت سا حصہ دوسروں کی قسمت میں آگیا۔

سے تھے کیرے اساذہ میں تائد ہی کسی کے ہوں۔ چناچہ خود فرماتے ہیں سہ
 شاگرد تازہ ارپس شاگردی رسد ایسی رجمع طاق ہوتی ہماں کہ بڑو
 اس میں سے بعضوں نے بہت نام پایا مثلاً ضمیر خلیق، رگمین، یرواہ، تنہا اور قنظر اور گرم دونوں
 اُن کے خاص اور عزیز شاگرد تھے۔ اکثر کاحال ان تذکروں میں موجود ہے۔ ان تذکروں میں اکثر
 شعرا ایسے ہیں جن سے مصحفی ذاتی طور یرواقف تھے یا اُن سے دوستیاء تعلقات تھے۔
 جن کو ہمیں جانتے تھے اُن کے متعلق صاف لکھ دیا ہے کہ میں نہیں جانتا۔

مصحفی نے ایسے تذکرے صاف اور سیدھی زبان میں لکھے ہیں، تکلف اور نصنع اور
 عبارت آرائی سے کام نہیں لیا۔ کہیں لے حاطول نہیں دیا، حوالات جس کسی کے معلوم تھے
 مختصر طور پر صاف صاف لکھ دئے ہیں۔ انھیں حالات کے صم میں کہیں کہیں اُس زمانے کی
 شعرو شاعری اور اردو ادب کے آثار چڑھاؤ کی کیفیت بھی معلوم ہو جاتی ہے مثلاً حاتم کے
 ذکر میں اُن کی زبانی ولی کے دیواں کا شاہجہاں آباد میں آنا، لوگوں میں اُس کا حیر چاہونا،
 بعض صاحبوں کا ایہام گوئی پر اردو شاعری کی بنیاد رکھنا چند سطروں میں خبری سے یاں کیا
 ہے اُسی کے ساتھ حاتم کی بزرگی، اُن کے دیوان نزادے اور جلالت اشادی کا تذکرہ بھی ہے۔
 انداز میں خوب لکھا ہے۔ دہلی اور لکھنؤ میں شاعروں کی حالت، ایسے شاعرے کا ذکر بعض ناہو
 اور معصرترا کی ملاقات کا حال حکہ حکہ لکھتے گئے ہیں۔ ایک جگہ شاعروں کے تعلق لکھا ہے کہ تجرل
 میں آیا ہے کہ ایسی مجلسیں ایک سال سے زیادہ نہیں رہنے پاتیں، ضرور کوئی نہ کوئی تفرقہ
 اور حل پیدا ہو جاتا ہے۔^{۱۱}

وہ اپنے تذکروں میں تنوع کے کلام کے متعلق رائے لکھتے ہیں لیکن اُس میں
 تنقیدی حیثیت بہت کم ہوتی ہے تاہم بعض امور شعرا کے متعلق اُن کی رائیں خاص وقعت

اگرچہ فارسی کا رواج عام تھا، مکتبوں اور مدرسوں میں فارسی کی تعلیم براہِ جاری تھی، فارسی کا پڑھا علمِ فضل ہی کے لئے نہیں بلکہ تہذیب و ثقافت کی کے لئے لازم خیال کیا جاتا تھا، لوگ فارسی شعر و سخن کے ایسی ہی دلدادہ تھے جیسے اکبر و جہانگیر کے زمانے میں۔ اس کا ایک ادنیٰ ثبوت یہ ہے کہ یہی تذکرے حواری و شعرا کے میں فارسی میں لکھے گئے۔ اس سے پہلے اور بعد بھی بہت سے تذکرے حواری و شاعروں نے لکھے گئے فارسی میں ہیں لیکن اردو زمانہ رفتہ رفتہ زور پکڑتی جاتی تھی اور مصحفی کے زمانے میں تو اس نے یہ قوت حاصل کر لی تھی کہ ہائے مستدعاثر فارسی کو چھوڑ کر اردو کی طرف مائل ہو رہے تھے۔ خود مصحفی جو فارسی میں بھی شعر کہتے تھے اور فارسی کے دو دیوان مرتب کر چکے تھے جن میں سے ایک لطیفی و مثنوی پوری کے جواب میں ہے، اپنے حال میں لکھتے ہیں: "بمقتضائے روان زمانہ آخر کار غرضاً مسردف۔" یہی گویا داستانِ برائے کیا کہ رواجِ شعر فارسی در ہندوستان بہت دیر تک کم است و ریجہ ہم فی زمانہ بایہ اعلیٰ فارسی بڑھ چکا ہے (بلکہ از وہتر گردیدہ)۔ اس سے بڑھ کر کوئی اور تمدن شہادت نہیں ہو سکتی۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس دور میں اردو کے ایسے بلند یا یہ شاعر ہوئے ہیں جن کی مددِ دولتِ اردو نے ذریعہ حاصل کیا کہ ہندوستان میں فارسی شاعری کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اردو میں لطافت و شیرینی، قوت اور وسعت پیدا کی اور اس کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔ اس کی ذمہ دار کلام کا اثر اب تک مالتی ہے اور باقی رہے گا۔

مصحفی کی حاکم سے ملے کر نصیر دہلوی تک ذاتی ملاقات تھی بعض اُن میں سے بزرگ تھے جیسے حاکم، خواجہ میر درد، میر، سودا، فغان وغیرہ بعض ہم عمر اور معاصر تھے مثلاً قائم جرن، سوز، بقا، انشا، حسرت وغیرہ، بعض نوجوان تھے اور نام بڑا کر رہے تھے جیسے آتش، اسخ، نصیر، رنگین، امنوں، طلعت، نطق، انوس وغیرہ۔ شاکر دہلوی بھی اس کثرت

ک

فارسی دالی کی تعریف کی ہڈا نشانے شنوی شیر سرچ مولانا ہار الدین آلی کی فتویٰ مان و جلوہ کے جواب میں لکھی اُس کی نسبت لکھتے ہیں ”بیا ر بصفا گفتہ و داد نصاحت رمان فارسی درودادہ“ اُن کے اُردو کلام کے متعلق یہ فقرہ لکھا ہے ”اگر یہ ہمہ کلامتس در عالم ظرافت، خالی ار کیسیتے نیت اما نیکہ از اشعار سادہ اس انتخاب فقیر افتادہ امیت“ اُن کے کلام کا انتخاب بھی بہت اچھا کیا ہے۔ انتقال کے بعد بھی انھیں یاد کیا ہے یہ

مصطفیٰ کس زندگانی پر بھلا میں شاد ہوں یا دوسے مرگ قتل و مردوں نشانے
بقائے مصطفیٰ کے دو تبارہ تعلقات تھے اور وہ اُس کے حلق و طرافت اور قناعت کی تعریف کرتے ہیں لیکن کلام کے متعلق صاف لکھ دیا ہے کہ ”در قیسیدہ یا طولی دا، د در گفتی غزل بطبی است“

آتش اُن کے شاگرد تھے، اُن کے متعلق کیا صحیح رائے دی ہے ”اگر عرض وفا کردہ و چندیں سال برہیں و تیرہ رت و فکر تیش را رائے در نین نیاید کہے اربے نظیراں روزگار نخواہد شد“

رنگین بھی اُن کے شاگرد تھے کیا خوب کہا ہے کہ ”ہر حنیہ پیداں بہرہ ار علم نداد و اما ذکاوت طبع بر صاحب علماں غالب“ رنگین نے اپنا دیوان اصلاح کے لئے پیش کیا شروع سے آخر تک دیکھ کر فرمایا ”کلامتس بسیار کم اصلاح برآمدہ“ اصل رائے یہ ہے ”چوں مرا جن عشق از افتادہ، اکثر قطعہا سے خوب و غزل و نامہ ہائے نغز نغز بہ سلکِ نظم کشید“

تاج کی نسبت ایک جگہ فرماتے ہیں ”تلاش ہائے معالی تارہ می کند“ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں ”یہ معنی ہندی تارہ علم استاد دی برادرانہ“ لیکن صحیحی اس قسم کی شاعری کو حق میں مسمیٰ ہندی اور ”اشعار خیالی“ زیادہ ہوتے ہیں پسند نہیں کرتے تھے۔“
(۱) دیکھو در فاجدہ تذکرہ شمالی۔

رکھتی ہیں۔ مثلاً سودا کے تدکرے میں اگرچہ ہر ایک صفحہ بھی نہیں لکھا لیکن جو کچھ لکھا ہے اُس میں اُس کے کمال اور سیرت کی تصویر کھینچی ہوئی ہے۔ مکتہ جینوں کے اعتراضات بیان کر کے بعد لکھتے ہیں ”غرض ہرچہ بود، در روانی طبع طیر خود نہ داشت“ اور آخر میں کہتے ہیں ”نقائش اول نسیدہ در رباں ریتہ اوست، حالا ہر کہ گوید پیرو متبعش خواہد بود“

مظہر جاں حاناں کی سنت فرماتے ہیں کہ ”در دورِ ایہام گویان اول کسے کہ شعر ریختہ بہ تنوع فارسی گفتہ اوست“ آخر میں لکھتے ہیں ”فی الحقیقت نقائش اول ریختہ مایں و تیرہ اعتقاد فقیر مر اسب، بعد بہ متبعش دیگر ایں رسیدہ“

سودا سے مقابلہ کر کے لحدس کا روح اُس وقت عام تھا اور جس کا اثر اب بھی باقی ہے۔ میر صاحب کی سنت فرماتے ہیں ”غرض ہرچہ بہت استاد ہی ریختہ ردِ مسلم است ہمہ ریختہ گویاں ہند سند از کلامت می آرند و اورادیں میں مستی می دانند و الحق چنین است“

یقین کے کلام کے متعلق بھی قریب قریب وہی رائے ظاہر کی ہے جو مظہر جاں حاناں کے حق میں لکھی ہے۔ آخر یقین میں تو مظہر ہی کے ترسیت یا متہ کہتے ہیں کہ ”در دورِ ایہام گویاں اول کسے کہ ریختہ راستہ و رفتہ گفتہ ایں حواں بود، بعد ازاں متبعش دیگر ایں رسیدہ“ مصحح پہلے شخص میں جموں سے میر حسن کی تنوی کی سچی تعریف کی ہے ”در تنوی آخر کہ سحر البیان نام دارد دید بیضا نمودہ۔ الحق کہ کار کا را دوست قطع نظر از بلاغت تا سحری زماں سیار با مزہ و شیریں د عالم پیدا افتادہ“

معصروں کے کلام کے متعلق صحیح رائے کا ظاہر کرنا آسان نہیں، اور خاص کر ایسے لوگوں کے متعلق جن سے آدیزت اور شکس رہی ہو انشاء اللہ خاں اور اُن میں کیا کچھ نہیں گزری تھی اور ان بزرگوں نے کون سی بات تھی حواٹھا کھی تھی، اس پر بھی حیب وہ انشا کا حال لکھے ٹھٹھے تو سچی تعریف اور بے لاگ رائے ظاہر کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ اُن کی تلمہ رمانی اور خاص کر

افسانے بھی حاسما دریا سے لطافت میں اردو کا لفظ استعمال کیا ہے اس کے بعد پھر میں کی اے و بہار میں نظر آتا ہے۔

پہلے تذکرے کے آخر میں چند شاعر عورتوں کا حال بھی درج ہے۔

ان تینوں تذکروں کی تصنیف کی تاریخیں یہ ہیں۔

تذکرہ اول ہندی گویاں - ۱۲۸۵ھ سے قبل شروع ہوتا ہے اور ۱۲۹۰ھ میں ختم ہوتا ہے۔ تاریخ اختتام تو مصحفی نے خود لکھ دی ہے ابتدا کا صحیح سہ تو معلوم نہیں مہر کا لیکر حال کے ذکر میں میر حسن دستوفی ۱۲۸۵ھ کا تذکرہ صفا لگایا ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہ اس سہ سے قبل لکھنا شروع کر چکے تھے۔

تذکرہ دوم، ہندی گویاں۔ اس کا سہ تصنیف اس کے نام ریاض الفضا سے لکھا ہے یہی ۱۲۸۵ھ، لیکن یہ تاریخ آغاز ہے، تاریخ اختتام ۱۲۹۰ھ ہے۔

تذکرہ فارسی گویاں یعنی عقد شرعیہ کا سہ تصنیف ۱۱۹۹ھ ہے۔

ہندی گوشا مردوں کے دو تذکرے ہیں ان میں بعض شعرا کے حالات مترک ہیں، اس لئے کہیں کہیں بعض شعرا کے حالات کے متعلق اسے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ تعجب کی بات نہیں کیونکہ صفا کہ خود مصحفی نے لکھا ہے ایک عالم شاک کا نیتو ہے اور دوسرا رمانہ شیب کا۔

ہندی گوئیوں کا پہلا تذکرہ ایستیا ملک سوانشی رگال کے سچے بیٹی ہے۔ البتہ اس کا مقالہ حد اکثر خاں کے کتب خانے کے سے لیا گیا۔ بعض متنبہ مقامات کا مقالہ کتب خانہ مدر ندوۃ العلماء سے بھی لیا گیا۔ مانی دو تذکرے حد اکثر خاں کے کتب خانے کے کتبوں کی نقل ہیں۔ بعد ازاں ان تینوں تذکروں کے بیسیوں کا مقالہ کتب خانہ ریاست رام پور کے کتبوں سے ہوا۔ انیس ہے کہ کتب خانہ حد اکثر خاں اور رام پور کے سچے بہت غلط اور بڑھ چکے۔ تاہم مقالے سے بعض مقامات کی کچھ کچھ تصحیح ہو گئی۔

میں تاحی عبدالودود صاحب بیر سٹراٹ لاڈل وکٹ بیٹنہ کامنڈ ہوں کہ انھوں نے

مصطفیٰ کے تذکروں میں بیسیوں ہندو شاعروں کا حال درج ہے۔ ان کا ذکر بھی اسی گرم دلی اور
خولی سے کرتے ہیں جیسا دوسروں کا۔ اس سے اُس زمانے کی تہذیب اور آپس کی یکجہتی کا
اندازہ ہوتا ہے۔

”تذکرے میں اکثر امروہو شعرا کی تاریخ وفات کے قطعے لکھے ہیں۔ اس فن میں انھیں خاص
دول تھا۔

میر سوز کے اندانی تخلص ”میر“ کی شہادت بھی اس تذکرے سے ملتی ہے۔
سعادت امر وہوی کا حال بھی لکھا ہے لیکن میر صاحب کے تعلق تلمذ استاد ی کا ذکر
ہیں کیا۔

مصطفیٰ نے اپنے تذکروں میں ضمناً صرف تین تذکروں کی طرف اشارہ کیا ہے ایک تذکرہ
میر حسنؑ دوسرے تذکرہ گروہی تیسرے تذکرہ قدرت اللہ شوق۔

ایک بات اور قابل لحاظ ان تذکروں میں بالی حاتی ہے جہاں ایک تحقیق ہوا ہے اور شعرا
میں مصطفیٰ پہلے شخص میں جنھوں نے ”اردو“ کا لفظ زبان کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ان تذکروں
میں کئی جگہ یہ لفظ آیا ہے جنھوں کے حال میں ذکر کرتے ہیں کہ ایک روز شاہجہاں آباد میں لطف علی
خان ناطق کے گھر پر مشاعروں تھا۔ میر صاحب کی طرح نعل میں قافیہ کے بعد ردیف ”اور“ بعضی طرف
تھی بعضے نصیحتے اُسے خلاف ”اردو“ خیال کر کے اُس کی پرویہ کی شمار کے حال میں
لکھتے ہیں کہ ”اداسے زبان اردو تیا نچہ باید از زمان ندرت یانش می شود“ قبر کے تذکرے میں
مرزا قلیس کے تعلق فرماتے ہیں کہ ”ادہم باد صفت فارسی گوئی و عوسے اردو والی ریختہ دانست“
اسی طرح ہجو کے حال میں لکھا ہے کہ ”سہ کتاب در زمان اردو سے ریختہ تنکر آسمیہ ارخانہ فکرش
رونق سواد بریریتہ“ لیکن ”بالی اردو سے علی کا لفظ اس سے پہلے میر صاحب نے اپنے تذکرہ نگار ناشر میں لکھا ہے“

(۱) تذکرہ ہمدی گویاں صفحہ ۸۸ ذکر حاکماری صفحہ ۲۶ ذکر ملاں

(۲) دیکھو صفحہ ۲۲ ذکر قلیا (تذکرہ ہمدی گویاں ۱۳۵) سہو ایک

ن

دو دلوں نینوں کی نقل خدائیں خاں کے کتب خانے سے لکھوا کر بھیجی اور خود ٹرے میں احتیاط سے تیلوں
نینوں کا مقابلہ وہاں کے نینوں سے کیا۔

ماتحتہ میں اس نینوں کا حوالہ دینا شروع کر دیا گیا ہے۔ ن خ سے مراد نسخہ کتب خانہ خدائیں
خاں ہے اور ن۔ ر سے نسخہ راہپور۔ جہاں صرف ن لکھا ہے اس سے بھی نسخہ، امپور مراد ہے۔

عبدالحمق

حیدر آباد دکن

۸ نومبر ۱۹۳۳ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تذکرہ مصحفی

نیکوترین تذکرہ کہ غنچہ دہلائے اربابِ سخن را با ہتر از نسیم تفریقہ شکفتن در آرد حمد خدا و نذہن آفرینی است کہ مصرعہ ریختہ شمع قامت مہوشاں را با چندین معنی سور و گدا از بسم اللہ دیوان عشق ساختہ و دلتیں سیاحنے کہ توتیا سے اشعار آدا رشتش دیدہ تماشا نیاں معنی دوست را ابجیات معنی ہائے روش و رطبایا طلمات الفاظ متر اکم ہاید لعت سلبیت کہ شیرازہ ندکاف و نول و مصرعہ چپان ذوالفقار دوسرا موزوں و صحیح و دقیقہ تصرف انداختہ۔ اما بعد رضا رفیع ذوالحجہ چکل پسندان دقیقہ رس و دقیقہ رسان مشکل پسند پوشیدہ ما کہ چون این فقیر حقیر علام ہمدانی مصحفی تخلص از تصنیف دیوان فارسی و ہندی و تالیف تذکرہ فارسی فراغت حاصل کردہ ہم تالیف تذکرہ ہندی در پیش آمد اگرچہ از علم بہت خدا داد و سر دماغ آں نبود کہ اوقات عزیز خود را با اشتغال جنیں امر لا طائل کہ دیگر ال بغیر بگردن خودش بستہ اند صرف سازد اما بکلیف میسخرن طلق خلف میسخرن کہ ماسارہ یدر بنر گوار خود کلام خود را از نظر فقیر می گذارتند و شوق شعر ہندی دامن دلش را محکم فر اگر نشتہ طوعاً و کرہاً قدم دریں بادیہ پر خارا گذاشت و بقید حروف تہجی اسامی قدیم شعرا سے عہد فرودس آرام گاہہ تا شعرا سے زمانہ تباہ عالم بہا

دہ سے اشتیاق ہو پایا ہے جو آئیے
 بٹلا رواقِ شیم میں سیریں دکھائیے
 وہ گلابِ دہن جو آکے ہم آغوش ہو کہیں
 جوں غنچہ پیرِ ہن میں نہ پھولے سہائیے
 ہے مدتوں سے منتظرِ جلدہ آفتاب
 کھڑے سے تک آفتاب کو جلدی اٹھائیے

بات کیجئے غیر سے اور ہم سوسہ کو موڑ لیئے
 ٹھک خدا سے ڈر پیرانِ مصلوں کو انچھوڑ لیئے
 منہ نہ موڑے گا یہ عاصی گر یہی منظور ہے
 لیجئے تنگِ جفا اور شیشہٴ دل توڑ لیئے

اُس لبنی پوش کو گر پائیے
 آرزو دل کی جو ہے بر لائیے

اے صنم جس سے جہاں میں تثنائی کیجئے
 کیا ہے لازم پیر اُس سے بیوفائی کیجئے

(۲) آصف

تخلص نواب وزیر آصف الدولہ بہادر بکلی خاں است کہ شورِ سخاوتش غلغلہ در
 چار و نگاہِ عالم انداختہ و برقِ شمشیرِ سطوتش زہرہ شیرانِ آہنی چنگالِ آبِ ساقیہ
 آصف است اما سلیمان زمانش می توان گفت و اگر چہ بکلی است اما علیٰ عہدش می توان
 خواند۔ سایہ پرچمِ ظفر تو امش رہسوزِ نزدیک و دور افتادہ و دمِ سندانِ فولاد و شمشیرِ بہر
 کہ رو آورده خاکِ لبی و طغیانِ را بر باد دادہ۔ از بسکہ از ابتدا سہ عمر در جمیع فنونِ آفاق
 یگانہ روزگار است بمقتضائے موزونی طبع گاہ گاہ خیالِ شعرِ نیر می فرماید چند
 اشعار از کلامِ اوست۔ از دست۔

تجھے غیر سے ببہم دیکھتے ہیں
 نہ دیکھے کوئی جو کہ ہم دیکھتے ہیں
 توجلدی سے آوردہ میرے میجا
 کوئی دم کو راہِ عدم دیکھتے ہیں

بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ و افاض علی العالمین برہ و احسانہ بہمت گماشت بیشتر
در آں ذکر معاصرین است کہ احوال ہر یکے بحیثیت خود دیدہ و بین و قبح مراتب سخن ہر کس
وارسیدہ۔ و کم کم احوال بعضے متقدمین نیز بطریق تہن صورت اندراج یافتہ۔ فرق
زبان ریختہ سابق و حال برہنہ شدن پیدا است امید کہ منظور نظر مبصران نقود معانی و
صرفیاں راستہ باز آرنندانی گردد و اللہ التوفیق ولہ المسلمتکان۔

(۱) آفتاب

تخلص شاہ عالم بہادری بادشاہ غازی است کہ نور معدن بشیطان رہن راہ آل آفتاب
عالماب روتن ساختہ و ہماسے دست تاج بخشش بر سر ذرات خاک از قاف تا قاف
سایہ انداختہ، دریں زمانہ پر آشوب کہ از ہر طرف غبار فتن و فساد برخاستہ خاطر عالمی را
مکدر دار و بر سر کوئین آستین افشا نہ اوقات عزیز خود را اکثر بطاعت و عبادت
بسر می برد و پس از فراغت اوقات مہجود تلاوت قرآن و نوشتن آل اشہب فکر را
در میدان شعر مہندی و فارسی و کبک و دودہرہ وغیرہ نیز جولان میدہند و در آں وقت
اکثرے او کیشراں دیرختہ گویان پایہ تخت حاضر می باشند و وقت خواندن خوشخوال غفلت
تحمین آفرین بلند می سازند برائے تہن و تبرک بقولی کہ کلام الملوک ملوک الکلام اشعاع
حضرت نیز داخل ایں بیاض کردہ شد تا بر صفحہ روزگار یادگار بماند۔ از دست
دل شاد ہو گیا تھان کر تری سواری موقوف کیوں ہوئی پھر قصیر کیا ہاری

تری اس مانگ سو کیا معنی دلخواہ ہر پیدا شب سراج کی اس خط سے گویا راہ ہر پیدا

جوں شمع تا سحر شب نرقت میں آفتاب بے اختیار مجبور ولاتی ہے چاندنی

(۳) آبرو

عرف شاہ مبارک کہ میاں نجم الدین نام داشت نبیرہ حسرتِ غوث گویا ری
 نور اللہ مرقدہ شخصے بود یک چشم بارش و عصا شعرا بطوریکہ در آں زمانہ رواج داشت
 بسیار بخوبی گفتہ خصوصاً شنوی کہ موعظا آرکیش معنوق ارنامہ فکرش ریختہ بسیار است
 فقیر چند شعرش بطور خود از دیوانش انتخاب زدہ نوشتہ عمرش از نیچاہ متجاوز خواہد بود کہ
 کاسیب پائے اسپ پائے حیاتش فرو رفتہ باز دست ۔
 انوس ہر کہ ہم کو دلدار بھول جاوے وہ شوقِ مہِ محبت وہ پیار بھول جاوے

کبت کا پہنچنا آہ سے میری ہوا شکل جلتے جاتے ہیں گرمی سے ہوا کی پرکتوں کے

کیا برسی طح بھوں ٹھکتی ہے کہ مرے دل میں آکھٹکتی ہو
 رلف کی شان مکھ اوپر دیکھو کہ گویا عرق میں لٹکتی ہو
 اب ملک گرچہ مر گیا فریاد روح پتھر سے سرٹکتی ہو

پھرتے تھے دشت دشت دو لانے کدھر گئے وہ عاشقی کے ہائے زمانے کدھر گئے

دامن دشت کیا نقش قدم سے پر گل کس بہاراں کا یہ دیوانہ تماشائی ہے

عبت کیوں رو بردہ ہوئی کھاتے ہو قوم جھوٹی بن آئینہ کے تم اکدم بھی رہ سکتی ہو منہ کھوٹی

بتوں کی گلی میں شب و روز آصف تماشا خدائی کا ہم دیکھتے ہیں

وشت میں کوہِ دوست جو یہ آہ لیگئی کیا کیا کنویں چھکانے تیری چاہ لیگئی
کعبہ میں بھی گئے تو ہمیں تیری یاد آہ پھر سوئے دیر بے بت دلخواہ لیگئی
جار و بکش نے اس کے نہ ہٹنے دیا بھو گر وہاں نسیم شکل پر کاہ لیگئی
آصف چمن میں آتی ہو اس شکِ گل کی یاد کیا جائے کدھر مجھے ناگاہ لیگئی

جس گھڑی تیرے آستان سے گئے ہم بے جانا کہ وہ جہاں سے گئے
تیرے کوچہ میں نقشِ پا کی طرح ایسے بیٹھے کہ پھر نہ یہاں سے گئے
شع کی طرح رفتہ رفتہ ہم سینواک دن کہ جسم جہاں سے گئے

دل تو کہتا ہے یا ر آتا ہے پر مجھے کب قرار آتا ہے
یہ بگولا ہمیں ادڑا تا خاک سر پہ کوئی خاکسار آتا ہے
میں کر دل گا ترا گلا تجکو یہ بھلا اعتبار آتا ہے
خیرِ آصف اس گلی میں آج دل کو ہر پھر پکار آتا ہے

کس طرح غیر کے تم کو بہم دکھیں گے یہ تو دلتاں آنکھوں سے نہ ہم دکھیں گے
دورِ دامن کی تو نوبت کہیں پہنچے یا رب کب تلک دستِ دگریاں کو ہم دکھیں گے
رام تم ہو چکے اور ہم نے بھی پس پوچے پانو جا کے اب اور کسی بت کے قدم دکھیں گے
کل کے نامہ کا تو آصف یہ کچھ آیا جوا آج کیا کرتا ہے تو حالِ رقم دکھیں گے

(۴) اثر

کہ میر محمد نام وارد برادر خورد و خواجہ میر درد نور اللہ مضجع، شخصے است بزبور
علم دلی آراستہ و بصلاح و تقویٰ پیراستہ تا صحن حیات برادر بزرگ خود را چون پیش
می کرد، حالاً بجائے او در شاہجہاں آباد سجادہ نشین است و شعر مہدی فارسی، کم از
برادر بزرگ می گوید۔ از دوست۔

کب کتری گلی میں ہم بے قرار آئے سو بارجی نے چا انا ب ایک بار آئے
ہر چند جی پہ ٹہری پھر ہم ادھر نہ آویں آخر نہ رہ سکے پر بے اختیار آئے

کب کب آئے ہو اثر کیوں تھو گنگ آتا ہو اٹھتا ہو کبھی جی سے جو گنگ آتا ہے

تیرے کوچہ میں دوبارہ خوب ہم ہو کر چلے ڈھونڈے کو دل کے لئے جان بھی کھو کر چلے

یہ بھین رات جو گزری میں جانوں یا خدا جانے تجھے تو کب ہوئی ہوگی خبر تیری بلا جانے

رقیبوں نے حماقت سے یہاں شک پاسبانی کی کہ اُس ناہراں سے ضد سے آخر مہربانی کی
نہ قصداً نہ کدل کیجے نہ قصداً اس کا کہ جی لہجو مصیبت کیا بیاں کیجے بلائے ناہانی کی

جس وقت کہ تو نے اُسے پیغام دیا تھا قاصد بخدا اُس نے مرا نام لیا تھا
ناگاہ میں از عسر ملا مجھ کو تو بولا بس لگ رہا اب تو نے تو بڑا نام کیا تھا

شہر ہر اس کی استکباری کا
آبرو چشمِ ترقیامت ہے

سجائے زرگسی بوٹی کا جامہ
کرے کیونکر نہ ہم سو چشم پوشی

نالہ ہمارے دل کا غم کا گواہ بس ہے
دینے کے تین شہادت انگشت آہ بس ہر

دل کب آوارگی کو بھولا ہے
خاک اگر ہو گیا بگولا ہے

ظالم نیک کا تیر ستم کام کر گیا
سینہ کو صاف توڑ جگر سو گزر گیا

جان اگر دشمن ہوئے ہو تم ہائے اس قدر
گاہ گاہے پیار کی آنکھوں سے کرتا ہر نگاہ
دیکھنے کو دوڑتے ہیں لوگ بھونچپیا سمجھ
عاجزوں کو بے گناہ آزار دینا خوب نہیں
تو ہائے دل کو کیوں لگتے ہو پیار ہو ہقدر
مہرباں ہوتا چلا ہو اب تو بارے ہقدر
آہ سو دل کے نکلتے ہیں شرارے ہقدر
ڈر خدا سے آبرو کو مت ستارے ہقدر

کچھ ٹھہرتی نہیں کہ کیا ہوگی
اس دل بیقرار کی صورت

تمہاری لوگ کہتے ہیں کمر ہے
کیا ہے بے خبر دو دو جہاں سے
کہاں ہے اس طرح کی ہو کدھر ہو
محبت کے نشہ میں کیا اثر ہو
ہمیشہ اشکِ غم سے چشم تر ہو
تخلص آبرو بر جا ہے میرا

بھرا دھڑ کو بھی ہو جلوہ گری عشوہ گری
تیری دولت کا بھلا ہم بھی تو کچھ یاد کریں
پکے دل سے بھلا ملک تو بھل جائے بجا
اور بھی جی میں جو کچھ ہوئے سوا شاد کریں

جو سزا دیئے ہے بجا مجھ کو
نعم میں بیٹھوں کہاں ملک بے کسے
تجھ سے کرنی نہ تھی وفا مجھ کو
سر دھری نے تیری ظالم
اب اٹھا دے کہیں خدا مجھ کو
کیوں تو ہر چند جفا ہی کرتا ہے
آہ کتنا جلا دیا مجھ کو
گرا سی میں خوشی تمھاری ہے
نہیں کچھ دعویٰ وفا مجھ کو
اور بھی سب کچھ خفا مجھ کو
دوہی میں ہوں اثر وہی لہو
پر خدا جانے کیا ہوا مجھ کو

نہ لگائے گئے ہاں دل کو
تو بھی جی میں اُسو گلہ دیجو
آہ لے جاسیے کہاں دل کو
منزلت ملتی اثر کے ہاں دل کو

بے گناہوں سے دل کو صاف کرو
کر چکے قتل اثر غریب کے تنیں
نہیں تقصیر پر معاف کرو
اب تو شمشیر کو علف کرو

کہہ رکھی خوشی کہاں کی شادی
تا ماتھ لگے نہ کھوج دل کا
جب دل سے ہوس ہی سب اڑی
پل مارتے خاک میں ملایا
عیار تے زلف ہے اٹھا دی
یارب سوا القابے و نہک
ٹھک ہنس کے نظر جہر ملا دی
دیتے ہو کسے یہ بد و عافیں
لا مقصود دی ولا مرادی
کیا پیارے اثر نے پھر مادی

ہوا کیا وہ ترالے شرمگین چپ ہمو کے رہ جانا
کہی جو بات کہا بدنا ہوئی جو بات سہ جانا

بھلا شکر کرنے لگی پھر شکایت
کرم مہربانی توجہ عنایت

حد ہو چکی ہے اب تو خاطر بھلا کہاں تک
ہم نے ہوس کو مارا غدور تھا جہاں تک

س ہو یا رب یہ امتحان کہیں
یا نکل جاوے اب جان کہیں
حسن و سیاہی گور ہو رہو
کوئی جاتی ہو تیری آن کہیں
وائے غفلت کہ ایک ہی م میں
میں کہیں اور کاروان کہیں

ہم ہیں بے دل دل لینے پاس نہیں
آہ اس کا بھی تجھ کو پاس نہیں
یے وفا کچھ نہیں تری نقضیں
مچھکو میری وفا ہی راس نہیں
قتل میرا ہے تیری بدنامی
جان کا ورنہ کچھ ہر اس نہیں
یوں خدا کی صدائی برحق ہے
پر اثر کی ہیں تو اس نہیں

کوئی کھانا تھا دعا جھوٹی مدارات سو میں
آپھنسا دام میں کیا جائے کس بات سو میں
سخت ناچار ہے تقدیر کے ہاتھوں بندہ
ورنہ یوں ماز رہوں تیری ملاقات سو میں

دل میں ہے جو درد ترے از سر نو یاد کریں
تو سنے یا نہ سنے نالہ و سدا د کریں
ان بتوں کی بڑی دھڑیہی دل شکنی
یہ کہاں جو یہ کسی دل سختیں شاو کریں
ہم اسیروں کی اسے چاہئے خاطر داری
اور الٹی نہ کہ ہم خاطر صیاد کریں

(۱) میں یہ سوچوں (۲) گھات (۳) رح (۴) جی میں ہے از سر نو جو دوسرے یاد کریں (۵) رح (۶) دل کو کہیں (۷) رح

میں تو بے چین ہوں پر ہے تحفگی یہ بن میرے ستائے اس کو بھی چین ہیں

نے دل کو تیرے بے قراری کو سبب واقف نہ تھے ہم تو ان بلاؤں سے کبھی
نے چشم کو خواب انگباری کے سبب یہ کچھ دیکھا سو تیری باری کے سبب

سودا کب تھا اسے یہ کب تھی حشت ر لعلوں کے دام میں الم سا آزاد
بس دیکھ تجھے ہوا پریشاں حالت آکر بھینس جاٹے یوں خدا کی قدرت

(۶) امیر

مسمیٰ بن نواب محمد یار خاں خلیف نواب علی محمد خاں امیرے بودا قوم افغانہ۔ در
علم موسیقی و ستار و دن یگانہ روزگار و در رعنائی و زیبائی جوانے بود باغ و بہار۔ تہرا را
دریں کار بر باد وادہ و بگستاخان ایں فن از داد و دست بسیار چہ تھا کہ نہ نہادہ۔
در ایامیکہ بہ ترغیب حکیم کبیر سنبلی شوق شعر ہندی دامن دلش را بسوئے خود کشید،
حطی بطلب میر سوز و مرزا محمد رفیع نوشتہ روانہ کرد۔ چوں در آں ایام ایں سرود
بزرگ در سرکار بہر بان خان زند تخلص بصیغہ شاعری عز و امتیاز و استند از فتح آباد
آمدن ایشان بہ نامڈہ کہ موضع بود و باش نواب بود اتفاق نیفتاد۔ آخر کار میاں محمد
تاکیم کہ در آں ایام در بسولی بود و حسب الاشارہ آمدہ شرف ملازمت آں والا جناب
در یافت۔ و بدر ماہ یک صدر و پیہ عز و ہمتیارش دادہ با شادیش برداشت۔
و علی ہذا القیاس و دیگر سخن بنجان تن عدوی لاہوری و میر محمد نعیم تخلص دیوانہ علی شاہ
پروانہ مراد آبادی و میاں عشرت ہال حکیم کبیر صاحب کہ از قدیم در سرکارش بود فقیر
حقیر مصحفی از حاضران مجلس او بود و ہر وقت کہ غزل طبع می فرمودند سیر انجام می رسانید۔

(۱) میں تو بے چین ہوں ہی تحفگی یہ (۱) خ ۱۔ (۲) عشرت (ن ر)

رباعیات

کیا تجھ سے کہوں میں کس طرح گزے ہو کیا دوں میں تپا کہ اس طرح گزے ہے
بالعرض اگر کہا تو پھر کیا حاصل گزے ہے خیر جس طرح گزے ہے

احوالِ تباہ کو دکھاؤں میں کے افسانہ و ردِ دل سناؤں میں کے
تو دیکھ نہ دیکھ، سن نہ سن، جان نہ جان رکھتا ہوں تجھی کو اور لاؤں میں کے

نے حالِ تباہ کی انھیں سینائی نے نالہ و آہ کی اترِ شنوائی
کوئی مرتے مرد بچے جیو، بجائیں نہیں اللہ دغی بتوں کی بے یروائی

صدفے ترے نام پر ہی بندا ہے دل دادِ بے خطر پہی بندا ہے
بے عیب خدا کی ذات ہی ہو یا رے تقصیرِ معاف اتر پہی بندا ہے

اب ضبط سے تاب جی کے رہنوی کی نہیں طاقتِ صدماتِ ہجر سہنے کی نہیں
اک بات ہو موقوف ترے آنے پر پن آسے ترے کہوں سو کہنے کی نہیں

(۵) الم

کہ صاحبِ میزِ نام دار و خلیفہ اجہ نیز درو صاحبِ لطف اللہ مضجعہ جوانی است حلیم و
سلم بمقتضائے موزونی طبع کہ موروئی است۔ گاہ گاہی فکرِ رباعی یا مطلع چہن مطلع سیکند
حق تعالیٰ سلامت دار و دن ر، رباعیات
کیا کہئے الم کہ اک گھڑی چین ہیں معلوم ہوا کہ بیٹے جی چین نہیں

کس نے نظروں میں خدا جاتے اُسے مل ٹلا
نگس آج آنکھ اٹھاتی نہیں بیماری سو
کیا کہوں دلولہ رستوق کو تیرے میں ایسر
گھر میں جاتے ہیں پرانے تو خبر داری سو

وہ دن گئے کہ جو روتی تھیں حتم آب رقیق
گریں میں نخست دل آنکھوں سے اتوئل عقیق

کیا عجب بال ملائک ہوں اس جاگہ فرش
جس جگہ پانور سکھے صاحب مند میرا
عس طاعت سے کچھ اپنے تو نہیں پاس تیر
مگر احمد کا ہوں میں اور ہے اسمد میل

(۷) امجد

مولوی امجد امجد تخلص کہ میرا یہ حالت باکسوت فضل و کمال ترین است ہمیشہ بہ
درس و تدریس گذرانده و در فارسی ہم بر نعم علمائے دیگر معلومات معقول بہم رسانده۔ دم
از شاگردی نظام خاں مجرمینہ و در گفتن معنی ابیات جلال امیر و غیر ہما ز بخش خیال در میان
وسعت می و و اتد بہند البتضا سے موزونی جلی گفتن شعر فارسی و ہندی نیز قادر
است۔ از مدت دراز دست بیعت بدست مولوی نیرالدین محمد صاحب نور اللہ مضجعہ گذشتہ
بہمیشہ در محبان لطیف اداب و سلوک در شاہجاں آبا و ممتاز بودہ عرش قریب بہ بقا و باشد از
بسل مجھے نہ جھوڑیو لے یار دیکھنا
ایسا ستم نہ کیجیو ز نہار دیکھنا
ٹھوکر لگے ہے دل کو مرے ہر لک کے پیچ
کرتی ہے کیا ستم تری رفتار دیکھنا
تو آکے دل جلوں کو سنا تو ہر قریب
کوئی آہ لگ گئی تو مرے یار دیکھنا

جاں بلب تشنہ جگیاں سے چلا جاتا ہوں
لے خیر جلدی سو ساقی کہ مچو جاتا ہوں

(۱) مگر امی نیرالدین صاحب (۲) ر (۳) حواہد بود (د) ح

دارلبکہ مزاج نواب بہ سیر و تماشائے مرقع گز آگوں بہ میلان تمام داشت۔ یک مرقع
تصادف شعرائے از عاقل خاں مصور کہ مصور بحر کار بود تو یسا نیدہ بر صفحہ روزگار یادگار
گذاشته۔ از آنجا کہ فلک حقہ باز از قدیم الایام باز یہاں تازہ بروئے کار آویدیک
ناگاہ بر شیشہ انعقاد اس مجلس بہشت آئین سنگ تفرقہ انداختہ شراب عیش یاران را بذائقہ
ہلاہل ہجران مبدل ساخت و سبب آن شکست خوردن ضابطہ خان از حضرت ظل
سجائی بود در سکر تال باداد و لک مرثیہ اسے در آں ایام بے تمیزی ہر یک از مذاہب
و شعرائے مجلس جدا جدا را ہی و بیٹی گرفتند۔ فقیر در آں حادثہ جا نماز اب لکھنؤ رسیدہ و
بعد از تقاضائے مدت یک سال بہ شاہجہاں آباد رفتہ رخصت اقامت در آں دیار
نہینو نشان انداخت۔ در آنجا پس از تسادی ایام بسبع رسید کہ نواب موصوف بعد
شکست حافظ رحمت خاں با جمل طبعی در گرفت۔ از دست۔

اس منہ سے آگہ کچھ نہ نکلا جز نالہ و آہ کچھ نہ نکلا
کیا تو نے دیا تھا مجھ کو ساقی شیشہ میں تو واہ کچھ نہ نکلا

تیرے گھر جانے سے یاں اپنا تو گھر جاتا ہو لے مری جان کے دامن تو کہہ جاتا ہے
اللہ کے سرخی ترے چہرے کی ہنگام تھا جتنا ہی بگڑے ہو اتنا ہی سنو جاتا ہے
اُس شکار انداز سرگاک کوئی چھٹی ہو کر آگے کیوں نہ ہو سوئے تضا منہ دلت دم بخیر کا
سرخ چشم اتنی کہیں ہوتی ہو بیڈاری ہے لہو اترا ہو تری آنکھوں میں خوشخواری ہو
وقتِ خلعت کے تھے لے مے جی کے گنا تمام تمام آج رکھ دل کو میں کس خواری ہو
بس میں آیا جو تمہارے اُسے چاہو سو کرو کیا تم آدمی ہوتا نہیں لاچار می ہو

ہاگنی زلف کی ہستی ہیں بن جان لئے کیا ہی پھری ہر بلا آفت ترا کا نام نہ ہے

ہر ایک لالہ کا گل چار داغ لئے نکلا گر طے ہیں زیر زمیں داغدار کتنے ایک
شرار و شعلہ و پروانہ و دلِ بیتیاب ایک ایک سو ہیں بے قرار کتنے ایک

(۹) احسن

کہ مرزا احسن علیؒ نام دار و جوئے است سراپا خلق و خوش نفسیر و خوش تحریر۔
بیش از بیس پیش خواجہ محمد پیش خاں می بود بعد ازاں در سرکار نواب وزیر مرحوم بصیفہ
شاعری عزیمت سیانہ داشت۔ حالاً در سرکار نواب سر قرازا الدولہ مرزا احسن رضا
خاں بہادر ممتاز است۔ شعر خود را در اوائل فکر سخن از نظریہ ضیائی گزرا نید۔ بعد
از اں از خدمت مرزا رفیع استفادہ گرفتہ۔ قوت شاعری چنانکہ شاعر را باید در قصیدہ
و غیرہ پیدا کرد۔ چون فی الجملہ طالب علمی ہم دار و شرار بہ متانت و رزانت تمام میگوید و
احتیاط محاورہ و صحت زبان بسیاری کند۔ فقیر را در او رکھنود دیدہ۔ از دوست۔
کل ہوسہ کے سوال پہ کیا کیا نہ کہہ گیا میں اُس کے آگے اپنا سامنہ لیکے رہ گیا

الٹا سحر صبا نے جو گوشہ نقاب کا دیکھا اُس کو رنگ زرد ہوا آفتاب کا

کہا جو میں نے کہ بُخ کو ترسے قر نہ لگا بگڑنے کے بولا کہ چل بے ادھر نظر نہ لگا
رہی جوتن میں مے جان ایک ہی باقی لگا کے زخم کہا جیغ کا اگر نہ لگا
اسی لئے تو میں تجھ سے تھا ہوں مجا حسن گھڑی گھڑی میرے پاؤں کو چشم بڑ نہ لگا

(۱۱) احسن علیؒ (۱۲) طلب (۱۳) چشم تر (۱۴) ر

مست ہم اغوشی کو آنا مری لیے سیل شرک
حشر میں بھی نہ اٹھوں گا میں تک اک اکہ لگے
ایک عالم نے تری تیغ سے پائی کونجات
جو کہا تو نے کہ آ بیٹھ تو میں بیٹھ گیا
جس گھڑی آپ کو دیکھوں ہوں میں حق تھکا
اپنی ہی موج میں میں آپ بہایا ہوں
اپنی بیداری سے یہاں تک تھا جاتا ہوں
سب گنہگاروں میں ایک میں ہی ہاجتا ہوں
جو کہا تو نے کہ جا یہاں سو کہا جاتا ہوں
اپنی نظروں سے بھی امجد میں گرا جاتا ہوں

(۸) ا

کمر الالی نام دارو جو اتے بو نظریف مزاج و خندہ روی شاگرد مرزا محمد فریح -
دیوانے ضخیم ترتیب دادہ درتھامد غزل وثنوی ماہر خصوصاً ثنوی گنجفہ را بیار بہ تلاش
گفتہ اکثر در مشاعرہ فقیر در شاہجہاں آباد می رسید۔ صلش از شاہجہاں آباد است و قلوے
اکبر آباد۔ زبانی میر ذوالفقار علی کہ ہمایہ ایشاں بود۔ چاں معلوم شد کہ مشاعرہ الیہ عازم لکھنؤ
شدہ است میخواست کہ خود را بہ پورب رساند چوں ایشاں امان نہ داد در آنا سے راہ
در سرائے بانکہ موہنگام شب بردست دزدان کشتہ شد۔ عمرش قریب پنجاہ خواہد بود۔
از دوست -

مانے ہے کوئی وہ بت گمراہ کسی کی
برولنے پڑے جلتی ہیں وتی ہو گھڑی تیغ
گو آ کے سفا ریش کرے اللہ کسی کی
یار نہ شب وصل ہو کوتاہ کسی کی
چھٹس قیدیں اگر چاہ میں ہو گرگ کا طعمہ
جو چاہے اسد کر نہ مگر چاہ کسی کی

اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کی
مرے شیر شاہ اش رحمت خدا کی

زلفیں ہی دیکھ کر نہ خیل رات ہو گئی
کھڑا جو کھل گیا تو سحر مات ہو گئی
(۱) نخ میں "بیار" نہیں ہے (۲) جو چاہے اسد پر نہ کر چاہ کسی کی (نخ)

ادل طرح مشاعرہ اوانداختہ - از دوست -
چہرا کچھ ان دنوں غم تہاں سے زرد ہو
ظاہر میں کچھ عرض نہیں پر دل میں درد ہو

یہ جو ش غم ہے کہ سینہ میں نوحں ابلتا ہو
نہ پوچھو دل کی حقیقت تمہارے عشق میں آہ
نہ رکھو ہاتھ کلیجہ پر میرے جلتا ہے
اُسے وہ غم جو لگا ہے اُسی میں گلستا ہے
یہ غم کو اُس کی جدائی نے اور ایذا دی
کہ رات دن کوئی سینہ میں مل کو ملتا ہے
کسی کے کان کا درد کیا تو نے آشفتہ
جوا شک نکھوں سے موتی سا تیر ٹھٹھا ہے

وہ رشتہ ہر جو عالم میں بے نقاب ہے
گئے تھرکل مجھے بٹھلا کے میں یہ آتا ہوں
پھر اس چمک سونہ گردوں پر آفتاب میرے
میں ایسے سنے کے صدے بہت شک ہے

رہتے تو رات اُس سے میں غصہ میں لڑ لیا
پر جب وہ اٹھ چلا تو کلیجہ بکڑ لیا

ہریشہ آگ نکلتی ہے میرے سینہ سے
نہ جاوے کیونکہ بصارت وہ جاوے سا کھرا
ابھی موت سے گذرا میں ایسے جیسے
نظر پڑا نہیں جھک کو کسی سے
ہو جس دماغ میں کچھ بڑے عشق وہ سمجھے
ملی جلی ہوئی بو عطر کی بیٹنے سے

چلا ہے کعبہ کو آشفتہ پارسا بن کر
خدا جو بیٹھے بٹھائے اسے خراب کرے

(۱۱) امین

کہ امین الدین خاں نام داد دلہر قاضی وحید الدین خاں کہ در عہد نواب نجیب اللہ

تب جو دھڑکا مرے دل کا غل انداز رہا
شام کی صبح ہوئی بند قبا کھلنے میں
لیکے دل بات میں کی خانہ خرابی اُس کی
ہکڑے اڑ جائیں گے سینہ میں جگر کے آج
کام دل لیتے میں اُس شوخ سو میں باز رہا
سیکڑوں حان سے بادیں گے جو یہ باز رہا
جس کے گھر جا کے تو اسے خانہ برا غلاز رہا
تیرے مالوں کا کوئی دن جو یہ انداز رہا

یہ راہ تھی کیسی کہ تیرے گھر تک آئے
صاف آئی نظر کل اہل آنکھوں میں جن
ہر کام پہ ہم بیٹھ گئے دل کو پکڑ کر
جس دم کہ رکھا قبضہ پہ اتھ اُس نے بکڑ کر

کل جو اُس شوخ نے سنکھ ہوڑائی آنکھیں
شوخی جتنی پہ گھنڈ اپنی نہ کی جو کس
پشت پارے نظر اٹھتے نہ دیکھی ہم نے
دوس دوں کس کو نہیں سہس کی تقصیر
مل گئے خاک میں ہم تب بھی اُس ظالم نے
کل عجیب طرح سوڑ پے تھا تیرے کو چہیں
برق نے ابر کی چادر میں چھائیں آنکھیں
آنکھیں کل جائیں گی جب اُس ڈکھائی آنکھیں
واہ ری چشم جیا، ہو کر می لبسا میں آنکھیں
آفتیں دل پہ مے میری ہی لائیں آنکھیں
نہ ملائیں نہ ملائیں نہ ملائیں آنکھیں
دیکھ کر حال کو اس کے بھرائیں آنکھیں

(۱۰) شفقت

کہ مرزا ضیا قلی نام دار و پسر حکیم محمد شفیع برادر بیات مرزا رضی جو نیست شوریدہ
سردوار ستہ مراج با وصف آشنائی با فن طبابت کہ مؤثرے ست چوں و یگراں و دکان
خود فرستی نمی چنید۔ در طرز گفتن و خواندن شعر فدا گردی و متح میر سوز مخاخرت میکند۔
والحق کہ دقت روانی زبان حرکاتش از مردم سامعین دلفریبہا می نماید۔ شعر و دروندند
کہ ششہ و صاف باشد و دست دارد۔ در ایام کہ فقیر از تنہا جہاں آباد و رکضہ و آمد

(۱) جی اے نے لکھا میں (د ج) مرزا ضیا قلی (د ج)

آنکھوں کے انٹے سے غیروں کو بھاتا ہے میاں جھوٹی مذکھاتیں تو کس کو اڑاتا ہے

نہ اس لئے ہیں کہ کچھ سیم و زر لے ہم تجھ سے آکے اور ہی امید پر لے
خط کا جواب ایک طرف یہ نہیں امید جیتا پھر آکے مجھ سے مرا نامہ پر لے
کچھ بات تم سے کر نہیں سکتے ہزار جیف مدت میں تم لے بھی تو غیر میں کے گھر لے

منہ تو دکھائے ذرا گو نہ ملاقات کرے ہم کو سوجھل ہیں جو جس کے وہ اک بات کرے

بس کر مجھے لوگوں میں اشارات نہ کیجئے رسوائی ہو جس بات میں وہ بات نہ کیجئے

ابھی وہ پردہ میں ہر تپہ قلع مرتی ہے غرض دکھائے پہ دیدار دیکھئے کیا ہو

دیکھئے ہی اُسے حاضر ہوتے مرجائے کو وہی اشخاص جو یہاں آئے تھو مجھائے کو
(۱۳۱) **حکایت**

کہ مرزا جواد علی نام دارد قوم قزلباش اصل بزرگداشت خراسان است از دیست
در مندوستان بود و باش دارد۔ مولدش در لکھنؤ نشو و نما بزرگ واقع شدہ۔ جوان حلیم و سلیم
از شاگردان میر حسن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ عرش تا امر در دست دو سالہ خواہد بود از یادری
نعت سیدہ در عدد از وہ سالگی شرف زیارت نجف اشرف و کربلائے معلیٰ و کاکلین شریف
یعنی بغداد کہنہ و سامرہ بھی جائے پنہاں شدن حضرت صاحب الزماں و ریافتہ مدت
چار سال دریں سفر بود۔ فصل آہنی باز مراجعت نمودہ در لکھنؤ رسیدہ۔ از دست۔

(۱۱) ذرا بات کرے دس رخ

خدمتِ قضا باں بزرگ مخلص بود۔ جوانِ خوش اخلاق و خوش اخلاط است۔ در شاہجہان
ہمایہ فقیر بود و شریک صحبت مشاعرہ نیز۔ حالاد و سرکار صاحب عالم بندست دار و ملک
دوائی خانہ ممتاز است بمقتضائی سوز و غمی طبع گاہ گاہی خیال شرمندی می کرد و می کند
یک شعرا و در بخاطر است۔

کون آتا ہے یہ کس کے پانوں کی آواز ہو ہر صدائی پامیں جس کے سطح کا ناز ہو

(۱۲) افسوس

کہ میر شیر علی نام دارد ابن میر علی مظفر خاں دارد و تہ تہ عالمیہ جو نیست بلطبع
تو کما از معاصرین نمی گوید بہ شاگردی میر حیدر علی حیران مستر دارد۔ اگر چہ پیش ازین
چندے از میر سوز نیز استفادہ کردہ۔ وطن بزرگ گاش از نول است فقیر و داد و لکھنودیدہ۔
بیار بخوبی و خلق پیش می آمد۔ از دوست۔

ہنس کر کسی سے میں نے نہ کی بات تجھ بغیر روتے ہی آہ کٹ گئی یہ رات تجھ بغیر

کیا لکھوں اس کو میں لحوال یہ کہنا قاصد بے حواسی کے سبب طاقنت تحریر نہیں

کیا تو نے لکھا تھا جو تیرے خط کے تئیں دیکھ آنسو لگے افسوس کی آنکھوں سے بچنے

اُس کی صوٹ کے تئیں یاد دلادیتا ہے ہتے ہتے مجھے یہ گل تو دلادیتا ہے

صلاح جانے جو کچھ کہو اُس سے لے قاصد پیام کیا میں تجھے وہ نہیں حواس بے

اتقودہ بد معاملہ ہے بن کلمے پڑھے تو نے حمول دیا اسے ناداں غلط کیا

مجھے اس دوستی پر بدتر از دشمن سمجھتے ہو غرض کشتہ ہوں میں تو آپ کی سی بدگمانی کا
تو ایسی ساعد نازک پر پیاسے گل جو کھاتا ہو نہیں آتا مجھے اسوس اپنی نوجوانی کا

ہم آخر ہو گئے بس انتظار صبح ہی کرتے قیامت آج تو نے لے شیب ہجران راز کی
کئے سو سو سلام لے اتقودہ ہم نے اس کو چھپ چھپے پڑے اس کے ناز نے اس یہ بھی ہم سر نیاز کی

(۱۴) کبیر

عرف بچو حانیت شوخ طبع و طرار و لطیف گو۔ ہمیشہ تو کرمی خانہ مادشاہ متناز
دربویان کر وہ۔ در آں ایام کہ فقیر در شاہجہاں آباد طبع مشاعرہ انداختہ اول برائے
اصلاح شعریع بفقیر آوروہ بود۔ بعد چندے بخدست شاہ حاتم رفته استعادہ
کلی از ذات بابر کات ایشاں برداشتہ۔ حال صاحب دیوان است دیر رویہ استاد
قدم در راہ ایہام کوئی بیشتر می گذارد و در آں معنی ہائے تازہ می بندد۔ اما فقیر
اشعار ایہام را دوست نمی دارد لہذا دوسہ شعر سادہ از نو نوشتہ شد و آں ہمیت۔

ہائے دل میں خنجر ناز کے کیا کیا گزرتا ہیں یہ کافر خوب و حسن وقت تن کر تک اکڑتے ہیں
یہ جتنے خوب و سرکش ہیں ان کو خوب بکھا کر گئے برجن کے ہر ایک کے پھر پائے پڑتے ہیں
خدا چاہے سو ہوئے اب ہائے حق میں کو کبر صنم کو اپنے ہم بھی آج ایک بوسہ پڑتے ہیں

(۱۵) انشا

انشا تخلص سید انشا را اللہ خاں تام دارد خلف الرئید میرا اشار اللہ خاں۔ وطن

(۱) کران (خ) (۲) من (ن) (۳) ج (۴) پاؤں (ن) (۵) ح

ہو دے صیب جلد کہیں چل یار کا احوال بے طح ہے دل بے قرار کا

بزم میں اُس کی جو شب چاہ کا تذکر چلا اٹھ کے مجلس سے وہیں وہ بت مغر چلا

لوہو کی جگہ افک میں نعت جگر آیا دل کا مجھے احوال بُرا کچھ نظر آیا
بندہ ہوں تیرا اے آخر آہ جگر سوز صدقہ سے تیرے مالہ میرا کارگر آیا
تو نے جو کہا پیار سے مجھ کو ادھر آتا آنکھوں میں ہومدعیوں کی آتر آیا
کل اہل محسد نے مجھے منع کیا تھا پھر آج میں اُس کو چہ میں ایک آہ بھرا آیا

میرے حق میں تو بہتر ہے مجھے آرام ہو گئے ملے تو قتل کرنے سے مرے بدنام ہوئے گا

ظالم تو مجھ سے کس لئے بیزار ہو گیا کیا رازِ دل مرا کہیں اظہار ہو گیا

جس کا خواباں سے دل لگا ہو گا وہ نہ آرام سے رہا ہو گا
دامِ الفت میں نہیں گیا تو ہوں دیکھوں انجام اس کا کیا ہو گا
مر گیا ہو گا وہ دن گزشتہ جس کا معشوق بے وفا ہو گا

کہئے دیدار بھی دکھائیے گا یا یونہیں در بدر پھیرائیے گا

سمجھا تھا اُس کو اپنا گریباں غلط کیا کھینچا جو میں نے آپ کا دامن غلط کیا
لائے اٹھا جو کو چہ دلدار سے مجھے گو اس میں تم تھا ہو عزیزاں غلط کیا

کمر باندھے ہوتے چلنے پر پاں سب پاڑیٹھو ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں
نہ چھیڑے نگہت باد بہار می راہ لگ اپنی
تجھے اٹھکیلیاں سو جھی ہیں ہم نیز بیٹھے ہیں
کہاں گردش فلک کی چین تیری ہو نانا آتا
قیمت ہو کہ ہم صلوٰۃ یہاں بچا بیٹھے ہیں

گناہ گناہ جو ادھر آپ کرم کرتے ہیں
دوہیں اٹھ جاتے ہیں یہ اور تم کرتے ہیں

کل وہ نگہ ایتھی ہوئی یوں جو پڑ گئی
بے اختیار اس سے میری آنکھ پڑ گئی
اٹھتی نہیں جو دل سے صدا آہ کیا ہوا
اس ساعتِ فرنگ کی کیا کل بگڑ گئی

(۱۶) اختر

میر اکبر علی اختر کو پیش ازیں انجم تخلص می کرو دلہ میر عبد اللہ ابن حضرت نانا
پانصدہمی کی ایساں پیر زادہ ہائے نواب نرالدین خاں بودند جو ان ظریف الطبع دسان
است۔ در فنِ ساقین انواع آتشیازی وغیرہ نظیر خود ندارد روزے کہ موسیٰ الیہ ہمراہ
مرزا جانی کہ از کربائے علی آمدہ بودند بکھنوا آمد فقیر در آں ایام رفیق میر محمد عظیم خاں صاحب
بود چوں مرزا اے موصوف بابقہ معرفت بخانہ میر صاحب موصوف فرود آمدہ ہوئے
بعد چندے تعریف عناعلتس بیان لودہ اورا بہ سرکار میر صاحب نوکر کا زندہ اندالگیل
درہاں روز با فقر نیاز مند می کردہ چیزے فکستہ بستہ خود را برائے اصلاح اکثر
می آورد۔ چوں چند سال برس بگذشت در روزگار فقر بر ہم خورد و در وحشتِ مراج برآں
زیادہ گردید و مطلقاً بہ شعر و شاعری سر و کار نہانند بلکہ نفرت کلی روداد۔ موسیٰ الیہ موافق
معمول برائے اصلاح می آمد و مستصدع اوقات از ادگی می شد۔ لہذا جواب داد کہ
مراد باغِ اصلاح تماندہ است پیش میاں قلند بخش بر آت بر وید و اکنون شعر خود را

(۱۷) ایساں پانصدہمی "بجسہ دس رخ را"

بزرگانش نجف اشرف و خوش در مرتد آباد تولد یافتہ تحصیل کتب عربیہ و فارسیہ و طب
بقدر حال ہمہ وارد۔ از ابتدائے عمر بحکم موزونی طبع شعر در ہر سہ زبان می گوید و زور
طبیعت می نماید اما میلان طبع اش بطرف ریختہ بیشتر است۔ تنزی شیری و بیج و جواب
نان و حلوار مولانا بہار الدین آملی بسیار لطف گفتہ و داد فصاحت زبان فارسی
درودادہ۔ دیوانش از نظر فقیر گذشت اگر چہ ہمہ کلامش در عالم طراقت خالی از
کیفیتی نیست اما انچہ از اشعار مادہ اش انتخاب فقیر آناوہ انست۔

ہے اور کوئی ایسا جس میں یہ بھین نکلے سچ و سچ اسے کہتے ہیں بیاضہ بن نکلے
انشا کا وہ عالم ہر اس جانے کھڑے پر جوں وقت سحر آتش سوچ کی کرن نکلے

ایجا جو خاتم سے ہو تم اے صنم اچھا لو ہم بھی نہ بولیں گے خدا کی قسم اچھا
اغیار سے کرتے ہو میرے سامنے نہیں مجھ پر یہ لگے کرنے یا تم ستم اچھا
اس سہی موہوم سو میں تنگ ہوں انشا دانش کہ اس سے براتب عدم اچھا

ملک آنکھ ملاتے ہی کیا کام ہارا تیرے غضب پر چھتے ہو نام ہارا
رکتے ہیں کہیں یا تو توڑ پڑتے ہیں کہیں اور ساتی تو ذرا ہاتھ تو لے تھا م ہارا
بے تابی دل کے سبب اس شرح تک انشا پہنچے ہو بلا واسطہ پیغام ہارا

ہوش و صل کھلے کاش نہ دروازہ صبح کم نہیں شور قیامت سو یہ آواز صبح

مانگا جو اس سے بدمیں تو چین کے اندر بولا کہ یہاں نہیں چل مچھی بھون کے اندر

(۱) مانگا جو میں سے بدمیں تو چین کے اندر (دس رخ)

تھاری خیش ابرو سی کا مارا ہو وہ پیاسے کراجم کے ماتق قتل پر اب آپ کتے ہیں

تا شو کی ہر جا مڑ گاں پہ چونست جگر نکلا عجب پخل ہو جس میں کہ شکل گل نر نکلا

اشک خونیں یہ ہیں کیا رنگ دکھلائے گر کچھ ستارا شاید انجم کا پھر ہے ان نون جو سر مڑ گاں پہ اب بخت جگر آنے لگے
تم جو پاس اپنے اُسے پھر پھر کے بولنے لگے

لائی صبا یکس کی نکہت چین کے اندر پھلتی ہو بوسے غنچہ سو پرین کے اندر

اللہ اللہ سے تیری جلوہ گرمی کا عالم نہ لگے گرد کو بھی جس کی پری کا عالم
پھر دوس میں آپ ہیں آنا نہیں ہم اُس بن مجھ کو مت پوچھ میری خبری کا عالم
کیا کہوں کل تیری رفتار کی اٹھیلی دیکھ کچھ عجب حال سے تھا لگ کر می کا عالم
لیکے دل جان سوار اچھے اختر اس نے کیا کہوں اُس کی میں بیلاد گرمی کا عالم

کوئی جتائے یہ اُس شوخ بونفا کے تنیں کہ آشنا نہیں دکھ دیتے آشنا کے تنیں
شبصال میں بھی منہ کو پھیر بیٹھا وہ زباں پہ لایا جو میں حرف مہما کے تنیں

گریو نہیں وصل کے دن جی پر طال ہوگا تو سحر میں آہی کیا اپنا حال ہوگا

ہمارا لیکے خط تجھ سے اگر وہ نامہ بر کھولے تو کہہ دینا اُسے ملک ایس بائیں دیکھ کر کھولے
پھر کتا رہ گیا مرغ چین حسرت میں اڑنے کی بوقت بچ بھی صیاد نے اُس کے نہ پر کھولے

ہر ایشاں رہائید اول راضی بریں نمود چوں دید کہ طبیعت ایشاں آزرده میشود بیش شمار آید
رفت و صورت حال را ظاہر کرد۔ جرات گفت کہ میان من و ایشاں دوستی است
وقول شمارا چہ اعتبار اگر رقعہ از دست ایشاں نویسانید ہر بارید مضائقہ دارد۔ آخر
کار چوں روز دوم آمدہ درخواست رقعہ از من کرد نوشتہ و ادم۔ از ہاں روز پنجم
گفتہ دمی گوید بہ میاں جرات می نماید۔ عرش تقریباً از سی متجاوز باشد۔ از دست۔
صاف دل سی بھی جو اس کو اپنی تم گھر لے گئے تو بھی سب دل میں گماں کچھ اور ہم لے گئے
ہوئے گھر کر ہمیں پیٹے جو یہ حرکت کرے سامنے اُس کے گھٹے تک ہم جو تجربے گئے
کر رہے ہیں لوگ باہر کے جو سب چیر چاہی کون تھا وہ جس کو تم شب گھر کے اندر لے گئے

یہ تیغ جو کھینچے ہر قاتل اسے کہتے ہیں
یارب وہ لے مجھ سے تا لوگ کہیں جگو
احتر میں اُسے چاہا یہاں تک کہ وہ میری
تڑپے ہر جودل میرا بس لے کہتے ہیں
ساحرا سے کہتے ہیں عامل لے کہتے ہیں
قائل ہو کہ ہاں سچ ہوا مل لے کہتے ہیں

کس تکبیر گل سے لگ کر آئی صبا میں ہیں
کیا بوجہ تک رہی ہوا بجا بجا چین میں

اور کیا خاک ہو کوئی تجھ پر مستکرم عاشق
رہتے پھرتے ہیں ترے اگلے ہی گھر گھر شام

سوچئے کیا ہو میرے قتل کو میاں بسم اللہ
کھینچ کر تیغ لگا۔ میٹھے ہاں بسم اللہ

سدا آواز کی بھی ہم تو سننے کو ترستے ہیں
کیا مدنون کس کو کر کے کھڑے تو نے لے قاتل
خوشحال آن کا ہو جو آپ کے ہمسایہ تیرے ہیں
کہ جس کی خاک پر بار کے بکڑے برستے ہیں
(۱) سایہ میں (د ح)

جب دیکھے ہے مددِ غیبِ پانی جہیں پر
آتا ہے اُسے رشکِ تیرے دئے حسین پر
معلوم نہیں کیا ہو تہہ خاکِ تاشا
نرگس کی جو رہتی ہو چھلکی اکھڑ میں پر

کئے ہو خواب میں غفلت کے دوتاں ہنر
بہار آنے کی کچھ تو خبر سنی ہو جواب
یہ عمر جاتی ہو افسوس راہِ بنگاں ہر روز
کرے ہو صحنِ حمن صاف باغیاں ہر روز
نہ طول اُس کا ہوتا روزِ آخرت آخر
کہوں گرا نیی شبِ غم کی داتاں ہر روز
جگا آ پھر تاسے جوابِ مددِ غم سے فتنہ کو
یہ بے سبب نہیں گردشِ میں ہاں ہر روز
عزمِ فراق سے اس شعلہ رو کے لے لے لے
جلا کرے ہو میرا منہ استخوانِ ہر روز

چہرے پر ماہ کے نہ کیا کر خیال تو
گدا شفق میں پنہ پنہ خورشیدِ عرق ہے
آئینہ لیکے دیکھ ٹک اپنا جہاں تو
جس وقت ہاتھ نہندی ہو کر تاجِ ہلال تو

اب نہیں ہم سے وہ الفت اور دنیا ساز
ایک جنس جن تھی سو وہ نہ لٹائے گئی
میک زناکت دیکھو پہنے ہو گجرا جب ہوشِ شمع
سینکڑوں کے خانہ دل پر خرابی آ گئی
کچھ متادل کو اپنے باغِ جنت کی نہیں
کام لے افسر ہو مجھ کو کچھ دلدار سے

(۱۹) اوباش

شیخ امیر الزماں بجنوری اوباشِ تخلص از شیخ زادہ ہائے لکھنؤ جوانِ صلاحیت
شمار است۔ بمقتضائے موزونِی طبع چیز کے کہ گفتہ آزا بریا صفیہ نوشتہ داشتہ رونے
(۱) خوابِ مددِ غم (دکھ)

(۱۴) اشفقہ

بھوئے خال جوان صلاحیت شعار و سپاہی پیشہ است پیش ازیں روز ہائے
کہ فقیر دہلی بود دیوان شوکت بخارائی از ملائے سخن اند - و ہم برویہ اش کم کم فکر شعر
فارسی تلاش تمام می کرد - چوں این ماجرا بر صہ طویل گزشت اکنون کہ دوبارہ بقاملہ
قلیل لکھنؤ گزرا نگندہ دیدش کہ در ریختہ زیانے و بیانے پیدا کردہ و دیوانے درست
ساختہ - اما عجب اینست کہ با وصف ملاقات کلامش بدست فقیر نیا مدگر ہمیں غزل
از دست -

جام گدا کی اتھ میں سخت سانج سوئے پھرتے ہیں	شس قرینہ و نو بکھاری حسن کے تھے پھرتے ہیں
دست سولے اختر طالع ماہ ہیں بن گرفتوں میں	کھول تو باہن پو پھی اپنی کبن سیے پھرتے ہیں
نڈت پر چھو ہاتھ دکھاؤ فال کھلاؤ کوئی پر	دن جو ہوں رنگستہ اپنی کس کھیرے پھرتے ہیں
عقل و فراست سلب ہوئے سبب و جنون و جھوٹ	گلبرگ گلیوں لڑنے کم کو گھیر و گھیرے پھرتے ہیں
یوں کا اندھو پر فقیر اس کی دکھاتی ہیں تیغ ام	ارسیہ کو ڈال گھلے میں جیسے پیر و پھرتے ہیں
جوگ لیا اشفقہ ہم نے دیکھ لکھ ان رفوں کی	گلبرگ گلیوں حال پریشان بال کھیر و پھرتے ہیں

(۱۵) افسر

غلام اشرف ولد غلام رسول کہ در مرثیہ و سلام اشرف تخلص می کند و در شعر انسر
ترارودادہ - قوم شیخ بزرگاش چودھری گاؤ خانہ بادشاہی بودہ اند - مشاعرہ الیہ بمقتضائے
موزونی طبع از یک دو سال فکر مرثیہ و سلام برسیل رواج زمانہ کروہ دمی کند - در
ایسکے مولف طرح مشاعرہ انگندہ در آں روز ما ترغیب فقیر مجموعہ پنج غزل طرحی شاعر
گفتہ از نظر فقیر گزرا نیدہ طبعش مناسب تمام بر درستی کلام دادہ - از دست -

نگہ دہ شوخ کہ طعنہ کٹا پر لے مژہ وہ تیر کہ خیر کو دھار پر لے

حرف الباء

(۱) بیدار

بیدار کہ میر محمد علی نام دار و بہ میر محمدی بیدار مشہور است شاگرد و تلمیذ قلی بیگ قرآن مخلص کہ شاعر فارسی گو گذشتہ - جو نیست محمد شاہی قاسم حال خود را بر لباس درویشی آراستہ دارد و می پھیندہ گیروی بر سر تاج می بندد و دیگر لباس ادب و دنیا داران است - در عرب سرائے اقامت دارد - دیوان رنختہ اش مشہور است زمانش بسیار شستہ و رفته - کم کم نگر شاعر فارسی ہم می کند چنانچہ اشعار فارسی خود را نیز از قسم چند غزل و رباعی و دوسہ قصیدہ کہ درست و نفست و غیرہ گفتہ بر پشت سر ورق دیوان خود نوشتہ داخل ساتہ - چون اعتقاد بجناب مولوی نضر الدین صاحب بیار داشت ہر گاہ کہ از عرب سرائے در مدرسہ نمازی الدین خاں برائے دیدن آں بزرگ می آمد - گاہ گاہ بہ فقیر ہم اتفاق ملاقات می افتاد و صحبت شرمیان می آمد - حالاً گویند کہ از چند سہ در اکبر آباد رونق افزاست دیوانش از نظر فقیر گذشتہ - انتخاب اوست -

ایک ملے کو نہ کم کیجئے گا	ہم پر سو ظلم دستم کیجئے گا
غارتِ دیر و جسم کیجئے گا	گر یہی زلف و یہی لکھڑا ہے
یہی بیت آس کو رقم کیجئے گا	جی میں ہے آج کیا نئے مکتوب
کہئے کس روز کرم کیجئے گا	مہربانی سے پھر لے بندہ نواز

(۱) تیر (لکھ) (۲) لباس شاہی یعنی درویشی (لکھ) ح

ہمہ کلام خود را بہ نظر موافک گزرانیدہ انچہ عجائبا بطور انتخاب افتادہ نیست۔

یار مجھ سے وہ مہ جہیں نہ ہوا میری خواہش پہ آسماں نہ پھرا
دین و دنیا سے ہم ہرے پر آہ اپنی غوسے وہ بدگماں نہ پھرا
ہو گئے پس لہ نظر تاریں ہم تو بھی ادا باش وہ جواں نہ پھرا

خون ہو دل کا دوش سے اُس کی ہگیا ٹوٹ کر سینہ میں پیکاں رہ گیا
مجھ سے مت منزل کی پوچھو سرگزشت ہرمان آگے گئے میں رہ گیا

چمکے ہر چشم تر میں رخ اُس بے حجاب کا پانی میں جیسے عکس پڑے آفتاب کا

دل دیدہ پنچو جوار تھے سوہ در غم میں جیگا ہمیں جن چشم امید بھی وہیں سوا کچھ چرگے

(۲۰) الہام

شاہ ملول الہام تخلص تو م شیخ کہ پیش ازین تخلص ایساں ملول بود شاعر فارسی
گواست طبعش چوں بحر موج رواں رواں افتادہ۔ کم کہ بطرف ریختہ ہم متوجہ می شود
بعضے از موزدان لکھنؤ چہ در فارسی و چہ در ہندی شاگردیش را فخر خود می شمارند و ادرا
استاد سلم البشت می دانند و اچنی کہ در ورویشی و شاعریش دوش بدوش راہ می رود
و بہ سبب نام درویشی اعلیٰ و ادائے شہر توقیر و تعظیمش بہ موجب افتخار می پندارند
وطن اجدادش ہمیں شہر لکھنؤ قبل مراد آباد۔ عرش از حصص متجاوز باشد از دست۔
قدر تو نے کچھ نہائی گو برے یا نیک تھو تازہ رواروں میں پڑا لہم تیرے ہم ایک تھے

(۱) انتظار می میں (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰)

آئے تو ہو پہ دل کی تسلی ہو تب مری اتنا کہو کہ آج نہ جائیں گے ہاں رہے
بیدار لطف کھینچے اُدھر حیرتِ یار اُدھر حیراں کو دل کہاں نہ رہو کس کو کہاں ہے

کیا ہوئے گلشن میں آ کر لے غزیراں شاد ہم رُئے ہر گل کے گلے لگ یار کو کر یا د ہم
قتل تو کرتا ہو آخر کھول دے آنکھیں ٹک اپنا دیکھ لیویں تیری صورت پھر کے لے جلا دہم

فاصد اس کا پیام کچھ بھی ہے یاد عا یا سلام کچھ بھی ہے
تو جو بیداریوں پھسے ہو خراب پاس ناموس و نام کچھ بھی ہے

صبا کو جہ میں تیرا اس لئے ہر صبح آتی ہو کہ تیری بوسہ جاپھولوں کو گلشن میں سلاتی ہو
بہ چشم لٹکے بدل اغ دلب آہِ دُغم دوری مری الفت مجھے لے بیوفا کیا کیا دکھاتی ہو

جاں تک تو نہیں ہو تجھ سے دریغ لے میں قربان کیوں تو رہم ہے
گاہِ رونا ہے گاہِ ہسا ہے عاشقی کا بھی رورِ عالم ہے

اٹھ کے لوگوں سے کنارے آئیے کچھ ہیں کہنا ہے پیارے آئیے
کچھ تو کی تاثیرِ نالہ نے مرے اُسے تم مدت میں بارے آئیے

جو کچھ چاہتے آپ ہی فرمائیے پرغیروں کی باتیں نہ سنوائیے
نصیحت سے بیدار کیا فائدہ جو ہو آپ میں اس کو سمجھائیے

نہا نہ دل ہی لشکرِ غم و کیمثل گیا اس سو کہ میں پائے تحمل بھی چل گیا
گزری شبِ شبابِ ہوا زورِ شبِ اخیر کچھ بھی خبر ہے قافلہ آگے گل گیا
قابلِ مقام کے نہیں بیدار یہ سراسے منزلِ ہر دور خوابِ آٹھ دن تو بھل گیا

دل گئی تھی اس میں کل کس کے دل سوزاں کی خاک
گرد و بادِ دشتِ فرسا شعلہ جوالہ تھا
ہو گیا کرتے ہی تیری چشم سے دامن کے پار
انک تھا بیدار یا یہ آگ کا پر کا لہ تھا

حیف ہے ایسی زندگانی پر کہ قدا ہو نہ یار جانی پر
حالِ سن سن کے ہنس دیا میرا کچھ تو آیا ہے مہربانی پر

ہے بد مرگ گور میں شورِ جنوں ہنوز میں شکنش میں دستِ مگر یاں کی ہوں ہنوز
آیا تھا راتِ خواب میں وہ سرو خوشِ خرم بیدار چشم سے ہر رواں جوئے خوں ہنوز

اب تک میرے احوال سوداں بخیر ہی ہو لے نا لہ یاں سوزِ یہ کیا بے اثری ہے
نولا دلاں چھیڑیو ز نہار نہ محب کو بھاتی مری جوں سنگِ شائوڑیں بھری ہے
ہو زور میں کچھ آب و ہوا شہرِ عدم کی ہر شخص کہ بیتِ دارِ ادھر کو سفری ہے

مقدور کیا مجھے کہہوں دہاں کہ یہاں ہے میں چشمِ دہل گھڑاں کو جہاں جا ہواں ہے
نہ تیکہ ہو کام نہ مطلبِ جسم سے تھا محوِ خیالِ یار ہے ہم جہاں رہے

بیدار تو اس جہاں میں تکر
جو چاہے سو میرے پار کچھ
چسے گرے کسو کے دل کو
وہ کام نہ اختیار کچھ

کہاں ہیں طالع بیدار یہ کہ آیا ہو
کہ سر دھرے مرے زانو پہ پار سوتا ہو

صورت اس کی سا گئی جی میں
تو جو بیداریوں ہوا مارک
آہ کیا آن بھا گئی جی میں
ایسی کیا بات آگئی جی میں

مان کہنے کو نہ جا چھوڑ کے اس وقت مجھ
بات رہ جائے گی اور دن تو گزر جاتے ہیں

تیری ہم خاطر نازک سے خطر کرتے ہیں
دل و دین تھا سولیا اور بھی کچھ مطلب ہو
کیا ہو گر ایک گھڑی یہاں بھی کرم فراؤ
تیرے ایام فراق لے صنم نہر گئیں
دن کو بھرتے ہیں تجھے ڈھونڈتے اور کام
یہ وہی فتنہ و آشوب جہاں ہو بیدار
بس نہیں خوب کہ ایسے کو دل اپنا دیکھو
ورنہ یہ مالے تو پتھر میں اثر کرتے ہیں
بار بار آپ جو ایدھر کو نظر کرتے ہیں
آپ اس راہ سے آخر تو گزر کرتے ہیں
آہ مت پوچھ کہ کس طرح لبر کرتے ہیں
سٹن کی طرح سے رو رو کے سحر کرتے ہیں
دیکھ کر پیر و جواں جس کو خدر کرتے ہیں
آگے تو جان میاں ہم تو خبر کرتے ہیں

حانیں مشتاقوں کے لب پر آئیاں
سادہ روئی ہی غضب ہو تپہ اور
بل بے ظالم تیری بے پروائیاں
کرتے ہو ہر لمحہ حسن آرائیاں

گر بڑے مرد ہو تو غیر کو یہاں جا دیجے اس کو کہہ دیکھئے بیٹھے ہمیں اٹھوا دیجے

جس وقت تو بے نقاب آئے ہو گا کوئی جس کو تاب آوے
اے جان بلب رسیدہ آنا رہتا ہو کہ تا جو اب آوے
بیدار کو تجھ بن لے دل آرام ہوتا ہی نہیں کہ خواب آئے

سلام بھی ہو زمانے میں اور دعا بھی ہو ہمارے یار نے قاصد سے کچھ کہا بھی ہے

جس دن تم آکے ہم سے ہم آعوش ہو گئے شکوے حودل میں تھو سودا موش ہو گئے

جی میں بیدار تیرے ملنے کے اے کیا کیا خیال رکھتا ہے

جی میں بیدار کب گئے میرے فندق اُس پنجہ خنائی کے

سیا تو ہر پہ کوئی دم میں پھر گریباں کا جدا جدا نظر آتا ہے تار تار مجھے
یہ بیچ و تاب تو کچھ بے سبب نہیں بیدار دکھایا ہے کوئی زلف تابدار مجھے
دانت تو کیا ہیں اگر کاٹو پھر سی سہیاے ہاتھ سے میرے تو ممکن نہیں اماں چھٹے

یوں مجھ پر جفا ہزار کچھ پر عیس کو تو نہ پیار کچھ
کرتے تو ہو تم ہاکی باتیں پر ہم سے ٹک آنکھیں چار کچھ

(۱) رواں جاتو کہ تا جواب - دن بخ

اور اندویدہ حق تعالیٰ سلامت دارد۔ انتخاب دیوان اوست۔
کسی کا کوئی بیاں آشنائیں نہ کیا
سوائے اس کی بھی آنکھوں نے کیا نہیں کیا

میں ترے ڈر سے رو نہیں سکتا
شب مرا شور گریہ سن کے کہا
گردم دل سے دھو نہیں سکتا
اس کے ہاتھوں میں سو نہیں سکتا
مصلحت ترک عشق ہر ناصح
جو سلسل بیاں کہے ہر سخن
بلک یہ ہم سے ہو نہیں سکتا
کوئی موتی پر رو نہیں سکتا

بہم نہ فکر کر کہ مرا کام ہو چکا
ہوتا ہے تنکو تنگ مرے نام و عبت
جو دل یہی ہے تو مجھے آرام ہو چکا
لے شوخ اب تو شہر میں بنام ہو چکا

گل کی حسرت سے مرے دل میں سناخاڑا
میں تو بھر عمر قفس ہی میں گرفتار رہا

تفس میں میں مائی کے لئے کیا کیا ہیں کرتا
پھر کتنا ہوں تڑپتا ہوں کوئی پروا نہیں کرتا

جانے لے چکولے ہوں سیر گلستاں
دامق تو کیا ہو قفس بھی جاتا ہو تنکو بھول
اب اس حین سے اپنے عم آباد کی طرف
جب دیکھتا ہوں حسرت فراد کی طرف
ہوئے گا ذوق حسرت دیدار میں غفل
باتوں میں آہ کس نے لگایا اسی بیاں
شیریں گذر نہ کیجیو سر باد کی طرف
رکھے تھے کال ٹک مری فراد کی طرف

بھلا س تو لے دین وایان عاشق
ہو اسے تو کیوں دشمن جان عاشق

یوں بہارِ خطِ سبز اُس کے ہونہار کے ساتھ
آہِ مستِ پوچھ کہ کس طرح کٹی شبِ تجھ بن
آئینہ دیکھ تو اس منہ سے تجھے لے طوطی
جیسے پھولا ہوا تفتہ کہیں گلزار کے ساتھ
صبح کی درود و گلے لگ دروِ یار کے ساتھ
دعویٰ ہمِ نغنی اس لب و لہذا کے ساتھ

اُس آئینہ رو کے ہوا مقابل
جوں شمع اس انجمن سے بیدار
معلوم نہیں کہ ہر گئے ہم
لے داغِ دل و بگر گئے ہم

بہ بھی کوئی وضع سوانے کی جو آتے ہو تم
دور سے یوں تو کئی جھکے دکھا جاتے ہو تم
کہنے مجھ سے تو بھلا اتنا کہ یہ میں بھی سنوں
اس پر ہی صورتِ بلا انگیز کو دیکھا نہیں
دیکھے خرمین بہ یہ برقی ملاکس کے گزرتے
جو کوئی بندہ ہوا پتا اُس سے پھکیا ہر حجاب
آج یہ گرا در بہ میدانِ نہیں کہہ دیجئے
پھر نہ آویں گے کسی ایسے اگر آزرہ ہو
حالتِ بیدار اب کیا کیجئے آگے بیاں
ایک دم آئے نہیں گذرا کہ پھر جانے ہو تم
یہ جو چاہوں یہ کہ پاس آؤ کہاں گئے ہو تم
بندہ پرور کس کے ہاں تشریف لائے ہو تم
ناصحو معذور ہو گر مجھ کو سمجھاتے ہو تم
بے طح کچھ تیوری بدلے چلے آتے ہو تم
میں تو اس لائق نہیں جو مجھ کو شرماتے ہو تم
دیکھ یوں جن کے بھروسہ تجھ کو دھمکتے ہو تم
بس چلے ہم خوش رہو کا ہو کو جھٹلاتے ہو تم
وقتِ سوا ب بھی اگر تشریف لائے ہو تم

(۲) بیان

کہ خواجہ احسن الدین خان نام دارو، شاگرد مرزا مظہر دستِ بیعت بہ مولوی
فخر الدین صاحب لورالہ مصعبہ دادہ شاعر مربوط گو و صاحب زبان است۔ دوتے
گزشتہ کہ بہ طرفِ دکن رفتہ گویند کہ در سرکار نظام علی خاں عزاد تیار دارو۔ فقیر ہوا۔

(۱) سبے بچائے لے۔ (۱۱) (۱۲) کسی۔ (۱۳) (۱۴) پڑے (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸)

سکون نہ ہو ہم سے وہ سحر باغی حس کا قد تو نہال کے مانند
گل رحاں کی نگلی میں لے بیتاب خاک پا ہے گلال کے مانند

(۴) بیتاب

میدانم کہ بودا میں قدر و اہم کہ شاگرد محمد قائم است متقطعش کہ از زبان ایشان شنیدہ
بودم بیارامدہ -
بے تاب بھی کیا جواں تھالے کا ہونا نہ خراب اس اجل کا

(۵) بیجان

کہ عربی حاں نام دار و قوم افغان یعنی روہیلہ فقیر و رایا میکہ در آئولہ بود موسی
الیہ اتفاق ملاقات اکثر می افتاد - حالا معلوم نیست کہ کجاست از دست -
ایسے ناداں ہیں ہم تم کو نہ پہچانیں گے ہم سخن غیر سے ہوتے ہو جو آواز بدل
پیچ دیتا ہے تجھے کہہ کے ہرادر یہ قریب اس سے دشار نہ لے خانہ ہر ادا بدل

نہ لے سکے ہو ایسی نہ نافہ تانار جو بیٹیں آتی ہیں گلہ و ترسے پیتے میں

(۶) بیباک

کہ میرحف علی نام دار و سید موسوی از اولاد حضرت موسی کاظم - اصل زندگانی
عربی است - از چند پشت در سرکار کوئل مقام دستند اگرچہ مولدش نیز کوئل است
امانہ سالہ در شاہجہاں آباد آمدہ سن تیز در ہمیں جاریدہ قدرے تحصیل صرف فارسی
نمودہ بود کہ طبیش لطیف طبابت مائل شدہ - الغرض در بہت و دوساگی نش اطباء

جا کہو کوئے یار میں کوئی مر گیا انتظار میں کوئی
کیوں بیان سیرِ یخ کی نصرت نہیں دیتا بہار میں کوئی

جنگ پر جس کی لوگ لڑتے ہیں صلح میں اُس کی کیا مزا ہوگا

جاتا ہے یار کچھ تو بیان منہ سر بولے لے بے نصیب مانعِ گفتار کون ہے

مت آئیو لے وعدہ فراموشِ تو اب بھی جس طرح کٹا روڑا گزرا دسے گی تپ بھی
مُرباعیات

کیا تو نے مجھ کے دل بیاں اُس کو دیا میں کیا کہوں اُس کی خوبیاں ہیں کیا
بدخو بد عہد شوخ سرکشِ معسور بے دین بے ہربے وفا بے پردا

جس شخص سے ہوتی نہیں قبر کی طرح وہ کیونکہ کرے حیدرِ صفدر کی طرح
مجھ سے تو یقیں کی نہیں ہوتی تعریف کس منہ سے کروں حضرتِ مظہر کی طرح

از بس میں نہیں رباں یہ اپنی قادر اکثر ہوتی ہیں دل کی باتیں ظاہر
کہتا ہے وہ طفلِ شرمگین جسبجھلا کر یارب عاشق نہ ہو کسی کا شاعر

(۳) بیتاب

کہ اذ دورہ سابقین است چنانچہ از زبانش می تراود - از دست -
اُس کے ابرو ہلال کے مانند خال اس کا ہلال کے مانند

کر خون ایک جہاں کا اور ہی جہاں بلا
یہ رنگ تو نے کیا لے آسمان بلا
نہیں ہیں انکی ہم نے تہمت کے ڈکے مارے
سو سو جگہ سے اٹھ اٹھا بنا مکان بلا

(۷) بقا

کہ بقا اللہ نام دارد پدرش حافظ لطف اللہ خوشنویس از کرا آباد آمدہ بود و خوش
در لکھنؤ نشو و نما یافتہ پتیر غمین تخلص میکرد و مترقاری می گفت و از نظر مرزا فاخر کیمین
می گزرا نید آخر آخر شرق سفر ہندی و امن دلش را را گرفته، در ایامی کہ وارد
شاہجہاں بود با شاہ راہ شاہ حاتم بقا تخلص گزاشتہ حالانیت شرفا رسی بسوی خود
کتر می کند و خود را سیکے از ریختہ گویان می بندارد، شاہ مذکور مشاوا لیر را بہ بہن جہت
در سلک اسامی شاگردان جدید خود دوشہ و طرفہ اینکہ تیغ مذکور در تذکرہ فتح علی خاں
حسینی تخلص کہ بر بھو حلا پہاڑی قیام دارند بطور غریبت خود خود را شاگرد میر درد
نویا میدہ۔ در غزل وغیرہ ملائق بسیار می کند اما در قصیدہ خیلہ ید طولی دارد
ہر چہ می گوید بیا رب تلاش و علومی گوید اما در گفتن غزل بطبی است۔ با فقیر در رابطہ
آشنائی بسیار مربوط است بلکہ اکثر در شاہجہاں آباد چندے یکجا بودیم و شام میاشت
باتفاق ہم می کردیم غرض کہ جو ان سرا یا خلق و ظریف مزاج و قانع و مدت طبع خوش
لطف و جو بسیار آمل افتادہ در شاہجہاں آباد با میر و در لکھنؤ با مرزا معرکہ گیر بہا کردہ
و دقت طبع خود را ظاہر نمودہ۔ حالا در لکھنؤ کج قاعدت پاتکستہ اوقات بسر می کند
با فقیر گاہ گاہ ملاقات می شود۔ از دست -

رہ رواں کہتے ہیں جس کو جس محل ہر
موت راہ سے ملاں دہ ہمارا دل ہر
صحنہ دہر پہ گویا یہ خط ماطل ہر
جس جگہ بیٹھ گئے اپنی دہی منزل ہر
روح سے بیش نہیں ہستی دہی کی نمود
کچھ تعین نہیں اس اہ میں جوں گئے داں

دیگر علاج میکند چون موزوں طبع افتادہ گاہ گاہ ہے سرے بے فکر شہر نیر دار دو ہر چہ گفتہ
ومی گوید از نظر فقیر گزرا نیدہ ومی گزرا ندایں خند سحر از دست ۔

ہم کو لیل و نہار لے مارا گردش روزگار نے مارا
ایک تو آگے ہی تھے سوائی تپہ جو شش بہار نے مارا
صبر کس طرح کیجئے بیباک اس دل بے قرار نے مارا

جب ہمارا وہ شوخ یار ہوا دل و حتیٰ کو تب قرار ہوا
داد خوا ہوں سب گھر گئے رستے اس کا بس کو چہ سے گزار ہوا

بیباک کیونکہ نہیں گے منزل کو دیکھئے اپنی کھلی تب آنکھ کہ جب کارواں گیا

صیاد یہ ہوس ہے دل اندازیں گلیبوس کر قفس کو مرے نو بہار میں
ملنے ہیں دل کو متلِ خانا تو کے تلے یہ رسم ایک نئی ہوتوں کے دیار میں
بیباک کوئی کھول کے دیکھے تو ایک آتش بھری ہوئی ہے ہائے مزار میں

جو کوئی تجھ یہ مبتلا ہوئے پھر کسی کا نہ آشنا ہوئے

ہمیں تیری ہی ہر دم جستجو ہے کہ اپنا مطلب و مقصود تو ہے
اگر منظور ہے تم کو مرا قتل تو فدوی بھی تمہارا رو بہ ہے
گرا ب کے اٹھ گیا ہاتھ اپنا صبح گریباں اور دامن میں ہے

مُرخ اُس کا صغائی ترے تلمود کی نہ یاد خورشید ہزار اپنے تئیں چرخ چڑھا ہے

آئینہ دیکھ جو کہتا ہے کہ اللہ رے میں اس کا میں دیکھنے والا ہوں بقا و اہم

(۸) برق

تخلص میاں شاہ جیو کہ سبب نوزنی طبع اول ہیں نعل از خامہ فکش ترا دید
جوان ظریف مزاج و مشوخ طبع و سلطو را فقیر از قدیم الایام بسیار با اعتماد میں سی آمد
و چون تخلص فقیر گذاشته اند اوم ارشاد دی ہم می زند ساز دوست -

یوں لاکھ ہوں دنیا میں تو کچھ کام نہیں ہے دانکہ تجھ بن مجھے آرام نہیں ہے
ہوئے دل پر مردہ مرا کیونکہ شکستہ ہے ہر مانع میں گل پر وہ گل اندام نہیں ہے
کیا دھوم سے اُٹھی ہو گھٹا ایسی ہو میں انوس کہ ساتی دے و جام نہیں ہے
لے برق نہ جی اپنا جلایا د میں اُس کی کچھ حوب تر اس کام کا انجام نہیں ہے

حرف پ

(۱) پروانہ

پروانہ علی شاہ مراد آبادی کہ پروانہ تخلص میکرو حان شوریدہ سر و قلندر وضع بُد
بنگ و شراب بہ شدت میزد و کیسب و تنقل نفی و اتات و غیرہ میرا ہی داشت گا ہ کا ہے
از گفتف کہ اہل کمال را باشد شاہدہ کردم معرفت محمد قایم در سر کار محمد یار حان کہ ذکر ایشان
گرفت اوسم در سلسلہ شعر اجاد است و چیزے کہ موزوں میکرو از نظر ایشان می گزرد
دو شعر از دوست -

(۱) ن خ میں یہ شعر داخل ہے۔ (۲) از و بخاطر است۔ (ن ح)

ہستیں ہنر کے دن خون سے تر ہو جس کی یہ یقیں جانو اس کو کہ مرا قاتل ہے
کھول دو عقدہ کو نین بقا کے پل میں یاہلی تم کو یہ آساں ہو اُسے نیکل ہے

ترے جو خیال یہ لب پہ اُٹھکا رہا ہے کسی کے بخت یہ کا گم تارا ہے
چمن میں لالہ نہیں سمجھ کو دیکھ کر قاتل زمیں سے خون شہیدان فرجسٹ مارا ہے
بقا کی آہ لے اُس میں کبھی نہ گی تکر بتاں دیں ہر تمہارا کہ سنگ حارا ہے

تو نے اس طرح کالے حیرت گرایا ہم کو کہ موئے پر بھی کسی سے نہ اٹھایا ہم کو

وہ صورتیں جو پیش نظر تھیں سو مثل اشک یوں گم ہو تیں زمیں میں کہ ڈھوٹے نہ پایاں

دست ناصح نہ مری جیب کو اس بار لگا بھاڑوں ایسا کہ بھر اس میں نہ رہے تار لگا
یار کو بھجی خیر نہ تہائی کی مدعی کوں کھڑا تھا پارس دیوار لگا

شب گزری اب لے سحر کے نالو بھر چرخ پہ برچیاں سنبھالو
گرقتل کیا بستا کو حو باں اس مات کو منہ سے مت نکالو
یہاں ہی بھلا ہے حلن عاشق جانے دو اب اس پہ خاک ڈالو

اس بزم میں پوچھو نہ کوئی مجھ کو کیا ہوں جو نیشہ گرے سنگ پہ میں اس کی صلابوں
لے عشق تو ہر خیز مرا دشمن جاں ہو مرے کا نہیں نام کو اپنی میں تھا ہوں

ایک دن دیکھانہ تو عاشق کی غمخواری کرے یوں فاتحہ سے کوئی کب تک فاداری کرے
کب نزاکت گل کی سرگوشی کی نصیحت ہو جھوک جب بالی کی کانوں پر گرنا باری کرے

دیکھتے ہی اس کو چہرے پر بجالی آگئی زعفرانی رنگ جو تھا اس میں لالی آگئی
تخلص میر تقی میر علی از شاہ جہاں آباد در کھنڈ آمدہ نو دشاگرد میر نظام الدین
منوں گردیدہ - از دوست -

یارب نہ کھلے زلف گرہ گیر کسی کی وابستہ ہے وہاں خاطر دلگیر کسی کی
شاید دل بے تاب کو تکلیف ہو لینے کھنڈوا کے رکھوں سینہ یہ تصویر کسی کی
دیوانہ بشیر آیا ہے اندھڑ کہیں شاید پھر کھڑکے ہو اس کو چہ میں زنجیر کسی کی

حرف التا

(۱) تاباں

میر عبدالحی تاباں کہ قصہ حسن یوسف پیش در چار سوئے مصر دہلی شہریت
تمام دارد جوئے بود تیریں تامل نہال قامت رعنائش در باغ لطافت از شیرہ جانہا
یروزش یافتہ بوعیتی بود جوہر ازاد کہ لعبت بار پردہ نیلگون آسمان دست صبر خدیں
عاشق قیاب را بیک کر شمتہ و لغویت بر تافتہ - طبع موزونش حسن و عشق را یکجا ساختہ و
شیرینی گفتارش نمک بر زخم جگر لیحان ہندا مذاختہ اگر چہ زبانی شاہ حاتم در ابتدا شاگرد
شاہ حاتم است اما انجہ شہرت دارد و داعی است نیست کہ بہ شاگردی محمد علی حنمت

(۱) شاگرد میر نظام الدین منوں از شاہ جہاں آباد دارد و کھنڈ شدہ بود و ح (۲) میں تہیں (۳) میں تاباں
تخلص میر عبدالحی نام داشت (۴) کہ "ملارو (۵) (۶) جن یوسف (۷) ح

آج ثابت نہ ہو دل نہ کوئی جان درست
اس کی شرکاں نے کئے پھر پرو پیکان درست
ہمتِ حضرت قائم ہے اگر ہر ادا
چندایام میں کر لیجئے دیوان درست

(۲) پروانہ

تخلص راجہ جنوت سنگھ عرف کاکا جی پسر راجہ مہی بہادر کہ رکنِ رکنِ نواب
شجاع الدولہ مرحوم بود جو انِ طبع و ذی شعور است - پیش ازیں شعر فارسی می گفت
د از نظر اسے سرب سنگھ دیوانہ میگذازند چنانچہ اشعار فارسی اش میں فقیر در شاہان
بوساطت مرزا قنیل رسیدہ بودند در ہاں ایام داخل تذکرہ اول شدند اما در روز ہائے
کہ مولف از شاہان آباد بگھنور رسید چون غائبانہ ہمیشہ متابع ملاقات می ماند
خبر آمدن این خاکسار تنیدہ بسیار برگرمی و تیاک پیش آمدہ و از ہاں ایام عطف غنائ
فکر شعر فارسی بطرف ریختہ کردہ خود را شب و روز گرفتن شعر ہندی مصروف داشت
تا الی الیوم کہ عرصہ دوازده سال شدہ باشد متقاول بسیار رسا و نچتہ گردیدہ - گفتن
تصیدہ و غزل طور مرزا رفیع را مسلم میدارد و اکثر تصید معاینہ ہائے تازہ بہت می گذارد
پیش از آمدن فقیر کہ ہنوز آغاز شوق او بود اعتقاد بہم رسانیدہ مثل میر تقی و میر حسن و
میاں بقا اللہ و میرہ داشت - اکنون از تہہ دل بفقیر رجوع کلی دارد و درستی اشعار
درستش موقوف بر مشورہ ایں معجزان با اعتقاد و افتادہ - ایہم خوبی اوست والا
شاعریش از امیج صاحبِ طبعیہ در مرتبہ کمی نیست از دست -

کھا تیغ نگہ جب ترے گھمائل کو غش آیا
گویا دہم نزع میں مہل کو غش آیا
کیا کہنے بہم کہ اُسے دیکھ کے ہم تو
ہر خد سبجے جالے ہے بدل کو غش آیا
کرے تو کیا قتل پہ چون بچے جو دیکھا
ٹھیرا نہ گیا سانسے قتل کو غش آیا

سہرے سہرے سا یہ کیا گرے ہوا تو کیا ہوا
یا کھائی میری استخاں بعد از فنا تو کیا ہوا
دنیا کے نیک اور بد کو کچھ تاباں نہیں ہر غم مجھے
گریوں ہوا تو کیا ہوا اور دل ہوا تو کیا ہوا

غیر کے ساتھ جو دیکھا ہے اُسے بال کھلے
اس سبب دل ہو بہت آج پریشاں میرا

تعلق سے جہاں کے جو کوئی آزاد ہو بیٹھا
وہ آب زندگی کو اپنی ٹھیک باتھو ہو بیٹھا
گلی میں اپنی روتا دیکھ مجھ کو وہ لگا کہنے
کہ کچھ حاصل نہیں ہوئے کا ساری عمر بیٹھا

ایسا ہی ہرے اٹک کا گرجوت ہے گا
تو شمع صفت جسم بھی پانی ہو رہے گا
حزرتِ محبت کہ میں لاچار ہوں اس میں
مانوں گا میں ماصح جو تو سب مجھ سے کہے گا
میں خواب میں دیکھا ہو لگاتے اُسے ہندی
کیا جانے کس کس کا ہو آج سب ہے گا

آئی بہارِ شورِ ترشِ طفلان کو کیا ہوا
اہل جنوں کدھر گئے یا راں کو کیا ہوا
عینے ہو بیتِ نظر آتے ہیں تہہ بہ تہہ
اُس رشکِ گل کو دیکھ گلستاں کو کیا ہوا
اُس جامہ زیبِ غنچہ دہن کو چمن میں دیکھ
حیراں ہوں میں کہ گل کے گریباں کو کیا ہوا
اُسے تیرے خط کے یہ کیوں ہو گزرتے ہیں
بتلا کہ تیری زلفِ پریشاں کو کیا ہوا
روستے ہی تیرے غم میں گزر گئی ہو اس کی عمر
پوچھا کبھی نہ تو لے کر تاباں کو کیا ہوا

ہمیشہ رات گھر غیروں کے رہنا
بھرا کے صبح کے تئیں ہم سے کہنا
عجب احوال ہو تاباں کا تیرے
کہ رونا رات دن اور کچھ نہ کہنا

کہ شاگرد محمد غنی بیگ قبول کثیر است بسیار بسر بردہ و حشمت تخلص معتمد علی خاں بزرگ
میر ولایت اللہ ولد میر باقی نیز نو۔ چون اس ہر دو بزرگ نسبت شعر ہندی میلان طبع
بہتر فارسی بیشتر و استند ہذا احوال اس صاحبان در تذکرہ فارسی تصدیق یافتہ عرض
اریں حملہ معتمد حضرت تصحیح احوال ہر یکے بنا برینعت انتخابہ سامع بود۔ آدم ہر مطلب کہ اگرچہ
فقیر آن یوسف ثانی را بہ سبب نہ بودن در آں دورہ کہ در عین جوانی کہ گرگ جلیق در پرتو
ندید اما تصویر آں آفت جان در چاندنی چوک بر دوکان پارچہ فروش کہ مرتع
نقاد و گرگوار گویا داشت بلا حطلہ رسیدہ والحق کہ از دیدن آں سہی عین الیقین بتاؤ
افتادہ ہر کہ ہر چہ در وصف حس و جمال خوبی اعضائے آں و لفریب عالم گوید بجا است
دیوان نختہ اس مشہور است۔ اور دست۔

مری لوح تربت پہ پار دکھانا کہ اُس نگدل سے نہ کوئی دل لگانا
ز بس تیری ترنگاں سے ہر محکفت جہاں دیکھنا خار وہاں لوٹ جانا

رہتا ہر جا کہ حوں میں سدا لوٹا ہوا مرے غریب دل کو اہلی یہ کیا ہوا
میں اپنے دل کو غنچہ تصویر کی طرح یار بکبھی خستی سے نہ دیکھا کھلا ہوا
تو دیکھ مجھ کو سچ میں مت کہڑ کہ تیری یا مجھ سے ہٹ ہیں ایک نہ ہو گا تو کیا ہوا
ہر دم کروں نہ کیوں کے گریباں کو اسی جا آنا ہو یا د یار کا حامہ چنا ہوا
تا باں کے دیکھے سے رمانتے تھے تم کھودی بہار خطے تمہاری بھلا ہوا

خاں اپنی پشیمان نہ ہو، ہو اسو ہوا تیری ملا سے مرے جی یہ جو ہو اسو ہوا
سبب جو میری تہادت کا یار سے چچا کہا کہ اب تو اسے گاڑ دو ہو اسو ہوا
نہ پائی خاک بھی تا باں کی ہم نے پھر خاتم وہ ایک دم سی ترے رو برو ہو اسو ہوا

(۱) کہ شاگرد محمد غنی بیگ (۲) است حال روئے (۳) ح (۴) کہ گویا گوں میں خود و دست (۵) ح

یہ تار دم ہر صورت باز کا شہتہ کہ ہر صورت چلے جاتے ہیں یہے میں نے ناچار جب کھیلا

(۳) تنہا

کہ محمد عینی نام دارد وطن بزرگانش تباہاں آباد و خودش در گفتگو تولد یافته عرش
 قریب بست و مہفت رسیدہ - جوان صلاحیت شمار و خوش اطوار ار استادائے عرب
 موزونی طبع چیرے موزوں میکرد حالا رنجہ گفتہ می گوید و از نظر فقیر می گذرانند ریش
 بیار رساست - شوق مرثیہ خوانے و گفتن سلام ہم دارد و روزگار در فرقہ سپاہ گری
 بسر می نماید من کلامہ^(۱)

غیر سے شکوہ مرا بس دیکھی نہانی تیری میں ہوا رسوا تو کیا ہوگی نہ سوائی تیری
 اب نشاں ہوں کہ یہ کیا بات مجھ سے ہو گئی رد برد غیر میں کے کیوں میں تو کم کھاتی تیری

حیران تھا کل وہ آئینہ یکبار دیکھ کر کچھ میں بھی رہ گیا اُسے لاچار دیکھ کر
 میں وہ اسیر سیر چین ہوں شکستہ بال روتے ہیں جس کو مرع گرفتار دیکھ کر
 دل ہر وہ جنس بد سے بازار دہریں مومہ پھیر لیوے اپنا خریدار دیکھ کر
 بلبل کو لیکے نکلتا تھا صیا و کل کہیں شاید کہ خوش ہو یہ گل و گلزار دیکھ کر
 گلشن تلک پہنچے نہ پایا کہ مر گئے جاک نفس سے باخ کی دیوار دیکھ کر
 تلوار پر نہ اتھار کھو جان مر گیا تنہا تمھاری ابرو سے خمدار دیکھ کر

اُسے تو دے آن کے اک آن نہ ٹھیرے میں کتنا کیا وہ کسی عمو ان نہ ٹھیرے
 مجلس سے دیا تو نے اٹھا اپسی جو محکو شاید تری نظردں میں ہم اسان نہ ٹھیرے
 آغا ہی میں ہو گئی دحتت مجھے تنہا اس فصل میں شاید کہ گریان نہ ٹھیرے

(۱) ایچ (۱۲) می کہد بکاسے می (ایچ (۱۳) دوست بکاسے من کلامہ (ان ح)

تجلی (۲)

عرف میاں حاجی ولد میر محمد کلیم جو اسے است ورفن رنختہ بے نظیر و بشیرہ
میر محمد تقی میر دیوان ضخیم ترتیب دادہ و متنوی لیلیٰ مجنوں را نیز نباتی خوبی نہادہ اکثر
خمس و سدس خوب خوب و غزلہائے بحر کامل از او بر زبان شائقان زمان و شاہجہان
جاری است عمرش قریب چهل خواہد بود روزگار در ورقہ سپاہ گری با تیا ز تمام گز
دہی کند۔ باہتر بسیار آشنائی داشت حق تعالیٰ سلامت دار و ایں چند شعر کہ مشتی نہنو
انہ واری در بنجایاد باید کرد۔ از دوست۔

کئی دن سو روٹھ گئے ہیں وہ نہ پیام جو نہ سلام
کبھی پاس بھی جو بلاست ہو تو نہ ہرگز میں آئیں نہ
جو بھی طرح سی ہنشیں تو ہمارا کام تمام ہو
مرو صاحب آتا تو جانے کوئی کیا تمہارا غلام ہو

طرب کا رنگ رخ گل پہ آنکار آیا
حط کے جان کل جائے گی ابھی حیا
ہلا میں خاک میں مور کے آہ پر تو بھی
مری دفاتر تجھے روز تک تھامے ظالم
کلی سے کل گئے جو نہیں و گلزار آیا
نکھو باغ میں پھر موسم بہار آیا
نہ بے قرار ہی دل کے تئیں قرار آیا
یہ سر یہ تیغ جو بے اب تو اعتبار آیا
کفن میں کھول دیں نکھیں سنا جو بار آیا

جب رات تھی دراز ملاقات کم ہوتی
ملنے کے دن جو آئے تو اب رات کم ہوتی

عشق میں کرتے ہیں بذا نام تجلی کو عیث
وہ بچا را کبھی اس کو چہ میں آیا نہ گیا

(۱) زور بجا سے روضہ (ن ح)

کیا کیجے اسے یار و کر اس دست جوں سے
ردا نیوں میں آج ہے اک ستر سایہ پر
نقص پڑا اپنے گریبان میں آیا
تسایدنیا قیدی کوئی زندان میں آیا
کیا بیٹھے بٹھائے یہ ترے دھیان میں آیا

ردیا جو میں اک شب بتا دوان کے گنگے
لے دست جنوں چاہو تو کراس کے بھی پر
وہ صبح لگا کہنے ہر انسان کے آگے
اب باقی ہی دامن ہو گریبان کے آگے
بجلی کی جھپٹ سے جوار کا عالم
زنداں سے ہیں عید کو اس نے جو نکالا
کچھ شعر پہ موقوف ہیں سننے ہو تہا
گر بات بھی کہے تو بس سان کے آگے

عجب طرح کی بہار ان فوں کی پر ہے
کہا جو میں نے کہ ہم پاس اب نہیں آتے
نہ خود پر وہ لطافت ہو تا پری پر ہے
تو بولا وہ کہ یہ موقوف اپنے جی پر ہے
چمن میں آکے جا ہی یہ کس نے لی ہر دم
ادھر کو پھیر کے منہ پھیر بھی دیا نہیں کو
بہوش باشش کہ عالم روا ردی پر ہے
بہاغل اب ہو بارت مصحفی تہا

ہم سے کرتے ہو بیاں عیروں کی یارئی ان کے
ہم کو آنے سے تمھاری بزم کے کیا تھا حصول
روٹھے پر میرے کیا لازم تھا ہو جانا حفا
طعن مدخواہاں سے تو اک دم نہ بائے کا قرار
تھا اگر عیش میں محنوں کیں نکھیں کھل گئیں
رہ گئی ہو آپ کی یہ دوستداری آن کر
دیکھ لیتے تھے مگر صورت تمھاری آن کر
بلکہ کرنی تھی تلخیص خاطر ہماری آن کر
کی جو تیرے در پہ ہم نے قرار دی آن کر
سر پہ اس کے جس ٹھٹھی لیلی پکار دی آن کر

ہو کر جدا وہ سب سے جب ہم کراٹے گا
بلبل کے توڑتا ہے کیوں بال میرے دانے
گوتانے سے یار تو نہا رہا ہے پیچھے
البتہ اپنے دل کو تب کچھ فراموشی کا
ان کا دہنوں سے تجھ کو یاد کیاٹے گا
دن تو ابھی بہت ہو کیا ڈر ہی جائے گا

مذکورے چلا تھا شب بے نشیں کسی کا
سینہ پہ ایک پرز اب جیب کا نہیں ہو
تنہا رکھیں توقع کس بات کی کسی سے
جی میں خیال گر را میرے وہیں کسی کا
دیکھا تھا ہاتھ میں نے بے آئیں کسی کا
ہاں سچ تو یہ ہے بھائی کوئی نہیں کسی کا

کرتا ہو تم ہم پر تو آسان سمجھ کر
مرحبا میں نہ زردائی تو کوائے خوشی کے
معموۂ دنیا میں یہ کثرت ہو کر اللہ
کیوں ترک کیا اس کی ملاقات تمہارا
ہم کچھ نہیں کہتے تجھے ماداں سمجھ کر
تک کھو لیو ظالم در زندان سمجھ کر
آئے تھے اسے ہم تو یا ابان سمجھ کر
کرتا ہو جو کچھ بات تو آسان سمجھ کر

یہ تو فرمائے ہم آپ کا کیا لیتے ہیں
دل بھی کیا جنس زبوں ہو کہ خریدار کے
تھم کے بے وجہ تڑپتے نہیں بل تیرے
خاک میں دل کو ملاکتے ہیں قیمت کیا دوا
آپ بے وجہ جو منہ ہم سے چھپا لیتے ہیں
لیتے ہیں پر اسے سو جاہ و کھالیتے ہیں
آپ خیر کا یہ رہ رہ کے فرالیتے ہیں
چیز اگر لیتے ہیں تو پہلے چکا لیتے ہیں

اک آدھ کا ڈر ہم کو نہ دو چار کا خطرا
ہے بھی تو تری خوئے ستم کار کا خطا

کوئی گل لے گلشن سے جو دامن میں آیا
دل ہو کے لہو دیدہ گریبان میں آیا

ناصح تو کسی بت سے تو جیا آنکھ لڑا دیکھ مَن میری نصیحت یہ تک اس کا بھی فزا دیکھ
کیا اُس کے تصو میں تری مَن گئی صورت لے آئینہ شکل اپنی تصو تو ذرا دیکھ

لے گئے یوں ترے کو چہرہ تو تصور کو لوگ حوں اٹھا دیں کسی بدست کو نہاے سے

یہ کہتے ہیں طیب اگر سر یار پر تیرے ہمیں آنا ہے رونا اب تو جان زار پر تیرے

گودہ گیا پر اپنی آنکھوں کے سنے سر جانا ہر کوئی اُس کی فستار کا تصو

تفاظیم کی خاطر نہ ہولے دوستاں ہرگز کہ بستر پر سے اہل سکتا نہیں یہ ناتواں ہرگز
تصور مگر کیا گھٹ گھٹ کے ظالم عشق میں تیرے ہوا طاہر نہ اس کا آہ کچھ درد نہاں ہرگز

(۵) تسکین

میر سعادت علی جوان تانستہ وصلاحت نفا راست - دم از شاگردی میر ترانہ
منت میرزا - از دوست -

حال دل کہتے تو ہم سے وہ صنم رکنا ہر اور چپ ہے تو شکل ہو کہ دم رکنا ہر
کس کا کو یہ ہر یار ہیں معلوم ہیں خود بخودیاں کے پہنچے ہی قدم رکنا ہر

(۶) تسلی

تخلص لالہ کا رام میر گویاں رائے بخشی برادر خور و لالہ لالہ ناتھ کہ خدمت یلانی
کچہری بخشی گری فوج نواب وزیر کل تعلق ایساں وارد - جو اسے استہذب الاطلاق

حس بگہ گشتہ کا ترے لاشہ تھا خوں میں پڑا خوب سارو یاد ہاں ابر بہاری آن کر
میں بھی کیا برگشتہ طالع ہوں کہ نہا لات کو پھر گئی در تک مرے اس کی ٹوڑی آن کر

(۴) تصور

سید احسان حسین ولد سید حمید حسین خاں از سادات زیدیہ متوطن قصبہ پکوڑ
حوان صلاحیت شمار و خوش ظاہر است۔ متورہ سترا ز میاں قلندر بخش جبرأت کردہ
و میکند سلسلہ لبش بحضرت امام زین العابدینؑ منشی می شود۔ عمرش بہت دینیخ سالہ
خواہد بود۔ از دوست -

صدیہ غم مقل جب تیرے ایل پر رہو اتھ اس مضطر کا ہر دم کیوں بھڑول پر رہو

مرقد سے میرے ہاتھ قدموسی کو نکلیں گر بعد فاجہی وہ مرے خاک پر آدے
رزا کہیں موقوف کریں ہر مری نکھیں جب تک ز تسلی کو دل آئے جگر آدے
لگ جائے تصور کے گلے آگے دہت آج اللہ کرے اُس کی یہ امید بر آدے

مجھے تب تاب آدیکھ کر کوچہ میں یہ بولا بھلا کیوں ڈر ڈرانا ہو یہ کیا اس کی تماشہ
تصور گرجوشی یار کی مجھ کو زلائے گی بہت گرمی کا ہونا منہ برسنے کی علامتہ

غیر کے دل کو کرو تم شاد یہ تمہیں چاہئے اور مجھ پر اس قدر بیدا دیو نہیں چاہئے
ذکر شکوہ سے بھی میرا غم کبھی کرتے نہیں واہ کیا دل سے بھلائی یاد دیو نہیں چاہئے

ہجر و وصال یار سے اپنا یہ ملک دل ویراں ہوا کبھی کبھی آباد ہو گیا

(۱) سید احسان حسین نام کا اردو ولد سید حسین خاں۔ (۲) پکوڑہ رائے فارسی (دکن)

دینے اگر نہیں ہوتی کو تم کچھ اور بوسہ ہی ایک شعر کا اس کے صلائے

تجھ سا جو بے وقا ہوا ہوگا اس کا عاشق نہ کوئی جیا ہوگا
کیوں تسلی سے اب نہیں ملے غیر نے کچھ سکھا دیا ہوگا

گزر چمن میں اگر وقت صبح توہ کرے نسیم پاس نہ جاگل کے اس کو بوند کرے
کوئی بشر نہ زمانے میں ہوئے گا ایسا کہ جس کے دل میں جگہ تیری آرزو نہ کرے
کوئی اڑانے سے باز آئے صبا اس کے ہمارے خاک کو جتک کہ کو کوہ کرے
جہاں میں اور تسلی کا کون پوچھے حال جو اس کے حال پہلے یار رحم تو نہ کرے

تو میری ہی جان ہے کافر تجھ پر شیدا جان ہے کافر
بھاگتا ہے مرے تصور سے کس قدر بدگمان ہے کافر
دن پھر سے پھر مگر تسلی کے ان دنوں ہر بان ہے کافر

کیا پوچھتے ہو حال تم اس غم صیب کا میں تو یہی کہوں گا برا ہو رقیب کا

کب میں نے کہا پیار سے تم مجھ سے جدا بیٹھو پہلو سے برے تجھ پہلو کا لگا بیٹھو
آتے ہی کہا تم نے نہیں گھر کو میں جاؤں گا آخر کو تو جاؤ گے اک دم تو بھلا بیٹھو
کیا جانے تھیں کس نے یہ بات سکھائی ہو جب یاس مئے آؤ تب منہ کرنا بیٹھو
ماں بچا جو تسلی نے اک بوسہ تو دو دیا ہے منہ پھر کے ظالم نے یوں نہیں کہا بیٹھو

خصوصاً اہل کمال ہر فن بہ تو جامع و تنظیم پیش می آید وطن برگزینش موضع کرہل قریب بہ آنادو
و خودش در گفتوگو نشو و نما یا نشتہ چون از ابتدائی عمر ذوق موزونی شعر و نشین خاطرش بڑ
حالا کہ بعض اہل سن عمرش از بست و پنج متجا و ز خواہد بود شعر ہندی و فارسی بلیقہ نام
می گوید اما در بند شہرت نیست اکثر تنویہا و دواوین اساتذہ جمیع ساختہ و انتخاب زدہ
نویسائیدہ چنانچہ فقیر ہم یک دیوان فارسی و دو دیوان ہندی خود مع تذکرہ فارسی
سبب الاشارہ نوشتہ دادہ و دیوان اول فقیر را در عالم کتب نشی کہ فقیر در آں رزوا
نہ دارد این شہر بود از کمال اشتیاق آدم فرستادہ طلبیدہ بدست خود در عرصہ قلیل
نقل گرفتہ اگرچہ ذہانت طبعش چندان محتاج مشورہ نیست اما احتیاطاً اشعار فارسی
را از نظر مرزا محمد فخر مکیں می گرانند و وہ پانزدہ غزل ہندی کہ گفتہ مشکلی اس نہ تو
بر رائے فقیر داشتہ رغصن کہ با ہمہ خوبہا کہ وارد اخلاق ایشاں بر زبان کہہ مد جاری
است چنانچہ فقیر ہم در آں جملہ مرہون من سلوک ایں بلند اقبال است حق تعالی ہمیشہ
برسید ایت ذات شرفیش را تسکین داشتہ در سایہ حفظ خود نگاہ دارد و از دست

دیکھ سہاں جو اس قرۃ العکبار کا	ہو جائے متق جگر رگ ابر ہار کا
جس کے قدم تلے دل خباں پہلے گزے	نہ کو رکیا ہو اپنے دل حاکم ار کا
فہمید دالے کرتے ہیں دولت پر کھنڈ	کیا اعتماد زندگی مستعار کا
آنکھیں سحر ملک میری در سگر گلی میں	کیا بوجھتے ہو حال سب انتظار کا

اب بھی اس نیم جاں میں کچھ ہے	فائدہ امتحان میں کچھ ہے
کیوں ستانا ہو دیکھ تو پیالے	اس دل ماتوان میں کچھ ہے
جو چاہے سلطنت اسے غل ہاٹے	مجھ کو یہی ہوس ہو کہ وہ مجھ سے کٹے

تجھ پر آست نہ تھی بھروں زار آئی ہے لوگ کہتے ہیں کہ گلشن میں بہار آئی ہے
خوں چٹکتا ہو تری شمع نگہ سے ظالم کسی مظلوم کو شاید کہ یہ مار آئی ہے
دیکھئے حال تلی کا ہو کیا اب کے سال لوگ کہتے ہیں کہ گلشن میں بہار آئی ہے

کیا منہ جو کوئی آدے ترے تیر کے منہ پر یہ ہم تھے کہ منہ رکھ دیا شمشیر کے منہ پر
گودل میں خفا ہو تو یہ اس بات کو ناداں کہ بیٹھی موت عاشق و لگیر کے منہ پر
میرا ہی جگر ہو یہ کہ میں سینہ سپر ہوں رستم تو چڑھے اُس بتابے پر کے منہ پر
جب سو تری تصویر لکھی کلاب قضاے وہ جن نہ دیکھا کسی تصویر کے منہ پر
جانے دے تلی تو نہ کر فکر سخن کا بھتا ہو سخن مصحفی و میر کے منہ پر

حرف الثا

(۱) ثنا

میرس الدین ثنا تخلص - بزرگانش اہل خطہ بودند و خودش و عظیم آباد متولد شدہ۔
شاگرد شاہ شاق طلب بود۔ کم کم فکر شعر کردہ۔ از دست
شب رفت میں تیری نالہ زاری ہوا میں ہوا جھپکتی ایک پل تہیں کچھ بیلری ہوا میں ہوں
چمن ہر خندہ گل ہوئے دینا ہوا در تو ہے فغاں ہوا نالہ ہوا در زاری ہوا میں ہوں

(۲) شاقب

میاں شہاب الدین درویشے بود از سابقین۔ گویند کہ شعر خود را بہ میاں تہا بہار

جب ہمیں رکھنا ہے بیٹھا نکالی کیا خوب ہائے اب آپ نے یہ وضع نکالی کیا خوب

بھلا اور تو مجھ کو دو چار کہہ جا ہر ایں نہ مازوں گاکہ بیا کہہ جا
حکایوں ہوا یوں فاکے سے تو جھاکا ر تو ہم کو سوار کہہ جا
دھڑکتا ہر جی کیونکہ میں جگو چھوڑا پھر آئے کایج مجھ سے عیار کہہ جا
کیا ترک ملنا مرا کس سبب سے وہ بات آئے مجھ سے تو کہا کہہ جا
تسلی سے کب ایسی تائیں تو کہنا کسی کے سکھانے سے لوار کہہ جا

دکھاتا ہر مہ حسن کا اپنے جلوہ اگر تم بھی آؤ لب بام کیا ہو
ترے لب سے غنچہ کرے ہسری کیا ترے گئے گل نازک اندام کیا ہو
تسلی عجب یوں فاکو دیا دل اس آغاز کا دکھیں انجام کیا ہو

عالم اس بت پہ بتلا ہی رہا اُن میں فدی بھی اک فدا ہی رہا
اٹھ گئی دوستی زمانہ سے اُشنائی نہ آسنا ہی رہا
نسبی تو نے ایک بات بکھو ہم کو اس بات کا گلا ہی رہا
تم نغا ہی رہے تسلی سے اور وہ تم پہ نت فدا ہی رہا

میاں جو کچھ تیری سچ دھج میں نہانی نکلتی ہو کہاں مرزا مرا جوں میں ہر عنائی نکلتی ہو
ادا دنا زونجہ میں ہیں اوڑیں میں کہاں پیاڑ کہ تیری وضع میں کچھ اور زیبائی نکلتی ہو
صبا مذکور جب کچھ لے چلی تیری رفلوں کا چمن سے بوئے سنبل ہو کے سولائی نکلتی ہو
خدا سے ڈر برابر زاروں کے تسلی کو کہ تیرے عاشقوں میں میں کیائی نکلتی ہو

(۳) جہاندار

تخلص ثابترادۂ ولیعہد خورشید رکاب صاحب عالم خطاب کہ از بس علوم ہمت و
 سموت منزلت قرینہ عالیجائی خود را با وجہ افلاک رسانیدہ دوست دُربارش ہنگامہ ابر
 نیاں راسر و ساختہ باوصف استغنائے مزاج کہ خاصۂ بادشاہاں است خود را کہیب
 علم و ہنر نیز مصروف داشتہ دکالات بیار و روقات با برکاتش جمع آمدہ۔ معہذا
 بمقتضائے موزونی طبع گاہ گاہے شرمندی و فارسی نیز می فرماید، از دوست۔
 کون سی بات تری ہم سے اٹھائی نہ گئی پر جفا جو یہ تری نیت کی لڑائی نہ گئی
 قصد ہر چند کیا کیجئے کا بے بس لے وضع نالہ کی مرے اُس سواڑائی نہ گئی
 دل سوز کی جہاندار تیرے باغفلک کونسی آہ تھی جو شمل ہوائی نہ گئی

کہاں طالع جہنچیں اُس کے در تک رہیں دور ہی سے ہم اس کو گزرتک
 رسانی میرے نالہ اور دعا نے کہاں پائی اجابت اور اثر تک
 بجاؤں شمع ساں کیا اب جہاندار شرار عشق تو پہنچا جگہ تک

میں تو سوار ترے لئے کو آیا تنہا ایک افسوس کبھی تجھ کو نہ پایا تنہا
 بشرک سے خالی کسی کا نہ نظر آیا دل وہ بڑے ظرف ہیں جن میں تو سہا تنہا
 کس کو دعویٰ نہیں الفت کا تری علم میں عاشقوں میں ترے میں ہی نہ کہا تنہا
 بند کا کل میں ترے جی بھی ہمارا ہو اسیر دام میں زلف کے دل ہی نہ پھنسا تنہا
 کل جہاندار ہم اور یا رتھے ٹک مل بیٹھے سخت ناساز نے پھر آج بیٹھا تنہا

آبرومی نمود و نیز بجان آرزو مشورہ داشت "یک شعرا زو بہر سیدہ نیست"
 تا قب کی نقش او پرتاقل نے لکے پوچھا "یکون مرگیا ہر کس کا ہے یہ جنازا"

حرف اکہم جوشش (۱)

محمد مابد جوشش تخلص پس حیوت ناگر، گویند جوان قابل است و در عظیم آباد
 ہسری بردہ فقیر اور اندیدہ دو شعرا زو بہر سیدہ این است۔
 تمہارے در پہ جو درباں نے اتیں پکڑی بزرگ نقش قدم ہم نے بھی زمیں پکڑی

جوں آئینہ یہ ستم رسیدہ رہتا ہے مدام آب دیدہ

جوشش (۲)

تخلص رحیم اللہ جوانے است در زش گیر۔ در ابتدا یہ شاہجہاں آباد در مجمع و
 ہنگامہ ہارینختہ بازی میگرد۔ جوں طبعن موزوں بود و از کلام اساتذہ دفتر بابا و دست
 آخر آخر خود ہم چیزے موزوں کردن شروع نمودہ رجوع بر اسے اصلاح آں فقیر
 آدرودہ و چند سال کامل خود را درین شغل مصروف داشت حالاد کہ گفتن شعوت
 تمام پیدا کردہ۔ غزل درست بستہ بسر انجام میرساند۔ بالفعل یک شعرا زو بہر سیدہ است
 طرحی شاعرہ فقیر در شاہجہاں آباد۔

دریامری آنکھوں سنت جاری لہو کا ہر میدرو تو کیا جانے کیا رنگ کس کا ہر

(۱) ایک شوالح ہیں ہر اس کی جگہ صرف از دست جوان (۲) حناہ (ن ح)

چاندنی چوک جائے بود و باش او بود، کوچہ رائے مان شہرت دارد۔ شائر المیزان نقل
زمانہ مع مشایر در صحن بہ پورب رسیدہ دم اینجا نشو و نما یافتہ و جوان گردیدہ۔ از
ابتداء موزونی طبع مشق ریختہ پیش میاں جعفر علی حسرت کردہ کلام خود را بہ پایہ
چنگی رسانیدہ۔ چنانچہ احوال بقول جمہور از استاد خویش پائی کی نمی آرد و در شعر خود
تلاش ماتیاد بسیار می کند و اس تمام از کلامش تراود و مزاجش بطرف سلس گوئی
و غزل در غزل گفتن بیشتر مائل است شاگردان بسیار بہر رسانیدہ و معہذا در علم نجوم ہندیا
و تار نوازی نیز ہمارے دارد جیفک شیش درین جوانی بیک ناگاہ نابینا شدہ۔
از دست -

ہم کچھ ایسر ہوتے ہی خاموش ہو گئے سب چھپے چمن کے و اموش ہو گئے

میرزا اور اس کے جو پوچھو بٹ کیا کیا کچھ نہ تھا پردل اس کا پھر کیا ایسا کہ گویا کچھ نہ تھا

آئے جو میرے پاس تو نہ پھیر کے بیٹھے یہ آج نیا آپ نے دستور نکالا

ہمیشہ باتوں پہ تیری کیا کہوں ہر بار ہوں تجھ کو اک قصہ لگا۔ میں جان سہیزار ہوں
کوئی آئے کوئی جائے منع کر سکتا نہیں ہوں تو میں در پر ترے پر صورت یار ہوں
دوست ہوں اس کا بھی جو ہونٹن جانی مرا وہ نہیں میں جو کسی کے در پہ آزار ہوں

ہو گئے سنتے ہی ہم جیل کا پیغام تمام کام دل کچھ نہ بر آیا کہ ہوا کام تمام
ایک دن کا ہو جو روزا تو کہیں حیات ہم یہاں تو روتے ہی کئے عمر کے ایام تمام

وہ فوظان دنوں جو عشق خاکرے ہے
 میں اور تیری نصیحت انوں یہ دخل کیا ہو
 بیا عشق اب تک جانہ بھی کوئی ہو اسے
 پچھائے گا تو اک دن ستا ہو لے جہاں دار
 صاف اپنا ہاتھ ہر دم مجھ پر کیا کرے ہو
 ناصح تو مجھ کو ناحق اب کیوں خاکرے ہو
 تولے طلیب احق میری دوا کرے ہو
 دیتا تو ہو دل اس کو لیکن برا کرے ہو

زلف اہنٹہ جو رخ پر یہ صنم رکھتے ہیں
 ٹھان لیتے ہیں وہ پہلے ہی سر اپنا دینا
 بواہوس تیغ جھا کا تیری رکست کیا ہو
 ہر دم رسیٹ کے مانند ہیں ہر دم سے
 نہ جہاں دار سا پاؤں گے جہاں میں عاشق
 روز اور شب کو باعجاز ہم رکھتے ہیں
 تیرے کوسچہ میں جو لے شیخ قدم رکھتے ہیں
 دعویٰ اب سینہ سپر کرنے کا ہم رکھتے ہیں
 ساقی ہم جب پیئیں مپنے میں رکھتے ہیں
 حیف ایسے پر رو آپ ستم رکھتے ہیں

ہم نہ کہے تھو کہ دل خواہاں کو دینا خوش نہیں
 کیوں جہاں دار خراب تو بھی تو پچھانے لگا

کون میکش لے جہاں دار آج گذرا باغ میں
 ہاتھ میں ہر شاخ گل کے کسے کا پیالہ کھینا

نرگس کے انظار میں یہ بے اہل گیا
 آنکھیں جویوں کھلی رہیں اور دم بھل گیا

(۴) جرات

تخلص کجی ان است قلند خرق نام وار و دجیلی مان نام آبائی اوست بدی
 جہت کہ خود را از اولاد بجے رائے مان می گوید و در شخصے گذشتہ کہ هنوز در مغلہ کہ متصل
 (۱) ارمیہ (ن خ) (۲) نہیں (ن ح)

تپش سے عم کی اب اعضا تمام جلتے ہیں جو ہم سے دل کوئی بدلتے تو ہم بدلتے ہیں

ترسے فراق میں جرات نے جی دیا ہے شمع ہزار حیف زلی تو نے اس جواں کی نبر

غم بہت دنیا میں ہیں پر عشق کا غم اور ہر ہو اسی عالم میں لیکن اس کا عالم اور ہر

برہم کبھی قاصد سے وہ محبوب نہ ہوا گر نام ہمارا سب مکتوب نہ ہوتا

جس سے پوچھا میں اس نے منے میں جان کر خوب عاقل اور دانا
جیتے جی کس کو کہتے ہیں مرنا ٹھک مجھے اتنی بات بستلانا
سن کے بولا وہ کھینچ کر دم سرد سچ کہوں تجھ سے دل کا لگ جانا

عجب انداز سکل بزم خواہاں میں وہ آتا تھا کہ دل ہی دل میں لے کر کوئی قربان جاتا تھا

کیوں ہجر کی رات آئی بستر پہ لٹانے کو پہلو سے تہی بس تھا کچھ یاد دلانے کو
یہاں چوتھک یاد دل کو وہاں یار کو بھڑکایا نالے بھی قیامت ہیں کچھ آگ لگانے کو

جسے کہ موت خیالِ جالِ یار میں آئے تو پھر بجائے فرشتہ پر می فرار میں آئے
پس از فنا جو ترے دل جلتے کی خاک آوے تو مضطرب سادھواں اک نظر غبار میں آئے

(۵) جولان

بہار علی شاہ جولان تخلص ساکن شاہجہاں آیا کہ پیش از سر در عالم دنیا داری

ہوا ہر اب تو یہ نقشہ تر سے بیجا ہجراں کا
تفس میں مصفیہ کچھ تو مجھ سے بات کر جاؤ
کہ جس نے کھل کر منہ اُس کا دیکھا بس میں جانا
بھلا میں بھی کبھی تو ہنسنے والا تھا گستاں کا
اداسے اس کا چلنے میں اٹھالینا یہ اماں کا
خدا جانے کرے گا چاک کس کس کے گریاں

وصل کے دن بھی میں کانپاٹھوں اس میںٹھے مٹھو
یاد آتے ہیں وہ صدے جو شب ہجراں کے

عزیز وصل میں بھی ہم جو درد کر نہ سوتے تھو
سواندیشہ تھارو نہ ہجر کا اس دن کو رستے تھو

سخت تبھ بن قلن اس دل کا سنا ہے مجھے
یہ تو میں کیونکے کہوں کچھ نہیں بجا آجکل
کچھ تو بھایا ہے کہ اب کچھ نہیں بجا آہر مجھے
جو جس میں اس کو بڑھاؤں گھٹا آہر مجھے
صحت اب یار میں اور مجھ میں ہر جوں شعلہ
گلشن ہر میں جوں خار یہ ہر قدر مری
جس کے امن کو گلوں ہوں وہ غیر آہر مجھے
اب جو آتا ہے سو فردہ یہ سنا آہر مجھے
بائے کچھ جذبہ دل نے تو اس پر کیا
منہ سے گھر کی طرف کر کے یہ کہتا تھا وہ شیخ
اس طرف کو کوئی کھینچنے لئے جاتا ہے مجھے
زخم تازہ کی طرح چرچ کہن لے جرات
نہک ہنسا ہے تو پھر خوب رلاتا ہے مجھے

پرازگو ہر سر نکب چشم سے دلمان تر پایا
تری دولت سرس لے عشق ہم نے خوب پڑا

رتبہ گل بازی کا دلاکاش تو پاتا
ہاتھوں سے جو گراتا وہ آنکھوں سے اٹھاتا

دیکھ کر کل سیلے رنجوں کی وہ تصویر کو
اپنے تنیس دیکھے تھا کہ اور گاہ مجھ دلیہ کو

حائیں تھے اتنا تو کل دیکھ گریاں سو لپٹ
 آج کیا ہو کہ جدا ہوتے ہیں فرماں سو لپٹ
 حیرت سوختہ جانوں پہ نہ اس طرح پھرو
 شعلہ جاتے گا کوئی آپ کے اماں سو لپٹ
 ساتھ ہر اک کے اُسے شوق ہو اب کشتی کا
 اب جہاں تو بھی تو اُس فتنہ کواں سو لپٹ

گر اُس کی بیوفائی کا شکوہ بیاں کروں
 اُس سے تو اپنے حق کا شعلہ چھپ سکا
 تو رفتہ رفتہ جمع میں اک داستاں کروں
 میں ضبطِ آہ کیونکہ جھلائے جواں کروں

جب تیغ دہرے وہ سیاہی پہ اُڑے
 جتنا نہیں بھرتا ہے کوئی اُس کی گلی سے
 کیا تاب ہو رستم کی جو اُس سے بسر آوے
 اٹھ چل نہ جواں آج تو پھر اُس کی گلی کو
 مجھ تک مرے دلدار کی کیونکر حسرت آوے
 شاید وہ کھلتا ہوا گھر سے نظر آوے

یہ اں دنوں جو ہم سے اتنی رکھائیاں ہیں
 لے عندیہ سچ کہہ کیا فصل گل پھرتی
 شاید کسی نے ماتیں کچھ کچھ بھجائیاں ہیں
 کس بے ادب نے تم کو گل بازی آج کی ہو
 فوجیں جنوں کی ہم پر پستی چڑھائیاں ہیں
 دیوار و در کی چھاتی سوراخ ہو گئی ہو
 موہہ پر تمھارے چوڑیں کیا سختائیاں ہیں
 پیوستہ ابرو اس کی میں دیکھ کر یہ سبھا
 کیا روزوں کو اُس نے آنکھیں ٹمائیاں ہیں
 دو شاخیں ہیں کہ جھک کر ملنے کو آئیاں ہیں

نقاب الٹ کے جو شب کو وہ منہ لقائے
 مزا تو بت ہو کہ کشتہ کے اپنی تربت پر
 تو چاند شرم سے بادل میں منہ چھائے
 ثواب نے لے مانگے کھڑا ہے کیا جراح
 خالی ہاتھوں کو ملتا ہوا وہ آنکھ
 نہ ہوئے یہ کہ مرے رحم سے ہوا نکلے

رضانی نام داشت، عمرش قریب پینتاد و خدا بد بود۔ گویند در عالم جوانی در علم تیر اندازی
 یگانہ روزگار بود۔ از دوست -
 کج نفس میں دیکھ کے بے بال پر مجھے اے مصنفیر و چھوڑ گئے تم کہ ہر مجھے

(۶) جوان

مرزا یحییٰ بیگ جوان تخلص، صلش شاہ جہاں آباد قاضی در کوچہ چلیہ ہا جوان جو
 دہوت قاضی و خوش قری و عظیم الشان و خندہ روئے ملازم خاص انخاص مرزا محمد سلیمان
 شکوہ بہادر دام اقالہ۔ چون از آغاز شباب طبع موزوں داشت، بسبب ہم محکمی در جہاں
 آباد گاہ گاہے کہ اتفاق ملاقاتش می افتاد بسیار بہت پاک و نیاز مندی پیش می آمد۔ از یک
 دو سال کہ دریں شہر فقیر اریاب مجلس حضور پر نور شدہ اورا بر بہان طریقہ راسخ الاعتقاد
 معترف یافتہ۔ اگرچہ چنداں گفتن شعر و سر و کارش نیست اما چون در موز و زمان شمرده
 می شود بہدایتش ازیں روز ہائے کہ در حضور مشاعرہ بود بہوجوب ارشاد و الابلہ بنام
 عز بہائے طرحی و غیرہ سخی ملحق بکار بردہ بواسطہ معرفت سابق آنہا بہ نظر اصلاح مؤلف
 می گذرانید۔ عرض کہ از ابتدا تا انتہا معتقد ایں خاکسار بے مقدار راست۔ خیالش بسیار
 نفاستہ دارد۔ از دوست -

یہ خوبی قسمت کہ کوئی یار نہ پایا	یہلو میں دل اسنے کو بھی عموار نہ پایا
جب اور کوئی تجھ سا طہدار نہ پایا	ظلم و ستم و جور سبھی ہم سے اٹھائے
پر ہم نے تجھے اس کا خریدار نہ پایا	ہم سچے آئینہ دل تیرے ہی ہاتھوں
کوچہ میں ترے سایہ دیوار نہ پایا	از لکھ ہوئی گر مٹی حور سید قیامت
محل میں ترمی اس نے گمبار نہ پایا	شب درو سے کرتا تھا جواں نالہ و دردا

بیاربا فرہ و تیریں دھالم پسند آقا وہ تازندہ بود با فقیر بیار رابطہ دوستی درست
داشت در عترة ماہ محرم رحلت اوست عمرش از تصد متجاوز خواہد بود فقیر تاریخ جلالتش
چنین یافتہ تاریخ سے

چوں حسن آں بلبل خوش داستان روزیں گلزار رنگ و بو بوقت
بکہ شیریں بو و شش مصحف شاعر شیریں زبان تاریخ یافت
از دست۔

شبِ صیل صنم جو آج لے ہدم کئی صبحے گربانِ سحر کو ٹانگ رکھتا دامنِ شب سو

صیاد کی مرضی ہے کہ اب گل کی ہوس یا نالہ نہ کریں مرغِ گرفتار نفس میں

ساتھ سونے کو ہارے بکیر آتے ہیں جن سے چین آتا ہو جی کو، نہ ظا کے نہ نہ
مر گئے اس مہربانی پر قریب اور ہم بچے جو نہیں دیکھ اس نے کہا
دل ہی اک پائل کر جاؤ ہو بن دیکھا نہیں تم کو آنکھوں کی سی کے
جب سے بھی ہیں قبا میں گھنٹیاں گنگوں تھے شرم سے مخچے چمن
رات دن بخود دراکر تے میں اس کی یاد میں مد میں گذریں جن

لے گرد با و طرف چمن تک گزار کر بلبل کے پر پڑے

سب نقش اس فلک کے گینے پہ آرہے کار جہا
غصہ میں جوش مارا جو دریائے حسن نے جلوے
دو دن کے چاؤ جو حسن کے بھی ہو چکے پھر رفتہ

جو دیکھ کر درگوش اس کا مرگیا ہوئے بجائے خاک سے گراس کی موتیاں نکلتے
کتنی کراہتی سفارش کے واسطے اس پہا جو لیکے جاؤں تو اس کا وہ آشنا نکلتے
غزل حواں کی پڑھی جائے جبکہ مغل میں زبان اہل فراست سے مرجاں نکلتے

چین نہیں ہرجی کو ٹک آہ جگر خراش سو ہوک اٹھے ہے دیدم دل میں عجب تائیس

حرف الحاء

(۱) حسن

میر غلام حسن جس کی تخلص ولد میر غلام حسین ضامنک۔ وطن بزرگانش ہرات است
دخوش در شاہجہاں آباد تو لکھنؤ گدرا نیدہ در سرکار نواب سالار جنگ بہادر پشی بر رفاقت
بقیہ عمر و فیض آباد لکھنؤ گدرا نیدہ در سرکار نواب سالار جنگ بہادر پشی بر رفاقت
سردار جنگ خلف نواب موصوف ممتاز بودہ۔ چوں از او اہل عطیش موزوں بود
اکثر خود را مستغول بایں شغل خطیر میداشت و شعر خود را از نظر میر ضیا الدین ضیا کہ در
آں ایام ایشان از مستعدان زمانہ دریں دیار بودند می گذرانید۔ بعد ازاں کہ دور
دور مرزا رفیع شد و زیان ریختہ چنانکہ بود زیادہ بر آں دریں دیار رواج یافت۔
بحکم قوت میزہ قدم بر جاوہ مستقیم اساتذہ سلم الثبوت یعنی خواجہ میر درد و مرزا
رفیع سودا و میر محمد تقی میر گذارشتہ کلام خود بر تہ پاکیزگی و ششگی رسانیدہ دیوان
ضخیم و متنو بہائے متعدوہ در سلک نظم کشیدہ خصوصاً در مثنوی آخر کہ سحر البیان
نام دار و دید بیضا نودہ الحقی کہ کار کار را دوست۔ قطع نظر از بلاغت شاعری زیانتش
(۱) کسورن خ

دیکھتے ہی مے کے ساغر کا بکھینچا انتظار
ارے جلدی کے میں اپنا اچھپایا ایک

کب نفس میں میں انھیں دیکھ چکا رہ گیا
بہ صغیروں نے پر ایدھر کو گھڑا رہ گیا
تا اشارہ کو سمجھے لگے غیر کے وہ
میں نے اس ڈر کے بھی اسکو اتارا یہ کیا

ابتدا جس کی اس کے اور نئی تیری چاہ
اسے کیا دن تھے حسن اور زمانہ کیا تھا

(۲) حیران

میر جید علی حیران اشلش از شاہیجاں آباد است و عمر تس در پور بہ گزشتہ و از بہ کہ
اوقاتش صرف معاش دنیا دارمی شدہ و می شود۔ اکثر و رشاعرہ بہ ہنگام خواندن غدر
کم مناسبی طبع بہ شعر علی روس الاشہاد کردہ و الحی کہ در مع نہ باشد چہ اگر ایں من شعر
بے تعلقی بیارمی خواہد۔ الغرض تا ایں بہستی المقدور در تلاش معنی بیگاہ دار و در فراق حرفیانہ
و نظریانہ قطعاً آخر غرض ضرب اشل اکثر سامعان است۔ و وضع خواندنش نیز اگر چہ پسند
فقیر آمدہ بشاگردی اسے سرب سکھ دیوانہ مخلص کہ بندہ احواش مفصل در تذکرہ فارسی
لذت نام مشہور است و بگمان خویش شاعری خود را مغرور۔ مرد سپاہی پستہ است از چند
در سرکار راجہ ٹیکٹ اسے در سواران عزاد تیار زاد و بندہ اورادر لکھنؤ دیدہ ام
از دوست۔

دم نکلتا ہے اب کوئی دم میں
بیٹھ جا کچھ نہیں رہا ہم میں

کل جو حیران کو میں دیکھا روستے
بن گئی دو کھنی کی گھات مری

ل۔ اب تو بات بات میں پتا ہوئے حسن کیا جانے اس میں کس کی نزاکت ساگنی

رہنے کے بعد گل کی ہواد ہوس کے بیچ بیل کے پر بھی اڑاتے ہیں کتنے نفیس کے بیچ

ہر دھیان جو اپنا کہیں لے ماہ ہیں اور جاتا ہو کہیں اور
اسم تو کہاں کوچہ ترا اور کہاں ہم کر لیں یہاں بیٹھ کے اک آہ خیز اور
میں مشر کو کیا رو کوں کہ اٹھ جاتے ہی تیرے برپا ہوئی ایک مجھ سے قیامت تو نہیں اور
تھارو سے زمیں تنگ زمیں ہم نے نکالی رہنے کے لئے شعر کے عالم میں زمیں اور
سکے تو اسی کو چہ سے پرگم شدہ ہیکل ڈھونڈے ہر حسن دل کو تو پھر ٹھونڈہ ہیں اور

کیوں نہ ہوں حسن تو اتنا جھٹک گیا ہے ظالم کہیں تیرا دل کیا بھر اک گیا ہے

دہی تمھی یہ دعا کس نے مرے دل کو آہی اُجڑے یہ گھرایا کپھر آیا دہ نہ ہوئے

فائدہ آنے سے ایسے آکے پچا سے ہیں ہم اٹھ گئی جیب یہاں کی گزری آہٹا کو ہیں ہم

آئی جاگ نہ ملی اور کہیں مجھ کو کیا تیری خاطر سے میں آتا ہوں نہیں مجھ کو کیا
میں ہوں آئینہ نوا پنا ہی تماشا لی آپ تیری آنکھیں مجھے دیکھ رہیں مجھ کو کیا
تم تو لڑ پڑ کے حسن یار سو بس ایک ہوئے مفت میں میں نے یہ باتیں جہاں مجھ کو کیا

دور سے باغ جہاں دکھلا کے دیوانا کیا متصل جانے نہ پایا میں کہ ویرانا کیا

جھٹک کے ہاتھ سے دامن خفا جو یا رہوا تو وہیں سپر ہن صبر تار تار ہوا
یہ دوستی نے حسن بخشی اُس کی کچھ نہیں کہ دشمن آج ہر اک اپنا دوستدار ہوا

کونسا نقصان اس میں آپ کا ہو جائے گا اس طرف ٹکڑے دیکھو گے تو کیا ہو جائے گا
جاؤ گے گرجاں بخشی کو حسن کی نزع میں کیا برا ہر اک بچا رہے گا بھلا ہو جائے گا

جس جا کہ نہ بنتی تھی کبھی بات کی صورت بھری پھر اسی گھر میں ملاقات کی صورت
کہتے ہیں جے بھر کی شب سخت بلا ہے یار نہ دکھانا مجھے اُس بات کی صورت
کس رنگ ہر شیشہ میں جھک منتظر رز کی طک دیکھو اس کا فرد ذات کی صورت

جان بخشی کر حسن کی نزع میں اگر ثواب ورنہ یہ ارمان اس کو لے بتاں بجائے گا

آئینہ دیکھو کے حیراں جو ہوا اتنا تو ہم تو تھے محو ترے تو نے بھلا کیا دیکھا
وہ تو آیا تھا تاشے کو مرے نزع کے پر میں نے اُس وقت میں بھی اسکا تاشا دیکھا

پہنچا تھا ہاتھ چوری سورت اُسکے پاؤں تک پر میرے بخت خفتہ نے اس کو جگایا
کوچہ میں اپنے دیکھ مجھے بول اٹھا وہ شوخ میرا گھر اس ووانہ کو کس نے بتا دیا
بخشی جن یہ لذت غم اس کی یاد نے راحت کا جو خزا تھا سو ہم نے بھلا دیا

اشک اس کو نہیں سمجھتے ہم جس میں بخت جگر نہیں آتا

(۱) اس کی بخشی کچھ تاثیر (ن خ)

اُن کی خدمت میں ادب ہی میں نے عرض کی دیکھی کرامات مری
میں نہ کہتا تھا کہ دل آپ نہ دیں بندگی قبلہ حاجات مری

کیا اک خلق کو اُن ابروؤں نے قتل کر لیا کہاں جاتا ہو دیاں تلوار پر تلوار پڑتی ہو

صنف نرگاں کو اس کی جنب تب ان کا نکلتا ہو بھٹتا ہی نہیں ہر چند حیراں سر نکلتا ہو
وہ کیا تجھ میں نہیں جو دیر و کعبہ میں ہو بتلاتو عبث کیوں لے دل بیہودہ تو در در بھٹتا ہو
جلا جانا ہوں حیراں آتش عشق نہالی ہو بھٹا جاتا ہو دل اور جی پسند آسا چھٹتا ہو

(۳) حسن

خواجہ حسن تخلص ابن خواجہ ابراہیم منیر حضرت خواجہ کھانی قدس سرہ الغریزا زفر زلف
خواجہ مودود چشتی درویشی است۔ صوفی مذہب اکثر مسائل صوفیہ ہارا کہ مراد از وحدت
وجود باشد بدلائل و براہین چاکلہ شدہ صوفیان بفضل دیکال است اذ روئے نص
و حدیث اثبات رسانیدہ و دور ریختہ موزوں ساختہ و دیوان ضخیم ترتیب دادہ۔ پیش
ازیں در بریلی استقامت داشت و بعد ازاں در قیص آباد حال در لکھنؤ، نواب وزیر
و صاحب عالم بیار عزت و تشریف می کند۔ مشورہ بہ شعر و راہ ابتدا بہ میاں جعفر علی حسرت کردہ
و نیز بقلم برفش جرات دوستی داشت۔ از بسکہ با وجود ایں ہمہ بزرگی شوخ طبع و ظریف
مزاج و تماشادوست واقع شدہ سرے بہ نسوان ہم دارد و قدم در راہ طلسم و شعبہ بازی
نیز می گذارد۔ و در قطع ہر غزل آدرون نقطہ بخشی را کہ نام محبوبہ او ست سکون بخشی میدند
فرق تخلص میر حسن دایں بزرگ بر ہوشمند اُن از وضع کلام اش پیدا است۔ از وست۔

(۱) کاری (۲) رخ (۳) حقہ و حدیث (۴) رخ (۵) تفسیر رخ میں تو ہنس ہے۔ (۶) داشتند ان (۷) رخ

کوئی دم کی بات ہو کہ نہ تھا بے قرار دل کیا آفت اس پہ آگئی ناگاہ کیا ہوا

حسرت کا حال پوچھے اگر یار لے صبا کہیو کہ دردِ بھرے رورود کے مر گیا

بیاں کیا کیجے اُس سرورِ رواں کے قتلِ دوست کا
ہوا اکل پانی پانی دیکھ لے خرابِ چینِ تنجکو
بلا ہے آفتِ جاں ہونہ ہر قیامت کا
نہ ہوتا مقتد ہر گز مسیحا کی کرامت کا
ہیں شہنمِ عرق ہے گل کے چہرے زندہ کا

با دِ خزاں تو باؤ ہے یا تیغِ آبدار گلش کا ہر شجر ترے آتے ہی جھٹ گیا

خدا حافظ ہو کیوں مخلص میں اس کا نام آیا تھا
فلک اکدم بھی تو نے وصل کی شب کو نہ ٹہرایا
تڑپنے سے اُلجی دل کو مرے آرام آیا تھا
یہ ساری عمر میں تجھ تک ہمارا کام آیا تھا
گریباں چاک کرنے کا بھی اک ہر کام آیا تھا
کچھ اپنا حال پر و اندہ سنا نے شام آیا تھا
دورِ رخ اس وقت میں ساقی ملا و جام آیا تھا
ہوا البریزِ عام زندگی جس وقت لے حسرت

حسرت نے تیرے بھر میں دُک کے جانِ می برہم اس کے مرنے کا تجھ کو بھی غم ہوا

تجھ بن کر اس طرح سے مرے دل کو اضطراب
دل دیکھتے ہی خنجرِ مکاں سے بھر گیا
ہوتا ہر جس طرح کسی سبل کو اضطراب
ہوتا ہر سخت جگ میں سائل کو اضطراب

(۱) یہی جگہ ہے "بھی اک" (د ن ح)

یقل تیری کرم بخشی سے مرے صبا حسن نمبرہ خواجہ کہا رسے پایا

(۴) حسرت

جعفر علی حسرت خلف الصدق ابو الخیر عطار کہ دوکان عطاری در لکھنؤ متصل اکبری
در دازہ چیدہ جوان خوش خلق حلیم ولیم واقع شدہ۔ از مدت بسیار مشق سخن می کند شاگردان
بسیار ہم رسانیدہ۔ فقیر اور اور مشاعرہ ہائے لکھنؤ دیدہ تا ایں مدت معاش بہ پیشہ علمی
بسر بردہ آخر آخر خجندے در سرکار صاحب عالم مرزا جہاندار شاہ ہم عز دامتیا زوشت
چوں پدرش جہان فانی را پدرود کرد نو کرسی صاحب عالم گذاشتہ خود بجائے پدر دوکان
نشین گردیدہ بود کہ یک ناگاہ بہ ایماے بزرگ خرقہ در پیش پوشیدہ و ترک لباس
دنیا کی کردہ کج عزت اختیار نمود۔ شعراے ایں دیار اور از اول بہ استاد ی قبول
کردہ اند۔ در قصیدہ و غزل پید طولی دارد و خود مشورہ شعر بہ رائے سرب سکھ دیوانہ
کردہ چوں الحال شائش نقضی اقرار نمی شود قدر می بخوف است۔ چندیں شعرا و
نوشتمہ شدہ۔

زخمی بے شمار ہے تیغ جنائے یار کا	کس کو کہوں میں جا کے آہاں بل نگا کا
گراؤں آئے تو ایک صیغہ نیل بھی؟	ہم نے سنا ہو تم کو ہے شوق بہشت کا
یار کو در یوں ہیں ہینک یا ہو غضب	ہم نے کیا تھا کیا گناہ گردش روزگار کا
رستہ ہی اسکو گذرے ہر جہر میں تیر کو رائد	حال میں کیا کروں بیاں حسرت تیرا کار کا

کس کی نگہ کا تیر لگا آہ کیا ہوا تڑپے ہے دل مرا اسے اٹھ کیا ہوا

(۱) کہا (دن خ) کار (دن ر) (۲) "چندے" (دارودن ح) (۳) غزل وغیرہ (ن خ)

(۴) گراؤں آئے تو لو ایک الخ (دن ح) (۵) روز و شب (دن ح) (۶) حال بیاں میں کیا کروں (ن خ)

سجّام پڑا سخت جانا تک کے پاسے کچھ اور تو کیا بات کہ وہ منہ سے بھالے
لگ چلتا ہوں اس شمع سے رستہ میں تو جھکو جھنجھلا کے یہ کہتا ہے کہ چل دو درجہ جالے

دیکھ عاشق کی ترے رسوائیاں عشق کی یاروں نے نہیں کھائیاں

(۶) خریں

از ماتس خبر ندارم از دوریہ فردوس آرا نگاہ کسی خواہد بود سر شورش از عالم کتب
لشیشی بیا دماندہ است

اس یونان کے عشق میں کچھ کم کو جس نہیں پاؤں تک بھی اُس کے بہن ستر ہیں
دیراں ہوا خزاں سے چمن یہاں تک کم چاہیں کہ چل مریں تو کہیں خار و جس نہیں
اس فضل محل میں کیوں نہ گریہاں کو کچھ جاگ جاتی ہو یوں بہار حزیں ہائے بس نہیں

(۷) حیرت

سیر مراد علی حیرت، طغش مراد آباد است فقیر اور درآوان آباد می کیٹھر رو ہے
در آتولہ دیدہ بود شعور اب پاکیزگی می گفت در یہاں ایام شنیدم کہ بطرف کوہ بر ہے
کارے حسب ایامے رینے رفتہ لود کہ آفتاب زندگیت در یہاں کوہ رو بغروب نہادہ
از دست

نظر آیا یہ جہاں نقش بر آب آخر کار تاج سر پرے گرا مثل جباب آخر کار
سادہ رویوں کی دلاہڑ و فاپریت بھل منہ بدیوں کے تجھ صاف جواب آخر کار

کچھ کے دیکھا تو بیجا ہے سب گلا دل کا کہ چشم تر نے ڈبیرا معالہ دل کا

حیاتِ آں بزرگ اکثر بہ اصلاحِ خطِ مبارک و بہ تنِ خضاب و درِ عظیمین یعنی روزِ شنبہ و جمعہ صفر
می شد دارند زمان کہ ایں سعادۂ عظمیٰ از صحبتِ کیا خاصیتِ ایشان حاصل کردہ بود
قامتِ حال خود را لباسِ شادخانا یعنی پیراہن و تاج آراستہ دارم ہم ازین جهت
در محلہ شامی گفتہ می شود و در مجلسِ سماعِ ہیشہ در وجد و حالِ شریکِ یاران است و
کیے از نظر کردہ ہائے آل و حیدر زمان است با فقیر از مدتے آشنائی داشت و بیا بفر
پیش می آمد عمرش تخمیناً از سی و بیج ستا و زبانشہ شش سال شدہ کہ در شاہجہاں آباد
درگزشتہ از دستِ طرخی شاعرہ فقیر در مدلی -

ہر دم نظر آتے ہیں نئے یار تمھارے	ہم جی چلے گئے ہیں یہی اطوار تمھارے
اک روز نصیبوں کی کہیں ہاں میں پنوں	پھر سر پہ مرا اور درو دیوار تمھارے
ہو دل میں کہ اک ذرا آن آنکھوں سے یہ پوچھوں	بیٹے نہیں کس واسطے بیا رہ تمھارے
اُس تنوخی کے کوچہ میں نہ جایا کر و حجام	چھن جائیں گے اک دن کہیں تھیا تمھارے

فلک کے جوئے کے ماتے ہوؤں سے یہ کوئی پوچھے	کہ ہوزیر یزید میں بھی دکھ میں یا آرام کرتے ہو
رقیبوں پر میاں پڑتا ہو تب سو سو گھر بیتی	بلا حجام کو جس روز تم حجام کرتے ہو

روزِ رخسار کے لیتا ہو مزے غلوں کے بہتر اس سے کوئی حجام مٹنہ کیا ہوگا

اب تو حجامِ شیخ کی داڑھی تارہ موئے زہا رگداری ہے

بسانِ ناقہ لیلیٰ کے اک دو گام غلط خدا کرے کہ ادھر بھی ترا سمن کرے

اند۔ بردوسہ ورق لطیف فہرست برہشت سر لوح دیوان خود نوشتہ چنانچہ نامعلوم کن
گردد کہ حاتم ایں قدر شاگرد داشت و در آنجملہ اسم مرزا رفیع سودا ہم کہ با اتفاق ہمہ یکے
از سر آمد شعلے ہندی گویان ایں دیا رگزشتہ مسطورا است و انکی کہ در غنہ نیست -
قیاس استادش ازینجا باید کرد و نیز نابراں میر محمد تقی میر کہ شاعرے است جادو کار
اکثر اورا در شاعرہ بطریق ظرافت و اہ الشعر امی گفت چوں دوچار جزو مسودہ شوقا کی
ہم بطور صائب داشت لہذا بیشتر ازین در تذکرہ فارسی احوال او معہ تاریخ خلعتش
صورت تحریر یافتہ عرش قریب بہ صد رسیدہ بود و دسہ سال است کہ دنیا بجا آں باد
و ولایت حیات سپردہ خدایش بیا مرزا۔ از دوست -

مضمون تھا کہ دیکھ ترے ہم بہت ڈلے جتنے سوئے تھے رہے طاق پر دھڑے
پیری میں حاتم اب نہ جوانی کو یاد کر سوکھے درخت بھی کہیں ہوئے نہیں پھر بے

رات میں خواب میں آنس لف کو بچاں دیکھا صبح دم حال دل اپنے کا پریشاں دیکھا
نظر آئے ترے دندان مستی آلودہ رات اور دن کو بہم دست ڈگریاں دیکھا
کبہ دیر میں حاتم بخدا عنیسر خدا کوئی کافر نہ کوئی ہم نے مسلمان دیکھا

تو صبح دم نہ تھلے حجاب دریا میں پڑے کا شور کہ ہے آفتاب دریا میں

تو اذیت پیشہ دشمن ہر نعل میں دل نہیں دور ہو پہلو سو صحت کے مری قابل نہیں
عکس سو ہے خون عاشق کے فلک آفرین یہ تاشا ہے کہ رنگیں دامن قابل نہیں
کس کو مانگے دیئے اور کس کا مرہم نہیے کون ہر جوئی کا تیری میاں گھائل نہیں

یہ اشک و آہ ہر شور و خوں ہر دشت ہر عجب جلوس سر جاتا ہے قافلہ دل کا

یہ قافلے یاروں کے اگر کہیں ٹھہر کر ہیں آواز جس کم ہر یکچہ ہیں بہرے ہیں

(۸) حاتم

شیخ ظہیر الدین حاتم کہ شاہ حاتم کہتے می تد مولدش شاہجہاں آباد است۔ تاریخ تولدش بقولے از حرف ظہور می آید۔ ہمیشہ عمدہ معاش بودہ و اوقات بخوبی گزرانیدہ مرد سپاہی پیشہ از ہندوستان زایان قدیم بود۔ روستے پیش فقیر نقل می کرد کہ در سن دوم فردوس آرا مگاہ دیوان ولی در شاہجہاں آباد آمدہ و اشارش بر زبان خود و بزرگ جاری گشتہ باد و سہ کس کہ مراد از ناجی و مضمون و آید و باشند بنائے شعر ہندی را بہ اہام گوئی نہادہ و اومعی یابی و تلاش مضمون تازہ می دادیم غرضکہ از شعرائے متقدمین است۔ در ایامیکہ فقیر در شاہجہاں آباد طبع مشاعرہ انداختہ اکثر بعد مغرب در مشاعرہ قدم رنج می فرمود و در مجلس نشستہ زمانہ سابق خود را می ستود۔ الحال کہ در دورہ مازبان ریختہ بسیار بہ پاکیزگی و عمدگی رسیدہ مشا و الیہ ہم مرتبہ سخن تازہ گویان ہمیدہ دیوان قدیم خود را از طاق دل افکنده دیوان جدید بر زبان ریختہ گو یان حال ترتیب دادہ و دیوان زادہ نامش گزاشتہ ابابیب طوالت عمر بعض مردم و در دست را کہ اشتباہ حاتم دیم می افتاد بر طرف کرد و بچرا اشارہ را ہم جدا جدا از سرخی بر سر غزل نوشتہ و ایس ایجاد اوست۔ و از نیکہ و در درازی عمر و قدامت شعر از سہ پیشتر است۔ نغمہ سنجان حال وضع و تشریف اورا استناد مسلم الثبوت میدانند لکہ او خود اسامی کسانیکہ از اول تا آخر استفادہ شعر از ذکر تہ

(۱) اوقات را اس (خ)۔ (۲) فقیر آملہ دن (خ)۔ (۳) و تیرہ دن (خ)۔ (۴) بحر دن (خ)

گو آپ نہ کیئے دلیسکن
کافی ہے ترا ہی دید^(۱) ہم کو
ہر دور شراب بیکہ ساتی
لے راہر دو مری زانی
رستے میں ٹھکا ہو اڑا ہے
کیا پوچھے حقیقت کی حقیقت

اقرار تو کیجے زباں سے
کیا کام بہار^(۲) و بوتاں سے
ڈرتا ہوں میں دو آسماں سے
کہنا یہ پیام کا رواں سے
اک شخص تمہارے ہمراہ سے
ناشا دگیا وہ اس جہاں سے

وہ ہر جہاں تاب اگر بام پر آوے
کہتا ہے اسے بال کوئی کوئی رگ گل
ہو اپنے تو نزدیک و فاصل^(۳) لیکن
تا بندگی تیرا علم نظر آوے
کچھ میں بھی کہوں تیری مکر و نظر آوے
ہو خوب جو تیری بھی طبیعت اُدھر آوے

(۱۱) حضور

لالہ بال مکند حضور تخلص، شخص کہنہ مشق است۔ ہمیشہ در شاعرہ ہائے شاہجہاں آباد
حاضر می شد۔ حلقہ شاگردی خواجہ میر درد دیگر دن دارد و فقیر اور ایک دوبار اور لکھنؤ
ہم دیدہ نقل است کہ رونے در شاہجہاں آباد بجا نہ لطف علی خاں اطلق مشاعرہ بود
غزل طرحی میر صاحب کہ رویش بعد قافیہ حرف اور معنی طرف تقرر داشت۔ و ازین است
بعضی از فصحا اور اخلاف اردو شردہ پیر ویت نکردند و اکثرے اطاعت استادش کردہ
اتہب فکر را در میدان خیال دو اندیدہ۔ مثلاً الیہ کار سے کردہ کہ پیش ہر دو گر حفت
عقلش مایہ حال گشتہ یعنی در آں غزل طرحی شردے طرفہ خواندہ و آل اینست
رکھتا ہوں میر صاحب و قبلہ سو میں^(۴) شد یہ جانتا نہیں کہ زباں ہر کہاں کی اور

(۱) مجھ کو (نخ ۲)، داد و نداد (نخ ۳)، لطف (نخ ۴)، نہ کردہ (نخ ۵)، (۵) یہ مدد دل رخ

خوش حال اُن کا جن کو ہوتی رخصت چین ہم جھانک جھانک رختہ دیوار رہ گئے

تم تو بیٹھے ہوئے پر آفت ہو اٹھ کھڑے ہو تو کیا قیامت ہو
دل تو چاؤ زرخ میں ڈوب موا آشنا تھا غسریں رحمت ہو
مظہبی اور دماغ اے حاتم کیا قیامت کرے جو دولت ہو

مجھے تو دیکھ کر کیا تک رہا ہے ترے اتھوں کلیجہ یک رہا ہے
خدا کے واسطے اس سے نہولو نش کی لہریں کچھ بک رہا ہے

(۹) حشمت

مختتم علی خاں حشمت پسر سربانی اصلش از شاہجہاں آباد است شعرا سی را بیا
بہ لطافت می گفت و گاہ گاہے خیال رختہ ہم داشت۔ ایں مطلع دلیل بر لطافت طبع است
بگفت گل نے بگایا کے زندان کے پنج پھیر زنجیر کی جھٹکا رپڑی کان کے پنج

گور کے سوتے و ازل کو جگاتی ہو بہار شور غل ہو قیامت ست آتی ہو بہار
حشمت اپنا درد دکھ تو اس برس نظر ہو کہہ ہم نے کی ہو توبہ اور دھومیں میاتی ہو بہار

(۱۰) حیف

میر چراغ علی حیف شاگرد میر شیر علی افسوس جوان خوش خلق و با تواضع است
ایں چند اشعار از دست -

لئے بھی نہ یائے اُس جواں سے حسرت زدہ ہم چلے جہاں سے

واشد سر جو گویائی پہ وہ غنچہ دہن تھا
گل چھڑتے تھے ہر بات میں یہ لطف سخن تھا
پامال جو تم کرتے ہو دل ایسی روتی سر
لے سرو قد اس کے بھی کیا پوچھیں چلن تھا
خواہد کی طالع کہوں کیا کہ شب وصل
میں قصہ دل کہتا تھا وہ نیند میں غن تھا
کیونکہ زجلے حال پہ دتی کے دل اپنا
یارو یہ خرابہ کبھی اپنا بھی وطن تھا

گرفتار اس کے ہر میں دل گبر و سلمان ہے
یہ کھلایا ہوا سبیل ہے یا زلف پریشاں ہے

آنکھوں سے نخت دل یوں آنسو نکال دے
مرے کو جس طرح سر پانی اچھا لے دے

تیرے لئے غلق در بدر ہے
لے خانہ خراب تو کہ مر ہے
یہ کیونکہ کہوں کہ آئیے یہاں
تشریف جو لائے تو گھر ہے
جو اس کے ستم اٹھائے ہو تو
تیرا ہی حکم یہ جگہ ہے

نہ ہم ہی غم ہے جل اس شعلہ رو کے خاک ہوئے
اجل رسیدہ ہزاروں یوں ہی ملاک ہوئے
ہر رنگ دستہ گل کیوں یہ آستیں تیری
سر شک خون بنا کس کے اس سواک ہوئے
بہت دنوں میں ملاقات ہوئی جو اس حکیم
سنیں تو ہم بھی کہ کیا کیا بہم تیاک ہوئے

جمعیت عالم ہر پہنے میں بندھی جس کے
آفت ہو اگر یا رودہ زلف پریشاں ہو
کہتے ہیں حکیم آیا مینا سے مسجد میں
ہم کو تو تعجب ہے وہ گبر سلماں ہو

دفا کو تم جفا سمجھے، ستم کو تم کرم سمجھے اور کچھ دل میں تم سمجھے اور کچھ دل میں تم سمجھے

چلے ہو تم جواب اس بات کو ساز کرنے کو کہ صورت پر اس بھی کچھ ہے نیاز کرنے کو

حکیم (۱۲)

محمد پناہ خاں حکیم کہ پیش ازین شمار تخلص میکرد و حالاً از چندے تبدیل تخلص کردہ چکا
شمار حکیم ترادادہ ولد سید محمد تریف خاں لک بخت بقولش سید صبح النوب است از حضرت
طلسمانی در سنہ ۱۰۲۰ بمطابق خانی منصب نزاری سر فراز شدہ۔ جوان خوش خلق و خوش
اختلاط و عاشق پیشہ و دل بردور سیدہ و مدش تاکہ در شاہجہاں آباد اقامت داشت اکثر
در مشاعرہ ہائمی آمد۔ بلکہ در سفر کھنڈ با فقیر ہم سفر دہم قافلہ بود۔ باز بہ شاہجہاں آباد رفت و
مارگردید۔ در علم موسیقی و عمل حکیر و عبور کتب و تاریخ و طب و سیر و دوا دین اساتذہ و تذکرہ
ہائے سلف بیکانہ روزگار راست۔ از آنجا کہ بہ شاگردی خواجہ میر درد نسبتی دارد شروع در
می گوید و تلاش عاشقانہ می کند۔ از دست۔

یہ دل کیا ہے جو تیرے قربان جاوے	سعادت ہو اپنی اگر جان جاوے
خلل شیخ نے ہم میں آکر کیا ہے	الہی یہ مجلس سو شیطان جاوے
حکیم اس کے کوچہ میں پوشیدہ جانا	مہا داکوئی تھیکو پہچان جاوے

یوحیے کیا ہو حکیم جگر افکار گھس

کہ ایک تکیہ ساہو اس شوخ کی دیوار کے پاؤں

کہ ایک تکیہ ساہو اس شوخ کی دیوار کے پاؤں

کہ ایک تکیہ ساہو اس شوخ کی دیوار کے پاؤں

طریقہ ایست کہ خان مذکور پیش ازیں روزی بر مکان فقیر آمدہ بالبحر تمام مسودہ خام تذکرہ مرا کہ دریں مدت بہ پنج کس نہ نموده بودم از من طلب نمود۔ من سادہ دل غافل از فطرت و بد ذاتی کثیر بیان سابقہ معرفت شاہجہاں آباد آدمیت را کافر نموده اجزائی مسودہ تذکرہ خود را احوالہ کردم۔ در عرصہ یک دور و زخفیہ از من اشعار و احوال شعرائے دہلی وغیرہ کہ من بہ محنت تمام آنہا را بہم رسانیدہ بودم از دست حقیقت بے حقیقت نقل کنائندہ و دیگر بیاض و چنگ مرزا جہان نادر شاہ کہ بعد فوت ایساں پیش او مانده بود چیزے از و چیرے از جاسے دیگر اخذ نموده ہر گاہ مسودہ تذکرہ بے مغزش کہ آنرا هیچ دانا نہ پسند دلی بکلمہ صورت گرفت روزے یکے از آشیایان جز و اول آل مجموعہ آوردہ من نمود غافل ازیں مقولہ کہ گفتہ اند: شرب پیہ آب و ادن نشاید بیش + کہ بیند در قطرہ خون خویش۔ چوں در نظر کردم و دیدم کہ ہین تخلص آفتاب و آصف بطور تذکرہ من در نوشتہ است۔ بیا رہم شدم و تفحص احوال کردم۔ مثلاً الیہ حقیقت تذکرہ نویسانیدن امام بخش خاں بگوش من رسانیدہ اگرچہ مراد بادی النظر از حرکت ایں اصحاب^(۱) مثلاً از ردگی کمال ہم رسیدہ بود^(۲) قریب بود کہ ہجو از من سر زند اما جوں بعبارت پوچ و غلطی احوال و اشعار شعرا کہ در آل جریدہ سمت تحریر یافتہ نگاہ کردم آسودہ شدم و در گزشتہم و ہر ہین قطع طبع زاد خود یک بیت مولانا نظامی الکفا کردم

قطعہ

جاننے ہیں سب کہ اک مدت ہو یاں
تذکرہ یہ جو حقیقت نے لکھا
مصنفی کے تذکرہ کا شور ہے
بے حقیقت مصنفی کا چور ہے

(۱) "حک" مخففہ (ج ۲) "درو" مدار و دل (ج ۳) "اریں حرکت نمائے از حرکت (ن خ) (۴) "ایں اصحاب

نکتہ لیم عمارت مدار و دل (ج ۵) "نمود" مدار و دل (ج ۶)

دے چین ٹک تو جان کو جوش شکست زنگ خاطر یہ یہاں گراں ہو خروش شکست زنگ

جی ہی جانے کی یہ علامت ہو دل کا لگنا نہیں قیامت ہو
ہم تو کیونکر کہیں کہ بوسہ دو گر عنایت کر دو کراست ہو
دور مت کیجے رحیم کے تئیں اس کو مشفق بڑی قدرت ہو

ملک عدم کے یاروں کا احوال نہ کچھ دریافت ہوا
پوچھی جبر کہلا بھی بھیجا سینکڑوں آتے جاتوں سے

(۱۳) حقیقت

میر شاہ حسین اتخلص بحقیقت شاگرد جبرأت وطن اجدادش بلخ و خوست است
و خود در بریلی تولد یافته و بہ کفن و بن تیز رسیدہ سیکے از اجدادش تعلیم کو دکان تواب
محبت خاں اشتغال دارد، غرض کہ ملا زادہ و خوشی بچہ است پیش ازیں در ترک
سواران نوکر و در آں روز ہائے امر و می و نوشقی اکثر بہ کتاب ہائے غزل ہائے استاد
خویش کہ بہ سبب کوری از نوشتن معذور است مصروف می ماند۔ چوں رسالہ ایشان
بر ہم خورد امام بخش خاں کشمیری کہ با وصف جاہلی از دستہ خیال جمع کردن اشعار اساتذہ
در سرداشت روزے از جبرأت درخواست شخصے کرد کہ ہم تعلیم کو دکان متوجہ شود
و ہم بہ نوشتن تذکرہ مصروف باشد۔ مشاء الیہ اور آ در دہ رو برو کرد و دست بر طر فین
گذاشت غرض کہ حسب الاشارہ مومی الیہ و بہ پشت گرمی کو رسولی کہ ہمسری من
می میرد و در بطن ہمیشہ تخم کتبیہ می کار د اوم تذکرہ نوشتہ درست ساختہ است اما
(۱) است "ندارد (دک ح)

تیغِ قاتل سے رہے محروم بے تقصیر ہم روزِ محشر کے اٹھیں گے گور و دگر ہم

قیامت بھی ہوگی تو میری بلا سر مجھے دادِ خواہی کی طاقت کہاں ہو
شانہ اُس پر نہ کیجئے حجام تار اُس زلف کا رگ جاں ہو

روئے سوزِ خاک رکے سوتا نہیں کوئی اس خاتا خراب کو چٹکا خدا کرے

(۲) خلق

میرا جن خلقِ خلفِ میر جن صاحب، جو انے است خوشِ ظاہر و باطن و حیا و تقصا
موزِ دنی طبع کہ موزِ وئی است کم کم خیالِ شرمی کند و از نظرِ پدِ بزرگوار خود میگذرانند۔
عرش تا امروزِ نوزدہ سالہ است۔ از دست۔

دل میں تھا آتے ہی اُسکے جائیں لگتے غم جب نہ آیا سانسے تب ہ گئے خاموش ہم

عجب عالم میں بے ہوشی کے وہ مجھ کو نظر آیا کہ اتنا بھی نہ
گلی میں اس کی میں کس کس تو نے پر گیا لیکن نہ دیکھا جاے

دل لگاتے تو لگایا یہ نہ تھا کچھ معلوم جی یہ
بے قرار میں کئی رات تو یہاں اپنے تئیں چین

اک بار اس کے کوچہ میں جا حاضر ہو یہ حال
(۱) میکا (ن غ)

اگر برفروزی چومہ صد چراغ زخو رشید باشد بر دنام دانع
 فرض کہ جائے علی قلی خاں خالی است از دست -
 نس کے میں انتظار میں آنکھیں جو کھلی ہیں قرار میں آنکھیں
 نہ تھا ہر جوتک رہوں پیائے کہ نہیں اختیار میں آنکھیں

کیا تیرے عشق میں لے عہدہ جو ہاتھ لگا زیت سے اتھ بھی دھویا یہ نہ تو ہاتھ لگا

ہجر میں کیوں نہ کروں یاد ملاقات اسکی کہ پہتا ہوں دراصل کی تقریر سے دل
 سخت اس کا ہر تعجب کہ حقیقت اس کا روم ہو جائے مری آہ کی تاثیر سے دل

غم عشق دل کو جلائے گیا اک آتش سی تن میں لگائے گیا
 حقیقت وہ کھینچے جد و جہد تھا ادھر میں بھی سر کو جھکائے گیا

حرفِ انخا

(۱) خاکسار

میر محمد یار خاکسار تخلص کے الحال بہ شاہ خاکسار شہرت دارد و رویتی است قلند
 وضع و آواز آتش در شاہجہاں آیا و متصل قدم شریف در چوراہہ می باشد فقیر اورا گاہ
 گاہ ہے از دور دیدہ - عالی داعی از بشرہ او جلوہ ظہور میدہد - از ہندی گویان قدیم
 است - گویند کہ میر تقی میر در عالم شباب منظور نظر ادب و دہ - جوں زبان خوشی وار د
 چند اشارش از تذکرہ میجرن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نوشتہ شد - از دست -

فرصت خواہد واد خوب خواہد گفت - از دوست - (اشعار ایام خوردی - ر)
 جس گھڑی تم کو نہیں پاتے ہیں ہم جی ہی جی میں اپنے گھبراتے ہیں ہم
 سر جھکا لیستما ہے لالہ شرم سے حجب جگر کا داغ دکھلاتے ہیں ہم

انک جو چشم خوں نشاں سے گرا تھا ستارا کہ آسماں سے گرا
 آتش گل پہ جل کھسب ہوا رات بلبل جو آشیاں سے گرا
 شیشہ دل تو چور ہو جاتا کوئی پتھر نہ آسماں سے گرا
 میں نے آنکھوں سے لے لیا اس کو پھول جو دست باغیاں سے گرا
 ہنس دیا یار نے جو رات خلیق کھا کے ٹھوکر اس آسماں سے گرا

کہا جو میں نے اسے گل کچھ وفا کر تو وہ ہیں ہنس پڑا وہ کھل کھلا کر

نزع میں گرمی بالیں پہ تو آیا ہوتا اس طع اشک میں آنکھوں میں نہ لایا ہوتا
 میرے خورشید نہ ہوتا یہ مرا روز سیاہ تو لے کر زلف میں کھڑا نہ چھپایا ہوتا
 بانجہ جنت میں بھی کیا خوب گذرتی میری وہاں بھی سریر جو تری زلف کا سایا ہوتا
 ناصحا چاک گریباں کے سلاتے کا حصول چاک آنکھوں کا مری تو نے سلا یا ہوتا
 پھول پڑتا خلیق آتش گل سے اس پر آشیاں ہم نے ٹک ادنچا جو بنایا ہوتا

گر بُرا نے نہ تو کہدوں کہ کیا تجھ میں نہیں اور سب باتیں ہیں لیکن اک فالتجھ میں نہیں
 بے مروت ہو تو کیا جانے تو ظالم کیا کرے اس مروت پر تو پاس آشنا تجھ میں نہیں

دلت سے تیرے طالب دیدار میں صنم کھڑے سے ٹک نقاب اٹھانا ضرور ہے

وہ ہلال ابرو نکل کر بام سے جاتا رہا اک جھلک دکھلا کے جھکوتا مسم سے جاتا رہا
گل کے آنے کی خبر بھی اب صبا لاتی تھیں موسم گل شاید اس ایام سے جاتا رہا

مزا ہوئے ابھی گردہ او دھرا دھڑکتے کچھ یاد دھڑکتے کچھ دھڑکتے گلانے
نہ وہ آتا ہو میرے ہاں زمین جا سکتا ہوں تک دل ناشاد کی حسرت کہو کیونکر بھلانے

رباعی

آئے ہیں عدم سے چپکے رستے ہیں ٹپے دودن کی یہ زیست ہو سکتے ہیں ٹپے
لے خلق خوش احوال انھوں کا جوہ آرام سے زیر خاک سوتے ہیں ٹپے

(۳) خلیق

میر تحریر خلیق برادر خور و میر امن نیر از شانزدہ سالگی شوق شریعت پیدا کردہ چیرے خیال
خوش موزوں می کرد و درست و نادرستش را والد بزرگوارش برائے پاس خاطر لبر و رست
کردہ میدا و اما آنہم در عالم غور و می زیادہ از دانش معلوم می شد چوں در آں ایام فقیر
تازہ وارد آں شہر بود شازلیہ بعد ملاقات چند بسیار مخطوط شدہ برائے از و یاد بنائے
خلعت و دوا و آں عزیز را بیت بن فرستاد و آموختہ کرد کہ ایشان دریں فن نظیر ندارند
آکنول کہ فرصت وقت است تا میتوانی چیزے از ایشان یا موز۔ سومی الیہ اتقیا و امر
والد ماجد را واجب شمرده بر ہمنوی شوق روز افزوں اکثر حاضر می باشد و مشورہ شعر
از من میگرفت۔ بندہ مناسب طبعش شعر دریافتہ در ہاں ایام گفتہ بودم کہ اگر زمانہ

(۱) یک (۱) ح (۲) بد شدہ "لطف" (۳) ح (۴) "نظیر" (۵) "نظیر" (۶) ح (۷) ح

برائے زیارت ایساں آمدہ بودند بعد شستن و مجلس عذر و در میان آوردہ اندکی یارا
 دراز ساختند۔ مثلاً الیہ از شاہدہ ایں حالت منقض شدہ ایں قاعدہ را خلفان معمول
 دانستہ خود ہم بطرف بادشاہ پادرازا ساخت۔ علم الکتاب از تصنیف او بر صفحہ روزگار یا گواہ
 است۔ و شعر ہندیش از بس شہرت تمام مشہور ہو دیا را اگرچہ شعر فارسی ہم دارد فقیر تاکہ
 در شاہجہاں آباد بود بعد سالی دماہی پیش آں بزرگ بے غرضانہ می رفت۔ یک سال
 است کہ در مجبوریش شفا یافتہ و بر شافی علی الاطلاق حاصل گشتہ۔ از کلام اوست۔

مژگان تر ہوں یا رگت تاک بربیدہ ہوں	جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت سید ہوں
ہر شام مثل شام رہوں ہوں سیاہ پوش	ہر صبح مثل صبح گریباں دریدہ ہوں
لے درو حایچکا ہے مرا کام ضبط سے	میں غمزدہ تو قطرہ اتکب چکیدہ ہوں

جاؤں میں کہ ہر جوں گل بازی چھو گروں جاتے نہیں دیتا ہر ادھر سے نہ ادھر سے

نزع میں تو ہوں دلے تیرا گلستا نہیں	دل میں ہو دوہی دفایرجی کہا کرتا نہیں
عشوہ و ناز و کرشمہ ہیں سمجھی جاں نجن لیک	درو مرناسی کوئی اس کی دوا کرتا نہیں

کہیں ہوا ہر سوال و جواب آنکھوں میں	یہ بے سبب نہیں ہم سر حجاب آنکھوں میں
------------------------------------	--------------------------------------

سیر کردنیا کی غافل زندگانی پھر کہاں	زندگی گر کچھ رہی تو فوجانی پھر کہاں
-------------------------------------	-------------------------------------

نزع میں ہوں یہی نالہ کئے جاتا ہوں	مرتے مرتے بھی ترے غم کو لئے جاتا ہوں
-----------------------------------	--------------------------------------

کل جو جا بیٹھائیں اسکے پاس اٹھ کر غلطی نہ کرکے بولا آدمیت اک ذرا سمجھ میں نہیں

کرنا بھی ہر ہر نقدی نے تیری دلربائی پر تصدق جان سیری اس تر و دست خالی پر

حرف اللہال

(۱) درو

خواجہ میر درو تخلص خلف الرشید شاہ محمد ناصر مضاف کتاب مالہ غنایب درو عہد نیا
 آرمگاہ سپاہی پیشہ بود۔ آخر آخر ترک روزگار کردہ بر سجادہ درویشی ستستہ در علم و
 فضل یگانہ روزگار راست۔ گاہے در تمام عمارت شاہجہاں آباد باوجود چندین فقرہ کہ عالم
 را از آل دیار غیوتشاں آوارہ اطراف و جواب ساخته پاسے پیروں نہ گزارا شتہ چوں در
 علم موسیقی ہم بہارت تام داشت اکثر از استادان این فن بوسیله بیعت حاضر مجلس اومی
 گشتند۔ اگرچہ سلسلہ آں بزرگ نقشبندیہ است اما دارادت درود کہ نعمت الیت مختصر از
 تصنیف او برائے ہدایت مریدان خویش حرمت بخارابہ طوریکہ مہبت گزارا شتہ باوجود کہ
 گاہ گاہے مرکب این امر می شد گناہ آں بر ذمہ خود گرفتہ طلب آمرزش از ایزد بہاں
 ستہ۔ تا مرغ روحش ز زمزمہ سنج بانج مہتی بود در ہر ماہ بتاینج دویم ہزار بار خود
 بخاتم ترتیب میداد۔ آخر روز ہنہ خورد و بزرگ شہر حاجت مجلس اومی شدند مغنیان
 بین نوازان بے گاہ مست داد قانون نوازی و نغمہ پروازی میداد
 بعد سپاس روز مجلس برخواست می شد۔ غرض کہ جامع جمیع فنون غریبہ بود و در فقرہ
 توکل دستغناظیر نہ داشت۔ ثنمہ بیان بے یروانش اینکہ روزی حضرت ظل سبحانی

تجھی کو جو یاں جلوہ فرمانہ دیکھا
ادیت مصیبت ملاست بلائیں
برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا
کیا بھگو داغون نے سرورِ افعال
تیرے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا
تغافل نے تیرے کچھ دن دکھائے
کبھی آکے تو نے تماشا نہ دیکھا
ادھر تو نے لیکن نہ دیکھا نہ دیکھا

تو ہی نہ اگر ملا کرے گا
کہتے ہیں یہ تیرے ڈھنگِ ظالم
عاشق پھر جی کے کیا کرے گا
دیکھیں گے کوئی دفا کرے گا

لیتا نہیں کبود کی اپنے غماں ہنوز
سے بعد مرگ بھی یہی آہ و فغاں ہنوز
پھر آہ کس تلاش میں ملے آسماں ہنوز
سو سو طرح کی ہجر میں ہوتی ہر جاں کنی
لگتی نہیں ہر تالوسے میری زباں ہنوز
مرا نہیں ہوں تو بھی تو میں سخت جاں ہنوز

کام مردوں کے جو ہیں سو ہی کر جاؤ ہیں
موت کیا آکے فقیروں سے تجھے لینا ہو
جان سوائی جو کوئی کہ گذر جاتے ہیں
آہ معلوم ہمیں ساتھ سے اپنی شب و روز
مرنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جاتے ہیں
تاقیامت نہیں ٹٹے کا دل عالم سے
لوگ جاتے ہیں چلے سو یہ کدھر جاتے ہیں
در و ہم اپنے عوصن چھوڑے اتر جاتے ہیں

رابطہ ہر نازیباں کو تو مری جان کے ساتھ
اپنے ہاتھوں کے بھی میں نور کا دیوانہ ہوں
جی ہو وابستہ مرا ان کی ہر اک آن کے ساتھ
در و ہر خد میں ظاہر میں تو ہوں مضمحل
رات دن کستی ہی رہتی ہر گریبان کے ساتھ
زور نسبت ہو دے تمھکو سلیمان کے ساتھ

کچھ کام نہیں وہ بت خود کام کہیں ہو پر اس دل بے تاب کو آرام کہیں ہو

ہر طرح زمانہ کے اٹھوں ہوں ستم دیدہ گردل ہوں تو آزر وہ خاطر ہوں تو بچیدہ
لے شور قیامت رہ ادھر سی میں کہتا ہوں چوٹ کے سی ابھی یہاں سی کوئی دل شوریدہ
اوروں سے تو ہستے ہر نظر ہوں سی مانتا ہوں ادھر کو نگہ کوئی ٹھیس نہ کو تو زور دیدہ
مجھ پر بھی یہ عقدہ ٹکے کھول جیسا ہے زلفوں نے کسے بھیجا یہ نامہ چھپیدہ
بد خواہ سبھی عالم گو ہو دیں تو ہوں لیکن یارب نہ کسی کے ہوں دشمن بول دیدہ
کہر آہر جبکہ دل میں جوں ابرو سے پیوستہ لے درد ترا تو یہ ہر مصرعہ چھپیدہ

روند سے ہر نقش پا کی طرح خلق یہاں مجھے لے عمر رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں مجھے
لے گل تو رحمت باندھا اٹھا دن میں آتیاں گلچیں مجھے نہ دیکھ سکے باغباں مجھے
کچھ ادھر کج غم کے سوا سو جھٹا نہیں آتا ہو یا جب کہ وہ کج دہاں مجھے

ہم حشمتی ہو وحشت کو ہری چشم شرر سے آتی ہو نظر ہری غائب ہو نظر سے
لے ہو طنان اس کے یہ غربت نہ کیوں ہیں پھرنے کا نہیں عمر کی اسد سفر سے

گر باغ میں خنداں وہ مرالب شکر آئے گل سنے دا ان سونہ ڈھانپ کر آئے
قاصد سے کہو پھر خبر اُدھر سی کو لپچائے یہاں بے خبری آگئی جب تک خبر آوے
کہتے ہیں کہ یک دست تری تیغ چلی ہو تب جانے جب یک قدم چل دھرائے

کبھی خوش بھی کیا ہو دل کسی نہ تیرا لی کا بھڑکے متہ سونہ ساقی ہمارا اور گلابی کا

ایک توہوں شکستہ دل تپہ بیجور اور بجا سختی عشق داہ داہ جی نہ ہوا تم ہوا

اس کو کھلائی یہ بجا تو نے کیا کیا اسے میری وفا تو نے
بکسی کو عبت کیا ہے کس قتل کر مجھ کو کیا کیا تو نے
درد کوئی بلا ہے شمع مزج اُس کو چھینا بڑا کیا تو نے

فرست زندگی بہت کم ہے مغنم ہے یہ دید جو دم ہے
یہ ملیں گے اگر کہے گا تو تیری خاطر ہیں مقدم ہے
درد کا حال کچھ نہ چھو تم وہی رونا ہر نت ہی غم ہے

نہیں کچھ عجب سوجان کا بھکناوندیہ کہیں لیا نہ ہونے اتھ سے دھین لاشہ

حک پر داغ نے میرے یہ گل نشانی کی کہ اُس نے آپ تاتے کو مہربانی کی

مراجی ہر جتنک تری تجو ہو زباں جب تلک ہو یہی گفتگو ہو
تنا تیری ہے اگر ہے تنا تری آرزو ہے اگر آرزو ہو
کیا میر سب ہم نے گلزار دیا گل دوستی کی عجب تلک ہو ہو
نظر میری دل کی پڑی درد کس پہ جدھر دیکھتا ہوں وہی درد ہو ہو

صورتیں کیا کیا ملیں ہیں خاک میں ہے دھیندہ من کا زیر زمیں

ہر دم بتوں کی صدوت کھتا ہر دل نظر میں ہوتی ہر بت پرستی اب تو خدا کے گھر میں

اگر میں نکتہ رسی سے ترا دہاں پاؤں مگر کو چاہوں تو اُس کے تئیں کہاں پاؤں
یہ رات تنہا سے کہتا تھا درد پر وادہ کہ حالِ دل کہوں گرجان کی ماں پاؤں

جی میں ہر سیرِ عدم کیجئے نگہا یک یک خلقِ سوزِ م کیجئے نگہا
مورِ دقہر تو یہاں ہم ہی ہیں اور کس پر یہ کرم کیجئے نگہا
سخت بیباک ہر یہ خانہ شوق اپنے ہاتھوں کو تسلیم کیجئے نگہا

تو اپنے دل سے غیر کی الفت نہ کھوسکا میں چاہوں غیر کو سو یہ مجھ سے نہ ہوسکا
وشتِ عدم میں جا کے نکالوں گاجی کا غم کنج جہاں میں کھول کے دل میں نہ روسکا
گرمالہ نارسا ہو نہ ہو آہ میں اثر میں نے تو درگزر نہ کی جو مجھ سے ہوسکا

سینہ و دل حسرتوں سے چھایا گیا بس ہجومِ یاس جی گھبرا گیا

رہو انیاں اٹھائیں جو روعتاب دیکھا عاشق تو ہم ہوئے پر کیا کیا عذاب دیکھا

دنیا میں کون کون نہ یک بار ہو گیا پر منہ پھر اس طرف نہ کیا اس نے جو گیا
پھرتی ہو خاک میرے لئے در بدر صبا لئے چشمِ اشکبار یہ کیا تم کو ہو گیا

ناصح میں دین و دل کے تئیں اب تو کھچکا حاصل نصیحتوں سے جو ہوتا تھا ہو چکا

جلد آمل جو تجھ کو آنا ہے در نہ کوئی دم کو دم روانا ہے
تجھ کو دھوٹے کوئی کہاں دتی نہ ترا ٹھوڑا ٹھکانا ہے

اُس کا شکوہ نہ گاہ کیجئے گا جس طرح ہونساہ کیجئے گا
اپنی یہ چاہ اُس کی وہ صورت لے عزیزاں بچاہ کیجئے گا
اپنے ذوقی کے گھر میں مشق من گر کرم گاہ گاہ کیجئے گا
اس کے دیوانہ پن کے عالم کو دیکھ کر داہ داہ کیجئے گا

حرف الر

(۱) رضا

مرزا محمد رضا، رضا خالص شاگرد مرزا محمد رفیع، صاحب دیوان است۔
یقین ہے کہ اس کی موت آئی ہو جس کو مٹا ہے یا رہ جاتی
ہجر کی رات کیونکے گذر ہو گی یہ تو ساتھ اپنے آفتیں لائی

یارب یہ آرزو کہیں پائے نہیں مل رہا ہے جب تک کہ یار اے یہاں ہم نکل نہ جاے
کس کس کا چور و ناز اٹھایا کرے یہ دل چھوٹے اگر فرہ بھی آنکھوں کاں نہ جاے

شام ہجران گر نہ بیتابی کرے دل کیا کرے و بدم ہوتی ہو آفت سر بہ نازل کیا کرے

درد و رویش ہوں مری تعظیم کرتے ہیں لوگ کہہ کے یا اللہ

(۲) داغ

میر مہدی داغ کہ پیش ازیں آچہ تخلص میکرو سپر سوز جہان ملیج دھو شروی
 و خوشبو دبا و جود شاہدی قدم در راہ شاہد پرستی گزارا شہ بر زنی اہل سوتی وارفتہ بود
 غافل اریں کہ فراق ایں قوم فرمیدہ اگر آدم را کہشتن و ہد سر موسے رحم کمالش رکند۔
 قضاے کار بعد از انقضاے چندے ہا جرت در پیش آمد۔ خو کردہ وصال تاب
 جدائی نیاوردہ بریستر بیارمی افتاد۔ دریں اثنا خطی از مطلوب رسید، ایام وفاتش قریب
 رسیدہ بود نہ کہ در خط جواب ایں شعر حسب حال خود نوشتہ رواں کرد و بعد آں جان
 شیریں۔ جاں سپرد۔ شعرا ایں است ۵
 از جاں رستے بود کہ مکتوب تو آمد دیگر یہ نویسم خبرم خوب گزشتی
 از دست۔

رباعی

یہ چاہ نہیں بھلی بُری ہوتی ہو جی لیتی ہو دوستی بُری ہوتی ہو
 لگتا ہی نہیں ہو جی کہیں نہ لگتا ہے سچ کہتے ہیں یہ لگی بُری ہوتی ہو

حرف الذال

(۱) ذوقی

شاہ ذوقی، ذوقی تخلص، درویشی است خانہ برویش، شعر را بطور بازاریان
 می گوید۔ از دست۔

ہمارے ساسے مت ابر بار بار برس جو ہم سے ہو سکے تجھ کو نہ ہو ہزار برس
حوان تم ہوئے نام خدا پہ رقت تو گھٹاکے دیکھے ہر ایک بھی تین چار برس

نہ کر گھنڈ رقیب اُس سے گر ہوا اخلاص کسی زمانہ میں ہم سے بھی نہیں تھا اخلاص

چھٹ جائے کسی کو نہ ملاقات کسی کی اللہ بھارے نہ بنی بات کسی کی

دولنے اس پہ سب تان دان و دشمن ہوتے ہیں یہ عالم اُس کا دیکھا ہو کہ رستے بند ہوتے ہیں

دیوارِ گلِ رخاں کا سایہ مگر پڑا ہو زاہد بتاؤ مجھ کو طوبی میں شاح کیا ہے

(۳) رنگین

سعادت یارِ خاں رنگین سپرِ طہاست بیگ خاں تورانی کہ سناڑا یہ درِ عہدِ نواب
نجف خاں مرحوم اقدار کلی داشت۔ حوان فہیدہ و سنجیدہ در فنِ سیاہ گری و سواری آپ
سے نظیر و در فکر سخن خامہ جیسا تن بید خوش تحریر۔ ہر چند خنداں بہرہِ اعلم نثار و اماؤ کا دست
طبعش بر صاحبِ علمان غالب۔ در ایامِ آغازِ شوقِ شعرا در دہلی بود و شعر خود را در نظر شاہ
حاتم علیہ الرحمۃ می گزرا نید۔ حالاکہ بصلِ الہی در نظم کلام ترقی و امتیاز تمام پیدا کر دہ اند
راہِ انصاف دیوان خود را از اول تا آخر بہ نظر مولف در آدودہ۔ کلامش بسیار کرمِ اصلاح
برآمدہ و حوں مزاجش عشقا ز اقاوہ اکثر قطع ہائے خوب و غزل و نامہ ہائے نثر نغز
بہ سلیک نظم کشیدہ۔ ہمیشہ بحضور مرشد زادہ آفاق مرزا محمد سلیمان شکوہ بہادر دامِ اقبال
حاضر می باشد و تقرب و امتیاز تمام دارد۔ ایں کلام از دیوانِ ادست

جواب یہاں سے تشریف لیجائے گا
یہ دل ہن رہا ہر ترے ساتھ پیارے
چلا جب کہا میں نے کیا حال میرا
وہ ہر چند دکھا ہے پر اس کو پیارے
رضایہ زمیں ہو نہایت شگفتہ
ترے در سے پیارے اگر جائے گا
نہ کہنے کے عاشق نہیں جان دیتے
ساتا کسی کا نہیں خوب ہرگز
بجھے ہو تم خوب غیروں کو ملنا
کبھی لے عزیز و قدم رنجہ کر کر
رضا مرچلا ہے جدائی میں تیری

ہیں بھی کبھی یاد فرمائے گا
بھلا کس طرح اس کو بہلائے گا
لگا کہنے تجھ کو بھی بلوائے گا
یہاں تک کسی طرح سے لائے گا
غزل در غزل اس کو کہلائے گا
بہت دل کے ہاتھوں کو دکھائے گا
تا شا تمھیں یہ بھی دکھلائے گا
عزیز دیہ بات اس کو سمجھائے گا
کے کو بہت اپنے بھٹائے گا
اگر اس کے کو جیہ تک جائے گا
مرا یہ پیام اس کو پہنچائے گا

(۲) رقت

مرزا قاسم علی رقتؒ اقوام مغل ملقب بہ عراقی وطن اجدادش مشہد مقدس کاشمر
بزرگانش در خطہ کشمیر سم اقامت داشتہ اندام اولدش شاہجہاں آباد است و در فضل آباد
بن تیسر سیدہ طبعش از چہار درہ سالگی بطرف شرمیلان تادم داشت۔ آخر گفتہ گفتہ بزرگوشدہ
دوران ایام شوق سخن از میاں قلندر بخش جرات کردہ لیکن زبانش خلیں است کہ من از
جعفر علی حسرت کہ استاد جرات است استفادہ کردہ ام خیر ہر چہ باشد یک سلسلہ است
عمرش سی سالہ حوالہ دیوہ۔ از دست۔

خطوہ بھیجے قریب کا لکھا یہ بھی اپنے نصیب کا لکھا

(۱) مل ان ج (۲) نیر ان ج (۳) رقت کے بعد خط مخلص رس ج (۴) رایتش ان ج (۵)

دیکھنا نہ اکٹھ بھی اٹھا مان کے غیبر کا کہا دامن اٹھا گد رنگیا بیچ کے ہمارے لاس سے

مکھو جو گالی دیتے ہو کیا یہ کچھ بھل سائی ہو کون تھا وہ استاد تختی تم کو جس کو بڑھائی ہو

نشہ حسن نے جس وقت وہ مجھ پر ہوتے بدگیاں اتنا ہوں گدے مجھے لاکھوں ہی خیال ہاتھ سے اُن کے کئی شیشہ دل چور ہوئے تم جو نظروں سے مری ایک گھڑی دور ہوئے

اب ہم کو سفر دور کا درپیش ہو جانی خیاط نے دامن کا کیا گھیس نہ یادہ حل بل کے ہوا خاک ترے ہجر میں تو نے دے ہاتھ کا چھلاتو مجھے اپنی نشانی ڈرتا ہوں کمر بڑ کرے اُس کی گرانی افسوس کہ رنگیں کی میاں قدر نہ جانی

جی بیچ کے عیش کا خیال خسریا اُس عین کو کھو ہم نے عجب ال خریدیا

عش ہے قصد دلا اُس کو جاہ کر نکلا نہ ہوئے جس میں سلیقہ نباہ کرنے کا

تھکوا اپنے سے یار کرنا ہے جبر کو اختیار کرنا

ایسے ظالم کو دل دیا ہم نے آہ اللہ! کیا کیسا ہم نے

دل ہو خون اور خا کو کھاگ لگے اس تری منصہی کو آگ لگے

اے تھا جو بساط اینی سو گز دران چلے ہیں
 رست چوک ادھر دیکھ یہ سو مفت کا سوا
 سو بار کہا آؤں گا اور آئے یہ ہرگز
 پھر چل نہیں کچھ فائدہ بس عسے دے گئیں
 حسی نذر کریں جی میں یہ ابٹان چلے ہیں
 اک دوسرے دین ڈال دیا ان چلے ہیں
 بد عہد ہو تم ہم تمہیں پہچان چکے ہیں
 وہ منہ یہ دوسرے کے تئیں ان چلے ہیں

یاب یک چونکہ وہ کہنے لگے رات نہیں
 ہاتھ میں ہاتھ ہو یہ بوسہ نہیں لے سکتے
 رات دن یار تو رہتا ہو اسی کے گھر میں
 روک مت جانے دے گھر کم کر کچھ بات نہیں
 دست رس اتنی بھی ہرگز نہیں سہا نہیں
 کون کہتا ہے کہ رنگیں یہ غایات نہیں

تسمیں کر وڑ جس نے ملو کی کھائیاں ہوں
 زگرے کو وہ چسپن میں کیا بھر بھگا دیکھو
 یہ سوچ ہو اب اس سو کیوں کھانا ہوں
 وہ اکھڑیاں نشلی جس کو خوش آئیاں ہوں

تجھ سے جس وقت کہ خالی یہ مکان رہتا ہو
 شکوہ ہم کرتے ہیں کیوں رسم ہو دنیا کی کیا
 حوترے پاس سو آتا ہو میں پوچھوں من ہی
 بنکھڑی غل کی جو کروٹ تے تے لگے آئے
 اُس ستر گئے ہمارے جو کسی نے پوچھا ق
 تو کچھ کہتا آؤ سا کھا چیں جیسے ہو کے ہیں
 مجھ کو نہائی میں بہروں خفتان رہتا ہو
 دل جو لگتا ہے تو پھر پاس کہاں رہتا ہو
 کیوں جی کچھ ذکر ہمارا بھی دواں رہتا ہو
 نازک اتنا ہو بدن اس کا نشان رہتا ہو
 کوئی رنگین بھی ترے کوچہ میں ہاں رہتا ہو
 کالی دے کر یہ کہاں اس لے کہاں رہتا ہو

انہی ہر اک ترہ سو اٹک بھرتے ہیں ترانے
 تجھ کو جو جاتے ہیں یا کیوں وہ کہیں صلا
 لوگ چھڑکتے ہیں گلاب جیسے گلاب پاس سے
 نکلا ہو سچ بدل کے تو آج غضب ترانے سے

ساگی بمرضِ دق درگزشت - ازدست
 کہتے ہو تم نہ گھر مرے آیا کرے کوئی
 گر دل نہ رہ سکے تو بھلا کیا کرے کوئی
 وہاں کیوں کے رستے کہ منادی جہاں پہ ہو
 زانو پہ سر کو دھر کے نہ بیٹھا کرے کوئی
 لے زین گل پہ بغیر کوٹھیا وہ اپنے پاس
 منظور ہے کہ خاک پہ لوٹا کرے کوئی
 برسوں کی ایک مہم میں یافت جو چھوڑے
 کیا ایسی زندگی کا بھروسہ کرے کوئی

خوف سوترے نہیں بولتے اغیار سوترے
 در نہ بھڑ جائے کو موجود ہیں دو چار سوترے

(۵) رضا

میر رضا علی طغرائی کہ رضا تخلص، اردو اگرچہ درسلکِ تعارفت اما شعر
 تصنیفِ خود کہ ردِ بردے ایں جانب خواندہ بسیار آبدار است - ازدست
 ہدف یا رجول سینہ کا صندوق ہوا
 تیر جو دل میں لگا سولب مشوق ہوا

رہا عالم یہ شب اپنا کہ اُس بن جل جو گھبرا
 یہ دہم سبزہ رنگ اس مرغِ دل کو آٹھنڈا
 کبھو تیکہ یہ سر ٹیکا کبھی ٹپی سے ٹکرایا
 سیہ سختی نے کیسا ٹھکوبانغ سبز دکھلایا

کچھ ان دنوں جو ایسا بے ربط ہو گیا ہے
 شاید رضا کو یا ردِ کچھ ضبط ہو گیا ہے

ستم زمانہ سوجھ بوجھ پہ دن رے ایکباری رہ گئے
 کبھی آئے آئے کھانا ہوئے جو گھر تو جل کے بلایا
 وہ جو آتا تھا سوٹ گئے وہ دُور تھے سوٹھ گئے
 کبھی لٹے لٹے چل کر کبھی بیٹھے ٹھک گئے

وہ آج یوں عالمِ متب اپنا اس میں دل جو گھبرا " دس ج ۱

بانغ میں جس دم کہ تو چلتا ہو لے گل ناز سر
سر کو کہتا ہوں میں ہٹ جا بلند آواز سر

بھلا کرنے آئے تیرا کر چلے ہم آئے تھے کیا کرنے کیا کر چلے

جو کچھ میں اُس ناز میں کے نہ ٹھیرے تو پھر یہ کہو ہم کہیں کے نہ ٹھیرے

لے دست جنوں چل تو گریاں کی طرہی اور جی میں تے آئے تو داماں کی طرف بھی

شب کے جو آپ ٹھگے ہنند مری اچٹ گئی تائے ہی گئے گئے پھرات ہاری گئی

نہم سے تے یل دھار دیکھو کب تک ہو ہم سے تو دور دور یا دیکھئے کب تک ہو

ہر صبح میاں رنگیں جنسا کے نہانے کو کیا نیل کے کٹے سو انسان بکھتے ہیں

میں نے یا ہوا جس کو اسے رنگیں مجھ سے ہر ایک بدگماں ہوا
توتے جوڑتی ہے کیا کیسا خلق جی لگانا بلائے جاں ہوا

جب میں نے کہا کہ مجھ کو تم سے ملنے کا ہو اشتیاق یہ بد
یک بار وہ کھل کھلا کے رنگیں بولے کہ چہ خوش چرانہ باشد

رفاعت (۴)

مرزا کھن رفاقت تخلص، شاگرد جرات خوش خلق و خوش تقریر بود۔ بعمر بہت دو

مھکھو صدتے تو یار ہونے سے آپ پر سے تیار ہونے سے
میری چھاتی پر رکھ کے برہمی کو نہ اٹھا دل کے پار ہونے سے
ہم تری جان کا یہی دشمن رہا اس دل کو چار ہونے سے

(۷) رسوا

آفتاب رائے رسوا - گویند جو ہم ہی سپرے بود از قید مذاہب برآمدہ سر سود
بر آوردہ سیاہی تا - بر رو مالیدہ و در دلی نشستہ در کوچہ دیا زار می گردید و تو دہ خرم ہوا
پیش خود داشتی - عوض یک خرم ہر ہک سر جنگ از دست طفلان وغیرہ جوتی تا می جو
و نیز بہ شرب خمر پر مصروف بوداں بیت و در زمان داشت - بیت

رسوا ہوا خراب ہوا در بدر ہوا اس عاشقی کے پتھ میں جس کا گز رہوا
نقل است کہ مقتضائے شوریدہ سمری چند سے رائے سیر تا قصہ امر وہ آمدہ بجائے
یکے از سادات آنجا و کوش تہ - چوں در آں زمانہ با طراف و اکنا ب شاہجہاں آباد
مردم شاہجہاں آباد راعت بہتر بود خصوصاً کسی کہ قابل و دانا باشد، صاحب خانہ
رہم بہاندریش بخوب ترین و جہی بیگامی آورد - چوں مومی الیہ بہ شرب شراب یک
ساعت آرام نمی یافت میفرمان روز سے یک طفل را ہر اسے آوردن شراب یہ اسمندر
کہ نخلہ بیرون تہر واقع شدہ فرستاد چوں آمدتس و پر کشید ایشاں گفت کہ یا نیدا شراب
آید اندکے سیر باغ کنیم بیدہ از زبانش برآمدہ - شعلہ لگا لگا شراب کو کاہے کی سیر ہو -
ہم گز سے اس شراب سے لڑکے کی خیر ہو - دوستے نقل میکر د کہ ہر گاہ وقت رلتش در
رید وصیت کر د کہ مرا بہ شراب عمل و بندہ سپاہیہ دوستان ہیں کر د نہ ہر گز کفن و میتش سے
شراب نہ داشت - و در روایت دیگر چنین است کہ بر جو ہم ہی سپرے کہ تیغے او گردیدہ
سودا ہر سانیدہ بود، در سیر باغ از سبت او بہ تیر کشہ تہہ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالْحَقَّاب۔

مست پوچھو رضا کا کچھ حالِ غم تنہائی اک دل تھا سو کھو بیٹھا اک سر پہ سو سودانی

ستم زمانہ سر مجھ پہ دن بے ایک باری پڑ گئے وہ جو آشتائے سولہ گزہ دست تھی سو بھڑ گئے
کسی کہ آئے اس کے خاہوش جو گھر تو جاکے بلایا کبھی لٹے لٹے چل گئے کبھی بیٹھے بیٹھے گز گئے

جس دل کو قلق نے آگھیس لہوگا رباں آکھوں میں پھر اس کی اک اندھیرا ہوگا
کیوں گروے اپنے تئیں بچاتا ہے رونا اک خاک میں آخرش بسیرا ہوگا

گر غصہ یہ غصہ یو نہیں دل کھا دے گا کھیرا گھیر کے دم بھل جا دے گا
اس سوخ کے غم میں آ کہا مان رضا اتناست رو و گز نہ مر جا دے گا

جو کیا رہی دیکھئے تجھ کو پاؤں بلائیں میں لے لوں تصدق بھی جاؤں

(۶) زند

ذاب مہربان خاں رہ نکلیں کہ در زمانہ اقبال خود بہ علم موسیقی و شعر و مرثیہ شوق تمام
داشت ہزار بادریں کا ربر باد وادہ و در نیکنامی بر روئے خود کشادہ۔ اگرچہ تھیں جاہل
بودا ماسیقہ صحت شعرا اور اہم بہ عرصہ قلیل بہ مرتبہ والاے شاعری رسانیدہ فقیر حسب
اتفاق رونے برائے ویدین آن بزرگ ہمراہ مرزا قلیل در رستم نگہ بر مکانش گزرا گلندہ بڑ
مخرج زبان ہم درست نہ داشت آخر ہمیں جادو گزشت۔ ازوست۔

یارب کہیں سے گزنی بازار بھیج دے دل بیچتے ہیں کوئی خریدار بھیج دے
میتے ہیں عقد حسن میں عاشق عروس جاں آنا نہیں جو آپ تو تلوار بھیج دے

ہم کو نہ کچھ سیم و نہ زہر چاہئے لطف کی اک تیری نظر چاہئے
کس لئے تلوار خریدی میاں باندھے کو بھی تو کمر چاہئے

حق نہ رکھے دور یا دور یا رکے تئیں یا رسو (۴) کوئی مرض ہلک نہیں دینا میں اس آزار کو
لا سکو اس کو تو اس سوا دیکھا بہتر کر آہ (۵) بات یہ بھی پوچھنے کی ہو مہلا نکلا رسو
ان نول میں زار چ کہہ کیا ہوا تیر کو تئیں (۶) کچھ مجھے منعمو پانا ہوں میں نہ دو چار رسو

یہ وہ ہر عشق لاندہ ہے جس کا دین دیاں ہے (۷) نہیں پوچھے ہو اتنا بھی تو کافر یا مسلمان ہے

لے جائے تم اُس کی گلی سو جہاں مجھے (۸) آرام جو یہاں ہو نہ ہو گا وہاں مجھے
فصل بہار تجھ کو مبارک ہو عبدلیب (۹) بن یا ایک سی ہو بہار و خزاں مجھے
بن دیکھے اُس کے ایک بھی دم آہ رہ سکوں (۱۰) اتنی تو ناصحا نہیں تاب دو توں مجھے
رہتی نہیں ہو ذکر کئے بن تو یار کا (۱۱) رسوا کرے گی زار یہ تیری باں مجھے

د زار

میر نظر علی زار دسر کار احمد علی خاں شوکت جنگ علاقہ رورنگار دار دو گاہ
گا ہے خیال شعر کردہ دیکھند۔ از دوست۔

تیری ہی قسم تجھ بن کچھ ادب جو بھاتا ہو (۱) کافر ہو اگر اس میں کچھ بات بناتا ہو

اب ہائی نے کیا اور پریشاں مجھ کو (۲) خوب تھا اس سو دہی گوشہ زنداں مجھ کو

اگر کچھ بس ہی ہو اپنا تو کا ہو کو یہ خواری ہو (۳) نہ چاہیں اس کو لے نام صح جو الفت اختیار ہی ہو
قسم ہے جی سے کہتا ہوں تا دوسرے قیام ہو (۴) خوشی اپنی بھی دہی ہو خوشی جس میں تھاری ہو
(۱) ن ح میں اشعار آ ۶ میر جو بن زار کے نام درج ہیں۔ (ن ح)

ازدست -

وصل میں بے خود ہوا اور بھر میں قیاب ہو اس دوانے دل کو رسوا کس طرح سمجھائیے

کوئی جا نہیں نہیں میں کہ اشکوں کو غم نہیں رسوا بھی اس زمانے میں جنوں کو کم نہیں

حرف الزا

(۱) زار

میر جیون زار ازلش ار کشمیر است و خودش در شاہجہاں آباد نشو و نما کردہ اکثر در
مشاعرہ ہائے دہلی داخل صحت می شد۔ جوان چپک رو و شورش طلب است پیش
ازیں سودائے بہر سانیدہ بود۔ سندہ اور اوردہ دہلی وجہ در لکھنؤ مکرر دیدہ ام۔ عمر من
از سی متجاوز خواہد بود۔ ازدست

شب جھڑے آنو میں ہوں بخت گل جھیکے ہوئے گل جھڑیں شبنم سے جون نت سر جھیکے ہوئے
موجم برسات ہر ساقی شابی نے شراب مینہ میں آنکھ میں ہم بھی تیرے گھر جھیکے ہوئے
کس سے ہولی کھیل کر آیا ہے رنگ بہار رنگ میں کپڑے ہیں سائے تر بر جھیکے ہوئے

ایک دن آگے ہی دیا سے اٹھانا ہم کو (۱) شبِ فرقت پہ آہی نہ دکھانا ہم کو

فصل گل کی کچھ ہوئی آمد جواسل کرئیں (۲) شور و غل طفلوں کا اور ست جنوں حانے لگا
ایک تجھ کو آرنے حوال پر آیا نہ جسم (۳) ورنہ ہر اک حال اس کا دیکھ عم کھانے لگا

(۱) ان خدو میں اتحاد اوتا ۱۱ منظر علی زار کے نام درج ہیں۔

آشنائی کا تری جگوگماں یو نہیں ہے اس میں کچھ جھوٹ نہیں ہے یہ بیان یو نہیں ہے

حرز جاں پتے ہی اس کی چشمے ابرو کیا تیر کے تاحن کو گویا ہیکل آہو کیا
وہ حائل ہو گیا دستِ شکستہ کی طرح آہ جس کو میں نے اپنا قوت بازو کیا

اٹھ گیا جب کہ تعین تو جہاں اپنا ہے جس جگہ بیٹھ گئے پھر وہ مکاں اپنا ہے

(۲) سوز

محمد میر سوز سوز تخلص کہ بطرِ زخود استاد است و وضع خواندن شعرش دیگرے
را کم یاد۔ گویند ادل میر تخلص میگرد چوں در آں ایام میر محمد تقی ہم شہرت بہ میر ذیاد
لہذا از آں درگزشتہ بجائے میر سوز قرار دادہ۔ کمالاٹ (۲) میں بزرگ باور
کمال شاعری و درویشی بیاراند، چنانچہ در تیر اندازی و سواری اسب و نوشتن
نظم تعلیق و شفیعا و نازک بندی و نزاکت نہیں شعر و آداب صحبت ملوک و سلاطین
و ظرائف طبع و خندہ رومی و ندامت بیگی و تحصیل معاش و گفتن کلامِ بحر و حق و دیگرے
و با این ہمہ استغنائے فرائج کہ خاصہ شعر است نظیر خود ندارد۔ گاہ گاہ ہے کہ فقیر
ملاقات بشود بسیار مہربانی می فرماید و غائب و حاضر ازین بیچ مدان خط و ادنی برود
بے تکلف در ستایش دوستانہ می افزاید۔ شعرش از ہنقاد و متجاد و زخود و دود حق تعالی
بایں شفقت پررنگانش دیر گاہ سلامت دارد۔ از دست۔

اشک خوں آنکھوں میں آکر جم گئے در کے بھی دیکھنے سے ہم گئے

۱۱ یاد کا لفظ زائد ہے۔ (۲) کمالاٹ۔ (۳) حاضر مر مر فرائض اس جمید اں (۴) بزرگانہ

سلامت داروہ شہادۃ لفظ دیر گاہ ندارد (دخ)

حیوت جائیں غم کے ہاتھوں کو جو کچھ کہیں (۵) خاک ایسی زندگی پر تم کہیں اور تم کہیں

وہ وعدہ وہ تباہ وہ ہتھ پڑھو چکے (۶) بس وہی دن کے دیکھ لیا یا رہو چکے

(۳) زمان

سید محمد زمان زمان تخلص از سادات عالی تبار تھبے امروہہ جوان منہنی و بیار قابل
و قابل دوست بود مومی الیہ درایا سیکہ نظر بے وفائی دنیا کردہ تبدیل لباس نمود
در باغیچہ تنہا نشستمی ماندہ فقیر ہوا آستا د خود روشے در عالم کتب نشینی وابتدای
شوق موزونی صحبت ایشان رسیدہ بود اگر چہ حیدر ایں بنجیاں شعر سر و کار داشت
اگر گاہے چیزے موزوں سے کرد بسیار سنجیدہ چنانچہ ایں مطلعش دلیل برد کا دست
طبع ادست -

عارض ہر گل کا صاف و لیکن جھلک نہیں زگر کی چشم ہے یہ کٹیلی پاک نہیں

حرفِ سین

(۱) سائل

مرزا محمد یار بیگ سائل قوم اذیک ہندوستان زاد سپاہی پتہ، در ابتدا شاگرد
تہاہ حاتم و بعد ازاں رجوع بہ مرزا محمد صبیح سودا کردہ شخص کہنہ مشق است ایں
تہرا و دلیل بر صدق ایں مقولہ ادست -

حاتم کی تو خدمت سمجھا نہیں بہت بھکو سودا کی دے صحبت اکیسہ نظر آئی

(۱) دیا تبدیل لباس کردہ " دیا کے اعلیٰ لفظ کردہ - اندر اور نمودہ کی جگہ کردہ ہر س ج

کئی اوقات سب بظلاں میں میری
صَوْنَتِ الْعُمَرَاءِ لِهَوْدَ لَعِيبِ
خداونداء کر یا، یاد تارا
فاہا، خُشَاہَا، خُشَاہَا

مجھے گرج حق تعالیٰ عشق میں کچھ دس ترس دیتا
قسم ہے سوز گردہ قتل کرتا اپنی آنکھوں کو
تو دل ان بیوقوفوں کو کوئی میں اپنی دینا
تو حسی دیر ہوئے بھی صَوْتِ اُس کی نہیں دینا

رات آنکھیں تھیں مُندیں پر رُخت تک بیدار تھا
سوز کیوں آیا عدم کو چھوڑ کر دنیا میں تو
تو سحر دل مجھ و دیدار خیال یا ر تھا
وہاں تجھے کیا غمی کمی یہاں تجھ کو کیا دکھ تھا

اگر کچھ سوز نے پایا تو میخانہ کی خدمت سے
حرم کے در یہ در نہ بار بار سر مارا آیا

غم ہے یا انتظار ہو کیا ہے
وائے غفلت نہ سمجھے دنیا کو
دل جواب بے قرار ہو کیا ہے
یہ خزاں یا بہار ہے کیا ہے
آہ ہو شرار ہے کیا ہے
دل ہو یا توک خار ہو کیا ہے
سوز ہو یا تکار ہے کیا ہے
کچھ تو پہلو میں ہو خلست دیکھو
پہنچ کر تیرا رہ بیٹھے بس

جس کا تو آشنا ہوا ہوگا
تھر تھرا تا ہو اب تلک خورشید
اُس نے کیا کیا ستم سہا ہوگا
رو برو تیرے آگیا ہوگا

بتیاں بقی ہیں اور اجر بڑے مگر آبا ہیں
وے کہاں جن کے جدا ہونے سے ہم ناشاد ہیں

شبنم آگاشن دنیا میں آہ سوز ہم با دیدہ یُرئم گئے

کشور دل میں نہیں کوئی کہ آباد ہے یوں اجاڑا ہو اُسے تم نے بھلایا دہے

نہد میں جیسے گس ہم حرص کے پاند ہیں
 رزق کا ضامن خدا، شاہ کلام اللہ ہے
 مقبروں میں دیکھتے ہیں اپنی ہم آنکھوں سوز
 تو بھی رسانی ہو ٹھوکر بار کر جلتے ہیں بار
 جب تلک آنکھیں کھلی ہیں دکھ دیکھ دیکھ گایا
 دئے عہد اس تیرے نڈاں میں یوں خند ہیں
 تو بھی اپنی صورتوں کے روزِ جہنم میں
 یہ برادر یہ پدر یہ خویش یہ فرزند ہیں
 سوچتا اتنا نہیں ہم خاک کے پوند ہیں
 سنگین جب اکھڑیاں تب تیرے سب نڈ ہیں

زندگانی میں کسے آرام حاصل ہوئے گا ہائے آسودہ جہاں میں کونسا دل ہوئے گا

تو ہم سے جو ہم شراب ہوگا عالم کا جگر کباب ہوگا
 ڈھونڈے گا حساب چھینے کوہر جس وقت تو بے نقاب ہوگا

اہل ایمان سوز کو کہتے ہیں کافر ہو گیا آہ یارب را زول ان پر بھی ظاہر ہو گیا

مٹے ہے سوز! تو ملے کا قصدت کرایا اٹھا سکے ہی تو کب ناز بے دماغوں کا

مروت دشمن، غفلت پناہ ادھر بھی دیکھ لیجوڑ کے آہ
 (اس مرقعہ بے نقاب ہوگا دن بخ)

چین نادن ہواں کھوں کو نہ شب آرام ہر
لوگ کہتے ہیں مجھے یہ شخص عاشق ہے کہیں
تمام سے تاصبح روزا صبح سے تا شام ہر
عاشقی معلوم لیکن دل تو بے آرام ہر

کسی طرح ترے دل سے حجاب کھلے گا
میرے سوال کا منہ سے جواب نکلے گا

یہ حال یا قیامت، یہ جن یا شرارا
جوڑا لپٹے جب تک روز حساب آخر
غرفہ کو جھانکیو تک کیسی جھک ہو اللہ
کس کا برگستان تیرے تہذیبیائے
پوچھے ہے مجھ سے سیو ماتن کیا ہے کیا
اتنی جراتوں پر جتیا ہو سو راب تک
چلتا ہے کس جھک سے نکا دیکھیو خدا را
بل بے تری بناوٹ لے خود نا خود آرا
یہ نور یا تجلی خورشید یا ستارا
ذیر زمین سے اٹھ اٹھ کرتے ہیں بھیر لٹارا
کچھ باتنا نہیں ہے بھولا بہت بچارا
سیسہ ہو یا کہ ترکش دل ہو کہ سنگ خارا

دامن ملک کو تیرے کہاں ستاں میں مجھے
کیا آمد بہا ہے اس غل کو پوچھیو
تیری گلی کی خاک بھی ہوں تو بس مجھے
لے دے سو جھٹا نہیں جا کھس مجھے

تو جو پوچھے ہے کہ تیرا دل تبا کس نے لیا
بس جیا آتی ہو مجھ کو موت لگا کس نے لیا

سر شک شمع آخر شمع محفل ایک دن ہوگا
تجھے لے دل نعل میں مختوں سو میں پالا تھا
یہ آنسو رفتہ رفتہ جمع ہوں آہ
نجانا تھا کہ تو میری قاتل آہ

آتا ہے وہ بھاجو تیغ ستم کشیدہ
دامن بدست چ

مسی ریسرخی بان کچھ سیری عقل بھولی ہے کہ ہو خورشید تاباں تپا لہی شام بھولی ہو

اسیدین ل کی ساری ہی بھرائیں میں نے آہ اسے سو زبرد مرگ تو اب مدعا ہو یہ
دامن کشاں وہ لاش پہ آکر مجھے کہے ہے ہے کسو کے پیچھے ترسا ہوا ہو یہ

منہ لگانے سے مجھے کیوں تو خفا ہوتا ہو جان من بوسہ کے لینے سو تو کیا ہوتا ہے

پرکار کی روش چلے ہم حقی چل سکے اس گردش فلک سے نہ باہر نکل سکے
روز ابھی تھم گیا ترے غصہ کے خوف کو تھی حتم ڈبڈبائی یہ آنسو نہ ڈھل سکے
منہ دیکھو آئینہ کا تیری تاب لا سکے خورشید پہلے آنکھ تو تجھ سے ملا سکے

یوں تو بھلی نہ مرے دل کی ابا ہو گا ہو یوں لے فلک بہر خدا صحت آہے گا ہے
سو رے ایک نے پوچھا کہ غم سے اپنر اب بھی ملے ہو بدستور کہ گا ہے گا ہے
دیکھ کر منہ کو گھڑی ایک میں بھر کر دم سر د یوں اشارت سے بتایا سر آہے گا ہے

غم عاشق سے کون محرم ہے محرم عشق خلق میں کم ہے
نخت دل مت گل ابھی باہر پرین اشک سے عراں ہے
پھل بھری کی طرح سو ٹھہرتا ہے اشک کا بھی تو زور عالم ہے
نتھ کے موتی بھارتے ہیں بٹے تیرے عاشق کا ناک میں دم ہے
کیسی کیسی یہ باتیں کرتا ہے سوز ہو یا کہ جان آدہم ہے

(۱۱) (۱۲) ہیں ملے ہے مرے دل کی اپا ہے گا ہے۔ (۱۳) عالم (۱۴) ح

مزاج دیدش طغش بہ طرفِ پنجاب است - عمرش از نیجاہ متجاوز خواہد بود کنوں ہم گاہ
گاہ فکر شعری طور قدیم و جدید میکند از دست -

بھی زلفت میں شب کو آنکھ میری گر جھپکتی ہے
اسی دم روح کو چہ میں تیرے جا کر ٹپکتی ہے
سحر گزرا جن سے کوں خورشید رویا رہا
کہ شمع گل کے منہ بابت لک بانی چھکتی ہے
مبادا آگ لگ جائے رخصت کی تیرے دلو
تھکے گئے سوسائیل سوز کے پھانی ٹھکتی ہے
کرے گی مجھ کو دیوانہ سکندر یا کہ متوالا
پری کی طرح صہیا پر وہ مینا سے کتنی ہے

گر ہر ماگ میں دل میرا آہ و خونوں کدھر
کہ آدھی رات آدھی رات اور آدھی رات اور صبر

نہ دیکھا ہو جو کسی نے جناب میں دریا
وہ دیکھ لے مری حتم پر آب میں دریا
رباعی

لے زائد تو تم سے کیا جھگڑ کر لوں میں
ناحق میں دل لینے کو کروں کیوں خوں میں
میخوار و ضمیر پرست کہتے ہو مجھے
ہوں میں نہیں میں جو کچھ کہوں میں نہیں میں

(۵) سوزاں

مرزا احمد علی خاں شوکت جنگ اتھلس یہ سوزاں خلیفہ نواب مرزا علی خاں مرحوم
چوں باداب و امتیاز است طبعی رسا داد از دست -

یجاہ شب فراق جاں کو
کیا زندگی مجھ سے اتواں کو
مجنون شکستہ پا ہے پیچھے
کہد جو پیام ساریاں کو

صورت گر قضا نے تجھ سار کوئی کھینچا اس حسن ماہ کہے سو ہے قلم کشیدہ

غور جس ہے تجھ کو تو مجھ کو تمکیں ہے تو نگدل ہو تو میری بھی آہ نیکیں ہے
اگر رحیم ہے تو میں بھی ایک عاصی ہوں جو تیغ زن ہو تو میری طرف سے تحسین ہے
تو عشق ہو تو میں دل ہوں تو درد ہو تو میں سوز تو کو کہن ہے تو مجھ بیاں جان شیریں ہے

رباعی

بس سوز سنبل یہ آہ و زاری کبتک بس ماتھ نہ مل یہ بقراری کبتک
آہی عاشق ہو تو اور آہی عشق پرے سے نکل یہ شرمساری کبتک

(۳) سعادت

میر سعادت علی سعادت تخلص از سادات قصیدہ مرومہ معاصر شعرائے ایہام گوئی
محمد شاہی است شعرا بطر زیکہ در آل زمانہ رواج داشت بسیار بخوبی و تلاش می گفت
گویند روئے در مجلسی دردانہ نام رقاصہ قص میکرد اتفاقاً کفش نوے ایشاں گم شد
ہر گاہ از مجلس برآمد کوش را نیافت نظرافتا بدیدہ از زیانتس سرزد ایں شعر است
سعادت مشت تا شرمیں اگر تیرا بیا جوڑا گیا تو جانے مے درواہ کے بھڑووں کو سر صدقہ

بے محابا زلف کے کوچہ میں جاگا مار مار سر چڑھایا ہو بہت تم نے کیاں شانے کے تئیں

(۴) سکندر

کہ در مرثیہ گوئی شہرت دارد شاگرد میاں ناجی است در ابتدائے فکر شعر متیر قصہ
حوانی میکرد آخر آخر طعش بطرف نظم مرا ثی مائل افتادہ شخص نام الحمد و خوش طبع و ظریف

دید کو تیری ہم جو آتے ہیں سینکڑوں آنکھیں اٹھاتے ہیں
 بے تکلف تھے دل کے لیے تھک ہم سے اب آپ چھپاتے ہیں
 آپ ادھر کیجئے علم شمشیر ہم ادھر اپنا سر جھکاتے ہیں
 ہر طرح اپنے بار کو سر سبز روز اکبر رو دیکھ آتے ہیں

شب انتظار گزری ہمیں انتظار کرتے کبھی دوست دوست کرتے کبھی یار یار کرتے
 تریا راس جگہ تھا نہ ہوا تو ہائے سر سبز اگر اس ٹھری تو ہوتا تجھے ہم دو چار کرتے

بیٹھا ہوں میں تو کب سو سیر راہ یار پر کچھ نگاہ تک تو مرے نظر پر
 کیا حال گر یہ پوچھے ہو ہدم سر ک کہیں اب تو پوچھوڑے مژہ اشکبار پر
 سر سبز ہو کے سینہ میں افسر رہ گیا یہ کیا بلا بڑی دل امید دار پر

یہ جو کانوں میں بتاں عقد گہر رکھتے ہیں میرے آنسو میں کی کیا انھیں کر رکھتے ہیں

منہ موڑ لیا تم نے اگر ہر دو قاسے ہم ہاتھ اٹھانے کے تہیں دست دعا سے
 میں نے جو کہا اُس سو کر جاتی ہو مری جاں منہ پھیر کے یوں کہنے لگا میری بلا سے

کل لکب دیکھ تیری رفتار مر گیا رسوا ہوا کہ برسر بازار مر گیا
 صیاد نے خبر بھی نہ لی ادھر سے کو پچ سر کو پٹک کے مرغ گرفتار مر گیا

مست دل لگاؤں سے کہنے پہ چاکی کے ہرگز ہوئے نہ ہوں گے یہ آشنا کسی کے
خوبی ہے کیا شکر اس ہفتہ دوستی میں اپنا کسی کو کیجے ہو رہتے یا کسی کے
فرت میں اس کی سواں ناحق کو جاؤں گی اُس لا ابالی کو غم مرنے سے کیا کسی کے

(۶) سرسبز

مرزا زین العابدین خاں عرف مرزا مینڈ و سرسبز تخلص از فرزندان نواب لاہنگ
مرحوم جو آنے است با علم و جواد صاحب فہم و ذکا بہتیش اکثر اوقات بہ مطالعہ کتب دینی
و مسائل فقہی مصروف و برخلاف حامد ان خود طبعش از غنا و غیرہ مجتنب بسلطنت
و رقوم ملک اشتراقتہ می شود و بزرگانش در عہد فرخ سیر بہ ہندوستان قدم گزارشتہ اند
و بربہ عالی جاہی فائز شدہ ہمیشہ مقرب ملک و سلاطین بودہ اندہ چوں مرزا سے مذکور
را بہ سبب موزونی طبع عشق شعر مندی از طفولیت دانشگیر حال بود رفتہ رفتہ بہ سن
ہفدہ سالگی رسیدہ دیوانے تریب دادہ فقیریش ازین مدت چار سال بصیغہ شاعر کی
ملازم و رفیق ایشاں ماندہ بسیار بہ عزت و دوست میداشتند۔ حق تعالی سلامت
دارد۔ من کلامہ

قفس میں گدھے کی کیا غنڈ خلیج و ایران سنے گی بس گھڑی ہواں تو عالم گلستان

شع جب چہرہ پر نور دکھائی ہو مجھے یاد عارض میں تے اور جلاتی ہو مجھے
خندہ گل میں نکلتا ہو کہاں یہ عالم ہائے کیا وضع تے بننے کی بھاتی ہو مجھے
اُس کے کوچہ کی طرف میں تو نہ جاؤں سبڑ کشش دل ہو کہ کھینچے لے جاتی ہو مجھے

جو دوست مرا اس کو نیام سنا ہے وہ صاف اُسے یار و دنام سنا ہے

هر دو نشان آسمان جلالت و او فرد را از برج اہمیت از تحریر و تقریر اقسام و المانہ فصحا و بلغا
 مایق است چوں لخص الہی و جمیع فنون دانشمندی بجا نرود زگار اند بقتضای نمودنی
 طبع کہ باو شاہان سلف را نیز نبودہ است اکثر خوش خیال را در میدان نصاحت می تازند
 و متعجب را از ہر کہ باشد دوست میدارند و در ایامیکہ حکم ترتیب مجلس مشاعرہ شدہ بود
 اکثرے از کار دانان ایں فن در حضور آمدہ حاضر می شدند۔ ایں فقیر حقیر ہم چون بہت
 دیگران با وصف گوشہ نشینی درس کار زیادہ رسوائی داشت بگفتہ میراثا شاہان شاہان
 حسب الطلب حضور با وصف کم بختی و شکستہ حالی شریک مجلس یاران شدہ بود
 چنانچہ در سہاں تاریخ بجلقہ ملازمان حضور درآمد و بعد خدس از کلام فقیر مخطوط شدہ
 در جائزہ تصادمہ کشتل بہ تنہیت میدین بودند بانعام تبریک مکرر سراجہ را از
 حیض خاک یا بروج افلاک رسانیدند و بچہیں قلندر بخش جرات کہ پس از فقیر بدسہ
 چہار ماہ دولت ملازمت حضور حاصل نمودہ بہ نوازش خسروانہ درآمد و نیز ذکر شدہ
 و میر توڑ کہ گوشت درویشی بہ قامت حال خود راست داشت در او اہل مشاعرہ
 مانعام یک و دو سالہ و یک پٹوسر فرازی یافتہ را بہ خود پیش گرفت و میراثا شاہان شاہان
 کہ نہایت و محتاج حضور یعنی حال صاحب قبلہ خان زادخان بہادر کہ ایشان در شعر
 فہمی و شرنوبی نظیر خود ندارند صیغہ اخوت خواندہ اند ہمیشہ مورد لگو ناگوں الطاف خسروی
 می باشند و چند بار بانعام لائقہ قبا و گوشوارہ سرمیابات برافراختہ اند حق تعالی ایں
 قدر شاس شہوار کہ دریں زیائدہ دول قدر بخن با خاک یکساں شدہ بہ تخت سلطنت و
 جہانبانی زود مسلط گرداناد و مراد دل دولت خواہان حضور کہ شہب و روز دست
 برد عا دارند زود بر آورد۔ ایں زمان بیان داد و پیش بہت عالی کردہ خواہند شد حالا
 کلام معجز نظام حضرت نوشتہ می شود و ایں است۔

ترسے گلشن سے کہہ جاویں کدھر ہم
کہ ہیں لے باغباں بے بال و پر ہم
تہ گذر تو کبھی ایدھر سے ہو کر
گئے اس آرزو ہی میں گذر ہم
ہماری آہ پر ہنسا ہے کیا تو
دکھادیں گے تجھے اس کا اثر ہم

جلد پاویں گے تنی باغ میں لے باغباں ہم
کبھو اگر بنا دیں گے چمن میں آئیاں ہم بھی
دماغ اپنا نہیں اس وقت حاضر ہم کو مت چھوڑ
سناویں گے کسی دن تم کو اپنی داستان ہم بھی
جہاں کے مصفیض کو ہونی بخوانہ دیرانی
اسی گلشن میں چھوڑ آئے تھی اپنا آئیاں ہم بھی

نبر لائی باد بہاری کسی کی
دو چن داں ہوئی بقرار کی کسی کی
دلیخا کو یوسف ہی کا دھیان گذرا
جو اس رہ سے آئی سواری کسی کی
ترے ہاتھ سے بوئے مشک کی ثنا
مگر تو نے کمال سنواری کسی کی
میں ستر سبز روا ہوں آتی ہو جینا
وہ سویت مجھے پیاری کسی کی

کب خوش آتی ہو ہمیں سیر گستاں تجھ بن
نظر آتا ہے چمن خانہ ویراں تجھ بن
خواب میں ہی نظر آ جا کہ نشلی ہو مری
پر شوش ہوں میں لے رف پریشاں تجھ بن
اپنے عاشق کی تو بایں پہ نہ آیا صد حیف
جان دی اس نے بصد حسرت لعل تجھ بن
چل تو ستر سبز گستاں میں غزل خوانی کو
بوتے وہاں نہیں مرغان خوش لعل تجھ بن

سیلیمان

مرشد زادہ آفاق مرزا محمد سلیمان فیکوہ سلیمان تخلص کہ محامد ذات قدسی آں

۱۱ آگست ۱۳۱۱ (۱۲) خواب ہی میں (۱۳)

اور ہم سے ہزار حیف پایا ہے
ہے قافلہ عسکری کا روانہ
بت خانہ کی راہ کو سیلماں
منہ کو شرمائے کیوں چھپا لو
رخت اپنا مسافر و سنبھالو
چھوڑ دو تم اور رہو خدا لو

گھر کو برقع جوالٹ وہ مہتاباں نکلا
مہ کو اور تجھ کو جو میزان خرد میں تو لا
رہ گئے ہوتے وہ اس و خرد و طاقت سب
یہاں تلک تیر فرہ کھائے ہیں میں نے اس کے
تیرے بیمار کی سنتے ہیں یہ حالت ہر اکاب
واہ کیا توڑ تری تیرنگہ کا ہے کہ یار
سوزش دل کو بھی میرے نہ بچھا یا تم نے
فتح دیجو تو اسے یا نہ مرداں کہ ترا
چونک اٹھی خلق کہ ایں مہر و خشاں نکلا
اس سو تو حس میں لے یا رو و خشاں نکلا
یوں ترے کو چہ کیوں میں بوسہ سناں نکلا
جائے سترہ مجھے مرقد پہ نیستاں نکلا
جو گیا اُس کی خبر کو سو وہ گریاں نکلا
جس کے سینہ میں لگا پشیم پیکان نکلا
کام اتنا بھی نہ اے دیدہ گریاں نکلا
ملک گیری کو جو جہاں اب یہ سیلماں نکلا

وہاں جو غیر سے وہ رات کو ہم کنار رہا
نشہ میں رات یہ ساقی کا انتظار رہا
تو عتق میں اس بت سے میں نہ کچھ جیتا
یہ کس کے دستِ خاستہ یا داکے تھوڑا رہا
نہ اس نے شرم کے مائے مری طرف نہ کھیا
کسی کے موتیوں کا ہار شب جو یاد آیا
تری جو زلف کو سو نگھایا تو ساری رات
(۱) اُس کی میں نے دس خ

ہم تو کب آپ ملک آپ سوا سکتے ہیں
جہ سانی کا نشان جائے جہیں سے کیونکر
دھار ہے بحر محبت کی سر وہی کی سی
لپٹے کھڑے پہ دو سالہ وہ رکھیں گے چند
تاج و تخت لپٹے سلیمان کو یا شاہِ نجف
آپ چاہیں تو ابھی پل میں بلا سکتے ہیں
کوئی تقدیر کے لکھے کو مٹا سکتے ہیں
یواہوس اس میں کوئی آکے نہا سکتے ہیں
کوئی خورشید کو پرے میں چھپا سکتے ہیں
آپ چاہیں تو ابھی پل میں بلا سکتے ہیں

دل اُس کے سینہ سے یوں لگ کر ہے
سلام شوق کہو خجستہ میں جا
ستائی ہے مجھے وہاں ناتوانی
یہ طفل اتنا آنکھوں سے کل کر
ہمیں حاتمِ خطِ اُس کی سیماں
جڑا جوں دھمکدگی پرنگ رہ رہے
صبا وہاں اک مرا ہم نگ رہ رہے
جہاں سے اُس کا گھر دوڑ کے رہ رہے
مری چھاتی کو پروں لگ رہ رہے
تلاشِ پائے بوسِ سنگ رہ رہے

ساقیا ہے یہ جام کا عالم
کبک زمار اپنی بھول گئے
اب خدا پھر ہمیں نہ دکھلائے
تجھ پہ ہر آنِ نون میں نامِ خدا
جیسے ماہِ تمام کا عالم
دیکھ اُس کے خرام کا عالم
شبِ بھراں کی شام کا عالم
کچھ عجیب دھوم دھام کا عالم

اوروں کی طرح سے اب نہ ٹالو
گالی نہ دیا کر د کسی کو
عرفہ میں سے جھانک پاسِ نیر
ہم کو اپنے گلے لگا لو
بس بس اپنی زباں سینھا لو
غیروں کو نفسی خوشی بلا لو
(۱، حاتمِ خط)

زگستان میں تو کیا سیرکناں پھرتا ہے
 کوئن کہتا ہے یہ ہے عقد ثریا۔ مہ نے
 میرے گلدستہ کو مت سے تو چھری کو تہہ
 گالیاں سنگردوں سہرات میں اب نزلگا
 نرنگا دٹا نہیں منظور تو کیوں پھینکتے ہو
 رات چوٹی کے ترے دیکھتے ہی ہندے کو
 حشم بد دور ادھر دیکھ ان آنکھوں پر سے
 کس طرح لوں میں بلا میں کروں کیونکر تقطیم
 ہاتھ پائی میں سلیمان وہ پریمی مجھ سحر کی

ہو گئے آج ترے کشتہ دیدار کے پھول
 نقرئی پھینکے ہیں تجھ پر سے کئی کے پھول
 کر یا الفت کے ہیں گل اور وہ باد کے پھول
 دیکھو جھڑتے ہیں کیا منہ سے مئے پاک کے پھول
 متصل بیٹھ کے تم رخسہ دیدار کے پھول
 جزا کا اٹھا میں کہ ہر یہ منہ میں بیٹھ کے پھول
 صدقے کر ڈالے تھے سو گز گن تار کے پھول
 دست پائے گئے دیکھتے ہی پاک کے پھول
 میں نے بکھرا جوئے توڑ کئی بار کے پھول

(۸) سودا

شیر بیشہ بخدائی مرد میدان پہلوانی مرزا محمد رفیع التخلص بسودا سیر مرزا
 محمد شفیع کابل کی کہ در عصر خوش سرا آمد شعراے ریختہ گو گزشتہ۔ بعضے اور ادریس فن
 بہ ملک الشعرائی پرتش می کنند بعضی بہ سبب دریافتِ اعلاط صیرح و قوار و صاف در
 بعضے اشعار میں یہ جہل و سرقہ اش نیز نسبت می دهند، غرض ہر چہ بود در روانی
 طبع نظیر خود نداشت۔ غزلہائے آبدار و قصیدہائے سحر کار و ہجو بادشہ ہائے متعدد
 وغیرہم تکماتہ خامہ خیالش صرفہ روزگار یا دگار است۔ دیوانش بہ قریب ۱۰ صفحہ
 رسیدہ، دیگرے اس شہرت در خواب ندیدہ۔ اگر در شمال ہندی اشعار غزل صاحب
 دکن گویم بجا است و اگر در علوم مراتب معانی آیات قصیدہ خاقانی گویم رواہ نقاش
 ادل نظم قصیدہ در زبان ریختہ اوست، حالانکہ گوید پیر و متبعش خواہد بود۔ فقیر در عہد

شب فراق میں کیا کہوں سلیمائے آہ کہ کس طرح سے دل اپنا یہ بے قرار رہا

جب تیغ کو پکڑو وہ خونخواہ گھر سے نکلا
ہر موکرم کے سو سوبل پڑ گئے مکر میں
کتھ کو تیرے در سے انھوس لے گئے کس
چھوڑا نہ مجب گریبان دست جنوں نے میر
روزن سے اُس نے اوپر جھک کر جو دیکھا
اس بت کے دیکھنے کو کرتک دین وایاں
چہروں پر عانتوں کے زردی سی پھرتی پ
لوگوں کے خوف سے پھل شب کو میر غیظ
وہ شاہ حسن میرے اس ملک دل پر یارو
کھول آہ کا علم اورے اس کے تشوں کو
کچھ تو اثر کیا ہے دل کی تر کے شش نے

تب میں بھی جان سے ہوتا رہ گھر سے نکلا
پسکاجو باندھ کر وہ بلدا رہ گھر سے نکلا
اور تو نہ اک قدم بھی لے یا رہ گھر سے نکلا
تب چیر کر میں اس کو زنا چار گھر سے نکلا
کھنکھار کر وہیں وہ عیار گھر سے نکلا
میں ڈال کر گتے میں زار گھر سے نکلا
جب بانہ وہ بنتی دستار گھر سے نکلا
لاچار بھانڈ کر وہ دیوار گھر سے نکلا
جس دم کہ دوڑنے کو ملنا رہ گھر سے نکلا
یوں میں بھی ہو کے اُس دم تیار گھر سے نکلا
پڑھتا جو وہ سلیمائے اشعار گھر سے نکلا

تب دل سے جری آہ کا شعلہ جواٹھا گرم
سج گرم، ہنسی گرم، ناگہ گرم، ادا گرم
ہوں سوختہ میں آتش الفت کا طیبہ
گرمی کا یہ موسم ہے تو خشن خانہ سے اپنے

منفل کی طرح تابہ سحر سینہ رہا گرم
نٹھنے کی پھر کس کے جوان سے گرم
لکھو نہ مرنے نٹھ میں تم کوئی دوا گرم
باہر نہ نکلا کہ نہایت ہے ہوا گرم

جب کہ دیکھے تیرے طرہ دستا کے پھول
(۱) کہ جس طرح سے - (۲) ح (۳) کے (۴) ح

توڑ ڈالے ہر صبا باغ میں گلزار کے پھول

یرے کو یقیں کے درِ دل بیتے اٹھا دیکھ
تک دیکھ صنم خازنِ عشقِ آن کے لئے سیخ
اس گلشنِ ہستی میں عجب دید ہے لیکن
و کھلائے لیجا کے تیجے مصر کا بازار
سودا جو کجھو گوشس سو بہت کے لئے تو
کھلتا ہے ابھی بل میں طلسمات جہاں کا
جوں شمعِ حرم رنگ چمکتا ہے بتاں کا
بب چشمِ کھلی گل کی تو موسمِ سحر خزاں کا
لیکن نہیں خواہاں کوئی ہاں خن گراں کا
مضوں بھی یہی ہر جبرِ سُل کی تھاں کا

تو نے سودا کے نینِ قتل کیا کہتے ہیں
بس سو پچھا میں ل جو ش ہر کہیں نہ نیاں
یہ اگر سچ ہے تو ظالم اے کیا کہتے ہیں
رو دیا اس نے اور اتنا ہی کہا کہتے ہیں

بدلا جڑ سے ستم کا کوئی تجھے کیا کرے
ظالم ہمارے حق کو تشہیر ہے ضرور
میری طرح فریفتہ ہونے خدا کرے
آئندہ تا کوئی نہ کسی سے دفا کرے

عجب بیدارِ مجھ پر یہ مرا صیا د کرتا ہے
دکھاتا ہے اُسے مجھ کو جسے آزاد کرتا ہو

لے دیدہ خانماں تو مرا ہی ڈبو سکا
سودا قمارِ عشق میں شیریں سو کو بہن
لیکن غبارِ یار کے دل کا نہ ہو سکا
بازی اگر چہ پانہ سکا سر تو کھوسکا
لے رو سیاہ مجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

تصویر میں ترے کہو سب اُس لالہ بالی سو
گلے لگ لگ میں دیاراتِ تصویرِ نہاکی

نواب شجاع الدولہ بہادر روزے برائے دیدن ایں بزرگ بختش رسیدہ بود بہ -
 پرورش سگان ایشیم شوق تمام داشت۔ وی سبب آگاہی علم موسیقی مرثیہ و سلام
 کہ گفتہ بر سوز تہادین آہنہا نیز قادر غرضکہ شخص جامع الکمالات بود ہر جا کہ می رفت
 عزت و حرمت تمام می یافت۔ نواب مرحوم و مغفور نیز یون اوراد سرکار خود بایہ
 عنیت می داشتند۔ وفاتش در لکھنؤ و مرقدش در امام باڑہ آقا باقر۔ رونے دریاہ
 محرم فقیر آنجا رفتہ بود کہ بہ ایامے برزگے اتفاق زیارتش افتاد و نظر بر کتابہ فرش کرد
 در ہاں تایخ وفاتش گفتہ میر فتح الدین ماہر کہ ہدم و ہم شیش او بود کندہ دید۔ تایخ
 انیت ۷

خلد کوجب حضرت سوائے فکر میں تایخ کے آئے ہوئے
 بولے مصنف و کرکے بنا شاعران ہند کا سرور گیا

جوں تمیہ ایں تایخ خلافت قانون مورخان بود در خیال فقیر گذشت کہ خلیں
 شخص را تایخ گوے بایت آخر ہاں روز از تائیفیض ربانی تایخ وفات اکں مرؤ
 و مغفور بے کم دکا ست از خامہ خیال سحر کار مولف بیروں ترا دیدہ و از غایت انباط
 دسر در کہ از موزونی ایں مصرعہ فصیحہ مادہ تایخ کہ کالمان ایں فن را بد شواری دست
 دہد خود طبیعت خود را ہزار آفریں گفتہ، آرتے تایخ چنین شخص جنیں می اید۔ تایخ۔
 مرزا رفیع آکے ز اشعار ہندیش ہر گوشہ بود و رہم ہندوستان غلو
 ناگہ دور نوشت بساط حیات را گردید نقش ز قضا خاک لکھنؤ
 تایخ رختش بدر آدرد مصحفی سودا کجا دان سخن دلفریب او
 من کلامہ۔ غزل سر دیوان ادست۔
 مقدور نہیں اس کی تحلی کے میاں کا جوں شمع سرا یا ہوا اگر صرف زباں کا

جس نے نہ دیکھی ہفتق صبح کی بہار
اکل رخصت بہار تھی بندہ صحت میں زور
آ کر ترے شہد کو دیکھے کفن کے بیچ
رو یا ہر ایک گل کے گلے گل چن کے بیچ
ایسی گئی اک نگہ کہ رہی من کی من کے بیچ
سودا میں لینے یار سو چاہا کہ کچھ کہوں

یہ ہاتھ ہو سکے زلف اُس کی سو کہاں گستاخ
ضرور ہو ادب خشتگانِ خاک لے یار
نسیم دشتانہ اگر ہو تو ہوئے دہاں گستاخ
قدم زمیں پہ نہ رکھ زیر آساں گستاخ

بتسم کرے ہے دامن گل شست دستوں تو
ہر صبا کے خاک بھی میری ہو در بدر
بلبل کے خون کا نہ گیا رنگ بوہنوز
جاتی نہیں ہو مجھ سے تری جستجو ہنوز

قد کو تیرے جس جگہ شوقِ خرام تازہ ہو
خط کے آتے ہی جلے اکثر غلامی سوز گل
اُس جگہ شور قیامت فرس یا انداز ہو
بندہ پروردیکھے آگے ہنوز آواز ہو
پرتخن شکنے میں لے سودا تجھے اعجاز ہو
شاعران ہند کا تو گو کہ سنجیس نہیں

کیا جانئے کس کس سوز گداس کی لڑی ہو
ٹھہیرا ہو تری چال میں اور زلف میں جھگڑا
جس کو چہ میں جا دیکھو تو اک لوتھڑی ہو
ہر ایک بکھتی ہو کنگ مجھ میں بڑنی ہو
تم سے نہ کھچے گی یہ کہاں سخت کڑی ہو
گو یہ مہوئی شاعر می سودا کی جوانو

سود جوں شمع نہیں گرمی بازار مجھے
ہر قسم کھکھو فلک سے تو جہان تک جا ہو
ہوں میں دھن کے آتش سے خریدار مجھے
جلوہ جن اُسے حسرت دیدار مجھے
گو تحیر نے کیا صورت دیدار مجھے
ہوں تصدق ترے لے عالم نانوئی خالی

آدم کا جو جب کہ عناصر سے مل بسا کچھ آگ بج رہی تھی کہ عاشق کا دل با

جو گذری مجھ پہ اُسے مت کہو ہوا سو ہوا
بلا کشتان محبت پہ جو ہوا سو ہوا
ببادا ہو کوئی ظالم ترا گریاں گیسر
مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا
پہنچ چکا ہے سر زخم دل تلک یارو
کوئی سیو کوئی مرہم رکھو ہوا سو ہوا
کے ہوسن کے مری سر گذشتہ ہر رحم
یہ کون ذکر کر جائے بھی دو ہوا سو ہوا
خدا کے واسطے آد گزر گئے سے میرے
نہ ہو گا پھر کچھولے تند جو ہوا سو ہوا
دیا اُسے دل و دیں اب یہ جان کر نہوا
پھر آگے دیکھئے جو ہو سو ہو ہوا سو ہوا

حال دل سے مے جب تک نہ نیراز تھا
خردم سر و کوئی محرم اسرار نہ تھا
جو عمل چاہئے کیجئے مرے دکھ دینے کا
وہ نہ کیجئے کہ کہے کوئی سزا دار نہ تھا
پیارو اتفاق دو قاصر محبت الطاف
دل کو جس روز لیا کون سا قرار نہ تھا
صحبتوں کا نہ کرو عیر کی مجھ سے انخفا
کوئی شب تھی کہ میں ہاں پہنچا یار نہ تھا
شب تری بزم میں سودا کو میں کیا تبک
کچھ نموشی کے سوا اس کو سرو کار نہ تھا

میں دشمن حال ڈھوڈ کے اپنا جو نکالا
سو حضرت دل سلم اللہ تعالیٰ
کہتا ہے نگہ سے یہ ترا گوشہ ابرو
دیکھے جو کوئی خوں گرفتہ تو لگا لا
اتنا ہے تو یوسف سے مشابہ کہ عدم کے
پردہ میں چھپا اُس کے تئیں تجکو نکالا

سودا گرفتہ دل کو نہ لاؤ سخن کے پنج
جوں غنچہ سوز زبان ہیں اُس کے پہن کے پنج
پانی ہو بہہ گئے مرے اعضا تین کی راہ
باقی ہر جوں جاب نفس پر پہن کے پنج

کیا کپڑے لیلیٰ نشانِ خاک میں سودا
گو اپنے بھی محبوب کی دیکھی نہ جوانی
جس سمت نظر موجِ سرب آئے تو یہ جان
ہوئے گی کیوں زلفِ جلیپا کی نشانی

بھڑ نظر بھکونہ دیکھا کبھی ڈرتے ڈرتے
حسرتیں جی کی رہیں جی ہی میں ملے ملتے

نہیں معلوم کیا اس سینہ میں جہنم جلتا
مجھے تیغِ گوگرد کا ہر ناصح، یہ جو آنکھیں میں
سرانے اس کے بٹھیا ہاتھ تو ہاتھ ملتا ہے
وہواں نوکِ زباں سواات کرنے میں لگتا ہے
بہاں خانہ خرابوں سے کس کو کچھ بھی چلتا ہے
خبرے جلد سودا کی دگر نہ میں دیکھوں میں

صورت میں تو کہتا نہیں ایسا کوئی کہے
دشنام تو دینے کی قسم کھائی ہے لیکن
یعقوب ترے عہد میں یوسف کو جو رونا
کہتے ہیں جسے عشقِ سودہ جیسے سودا
اک جھج کر کہہ دے قہر ہے آنت پر غضب ہو
جب بیکھے ہو محکودہ تو اک خیش لب ہو
کہتا میں کہ یہ فہم پیسے سے عجب ہو
جوں ذاتِ خدا جس کا حسبِ ہر نسب ہو

جب اپنے بندِ قبا تم نے جان کھول دے
صبا نے باغ میں جا گل کے کان کھول دے

سادن کے بادلوں کی طرح سو بھرے ہوئے
لے دل یکس سو گڑی کرائی ہر فوجِ اشک
یہ وہ زمین میں جن سے کونگل ہرے ہوئے
نحتِ بگر کی نقش کو آگے دھرے ہوئے

عارضِ چمن خط سے دمک کیا ہر نور کی
طوناں طرازیِ مژدہ عاشقاں نہ پوچھ
یہ دودلڑ رہا ہے تجلی سے طور کی
کچھ آبرورہی ہے نہ ختمِ طور کی

اے غم یار مرا خون جگر کتنا کچھ نظر آتی ہے فراخ تر تری دشوار مجھے
 نہ پھر ملکِ عدم سے کوئی یار لے سوتا جانا اب اُن کی خبر لینے کو لاچار مجھے

جس روز کسی اور پہ بیدار کرو گے یہ یاد رہے ہم کو بہت یاد کرو گے

نہ بھول لے اُرسی گریا تو تجھ کو محبت ہے بھروسا کچھ نہیں اس کا یہ نہ دیکھو کی الفت ہے

گل پھینکے ہر عالم کی طرف بلکہ تیرھی لے خانہ پر اندازِ چمن کچھ تو ادھر بھی
 کیا ضد ہے خدا جانے مجھ سا تھو دگر نہ کافی ہے نسلی کو مر سی ایک نظر بھی

اس دل کی تَفِ آہ سے کب شعلہ برائے بجلی کو دمِ سرد سے جس کی حذر آئے
 ٹھک داغ سے چھاتی کے سرک جائے جوا آتش کے تئیں قدرت خالق نظر آئے
 لے شکوہ کی نصرت جب ہیں شرمِ محبت غنچہ کی طرح ٹکڑے ہو متہ تک بگڑ آئے
 نفی کی یہ طاقت ہو کہ اُس سے بسر آئے وہ زلفِ سیاہ اپنی اگر لہر پر آئے
 سب کام نکلتے ہیں فلکِ تجھ کو لیکن میرے دلِ ناشاد کی امید بر آئے
 نامہ کا جواب آنا تو معلوم ہو لے کاش قاصد کے بد نیک کی مجھ تک خبر آئے
 دیتا ہو کوئی مرغِ دل اُس شوخ کو سوتا کیا تہ کیا تو نے غضب تیرے پر آئے
 اب لے تو گیا ہے یہ اسے دیکھو نادان یل میں وہ اڑا نا اگر بال پر آئے

لے آہ تیری تداثر نے تو نہ جانی گو تجھ کو لقبِ ہم نے دیا عرشِ مکانی

کچھ بھی پروانہ کی رمزاں نہ مفہوم ہوئی
سوز پروانہ ہو یا ہے سبھوں پر سبقت
جھوٹ نکلا سبھی عواصے زبا نذاتی شمع
پر کسو پر نہیں ظاہر غم نہیانی شمع

غم نہیں کچھ شیشہ دل گرنے اور ٹوٹ جائے
قصہ مجھ سے بیگنہ کے قتل کا جٹل میں
ہوا لم اُس کا جو شے بہتر بنے اور ٹوٹ جائے
کیوں نہ پھر قاتل کا نثر خیر بنے اور ٹوٹ جائے
سچ میں رہے نہ کیونکر قاتلِ انسان کو دیکھ
خاک کے پتے کا یوں پکیر بنے اور ٹوٹ جائے

کیا کہوں لے ہر مومیر کہاں لگ گیا
جائیں اب کیونکر کہیں ہم سیکدہ کو چھو کر
لگ نہیں سکتا کسو کے جو دہاں لگ گیا
آتے ہی انا تو لے ساقی یہاں لگ گیا
ناتہ لیلی جو ٹھیرا داد می نجیوں میں آہ
بوسے کیا تیرا بھی یہاں لے ساراں لگ گیا

رباعی

بن تیرے میں کیا کہوں جو مجھ پر گزرا
یہاں تک کہ گزر گیا میں اپنے جی سے
جو کچھ کہہا کسو نے سب کر گزرا
لیکن نہ ستم سے اپنے تو در گزرا

دیگر

مست یاد دلاؤ وصل کی راتوں کو
پہروں نہیں مات پھر کھلتی منہ سے
پوچھو کوئی نہ اُن ملاقاتوں کو
کرتا ہوں جب اُس کی یاد میں باتوں کو

دیگر

شور و فغاں مدام ہم کرتے ہیں
السوس ہے اپنی زندگانی افسوس
فرقت میں کسی کے آہ و کھ بھرتے ہیں
ہیں نزع میں جھٹتے ہیں نہ ہم مرتے ہیں

پاس اب ہائے نگہب گل کو نہ لاسیم
دل سے ہوس چمن کی اسیری نہ د
سودا کو ماضی سے رکھا چاہتا ہر باز
ماہ صیحت اپنی سے، خوبی شعور کا

باتیں کہہ گئیں تری بھولی بھولیاں
دل لیکے یو تاس ہے جو تو اب یہ بولیاں
ہر بات میں کنایہ دہر یک سخن میں رمز
ہر آن میں کنایہ دہر دم ٹھٹھولیاں
حیرت نے نثر آئینہ مندرے نہ دیں کبھو
آنکھیں کسی نے دید کو تری جو کھولیاں
کس نے کیا خرام چمن میں کہ اب صبا
لائی ہے بوسے ناز سے بھر بھر کے بھولیاں
اندام گل پہ ہونہ قنا اس مڑے سوجاں
جوں خوش قدوں کے بریں سکتی ہیں جولاں
کیا چاہئے تجھے سرگشت رحمت
جس بے گنہ کے خون میں جا بیٹھ بولیاں
سودا کے ساتھ صاف نہ رہتی تھی زلف یا
شانہ نے پنج پڑے گرہ اس کی کھولیاں

(۹) سبقت

مرزا غل سبقت تخلص خلف مرزا علی اکبر۔ بزرگالش اہل خطہ فارس بودہ اند
وازد پشت در شاہجاں آباد سکونت داشتند۔ بعد از وقوع ہنگامہ شاہ بہ لکھنور رسیدہ
دریں جا توطن اختیار کردند۔ مشائرا الیہ جوان قریب بضیلت است و ہمیں جانشو و نایاتہ
در خوش اخلاقی و آداب صحت و طریق تواضع و خندہ روئی و شکفتہ دلی باغ و بہار
ویدست بمقتضائے موزونی طبع فکر شعر ہندی موافق رواج زمانہ کردہ و از نظر فلندیش
جرات گذرانیدہ۔ اما چون نیک نگاہ کنی بسبب معلومات فن و آگاہی نظم و شعر و
تصنیف قصیدہ غرار تہ شاہریش در نظم قصیدہ از استاد در گذشتہ۔ از دست
عرق شرم رکھے کیونکہ نہ پیشانی شمع
ہی خجل منہ سے ترے چہرہ نورانی شمع

دوست در ہم چنان با عزت و حرمت بسر می برد۔ از مدت در شاہجاں در گذشتہ دیوانش
در تہر موجود است۔ از دست -

لیکے دل لے در بار و کیوں ہم کھاتے ہو تم ہم نظر ازوں کے آگے سر کہاں جاتے ہو تم
اک زلے شہر میں ہائے تمہیں پیدا ہوئے سر گھڑی تیغ و سپر لیلے کے دھمکاتے ہو تم
آگے تم سے کیا توقع ہوگی شیدا گو سیاں ایک بوسہ پر چھری تلوار بتلاتے ہو تم

شیدا نبھل کے جانا کوہ میں آج اس کے پتھر لے کھڑے ہیں ہاتھوں کے بیچ لٹکے
(۲) شکستہ

مرزا سیف علی شکستہ خلف نواب شجاع الدولہ بہادر مرحوم و مغفور جوان خوش
خلق و با علم و جا۔ پیشتر بیان تخلص سے فرمود۔ شوخ و درابہ مرزا کاظم علی جوان می نمود۔ از
چندے تبدیل تخلص نمودہ بجائے بیاں شکستہ قرار دادہ۔ فکر سخن بعدگی و صفائی تمام
می کند و قصیدہ ہائے آیدارد و رسک نظم کشیدہ اند۔ فقیر ایشاں را در لکھنؤ دیدہ بسیار بخوبی
پیش می آندہ من استعجاب دار۔
حکم اتنا نہیں کہ در کو دیکھ میرے الہ کے ملک اثر کو دیکھ

پاس سے میرے رہتے نہ پایا ہوتا ایسا اسباب کوئی جمع خدا یا ہوتا

بوسہ لیتے ہوتے ہم دیکھو ادب کہتے ہیں گالیاں دیتے ہیں آپ غضب کہتے ہیں

دیگر

سبقت اتنا تو کس لئے رہا ہے
کہتے نہ تھے ہم کہ عاشقی مت کرنا
اور جان تو انہی کیوں عبت کھوتا ہے
عاشق ہونے میں بس یہی ہوتا ہے

دیگر

بیدار دو تم اگر چہ ہے فن تیرا
ترسا ترسا جو تو نے مارا مچھو
لیکن میں دست کیا کہ دشمن تیرا
اب ہاتھ مرا ہے اوڑھن تیرا

دیگر

الفت نے ہے جس کی ہم کو ارا افسوس
سبقت دل و جان سے ہو گئے ہم جس کے
وہ کر گیا صاف اب کنار افسوس
افسوس ہوا نہ وہ ہمارا افسوس

دیگر

اُس آفت جاں کو جیسے دکھا دل نے
شکوہ کریں کس کا اور نکایت کس کی
بس تب سے کیا ہو حشر برپا دل نے
ہم کو تو کیا خراب و رسوا دل نے

ٹھنی ہوا سب ہی دل میں کہ کم کسی سولیں
نہ کوئی ہم سے ملے اور نہ ہم کسی سولیں

اٹھا دیتی ہو بتیالی تہہ بن ہم جہاں ٹھیں
قیامت ہو ابھی برپا اٹھئے ہنگامہ حشر
کہیں گستا نہیں ہر جی کہ صحر جاو کیاں ٹھیں
سر نیا رکھ کے زانو پر جو ہم کر کے نغان ٹھیں

حرف اشین

(۱) شدا

شاگرد میر محمدی سیدار، جوان ظریف الطبع بود۔ معاش بہ علاقہ بندی میگرد

مزارِ ابا بسببِ موزونی طبعِ سلیم انچہ گفتہ درست بہتہ است۔ از دوست۔
 تھکو دلداری میں سمجھتا ہوں کیا غلط یار میں سمجھتا ہوں
 گرچہ کہتے ہو پھر بھی آؤں گا ہے یہ انکار میں سمجھتا ہوں

مست مل تجھے کہتا تھا میں لاس سوزیاؤ پالی نہ سزا اور بھی مل اس سے زیادہ

لٹے ہے شب و روز وہ شوخ سب سے مگر ایک اسے آہ مجھ جاں بلب سر

نہ اس کا وصل ہو ممکن نہ تاب ہو دل کو عجب طرح کا آہی عذاب ہو دل کو

تھوڑی بھی نیک بُد کی گروہ تیز رکھے کافر ہو پھر جو اس کو دل کو عزیز رکھے

عجب دس وہ ہو گا جو یہ بات ہوگی کہ اس سے ہماری ملاقات ہوگی

(۵) شایق

میاں پر محمد شایق جو ان صلاحیت شعار است۔ بیشتر شعر خود را از نظم میاں
 ہاشمی کہ ذکر ایشان در ردیف ہا خواہد آمد میگذرانید۔ حالا از چندے بہ طلقہ تبارکری
 قلند بخش جرات در آمدہ از دوست۔

کہ شیخ در بہمن دیر اور کعبہ کو کہتے ہیں روہل کو ہیں غافل ورنہ اس میں نور تو ہیں
 تاشاد کیہ کج حیراج کے مرہم لگانے کا ہمارے زخم انکے توڑ کھل کھل کے نیتے ہیں

خرام ناز ترا بس مری نظر میں رہا تمام عمر ہی بیٹھا میں رہ گذر میں رہا

آنکھیں چرا کے شب بے بہانے سے اٹھ گیا حرفِ مروت آہ زمانے سے اٹھ گیا

دل وجہ گز نہیں سینہ کے داغ کے نیچے جلے پڑے ہیں پتنگے چراغ کے نیچے

سوزِ ہجراں سے ساز کرتا ہوں تو نے جانا کہ اس کو صبر آیا

غم کھائے دل اگر شبِ نف کی تاریکیت پاس ہو رُخ اُس کا یعنی صبح بھی نزدیکیت

(۳) شہر

مرزا ابراہیم بیگ شہرِ شہر تخلص کہ احوالِ ایشان در تذکرہ فارسی بہ شرح د
بسط قوم است گاہ گاہے خیالِ شہرِ شہر ہی ہم می کرد و سہ شعر از و بخاطر است۔
تمام عالم کردہ پیر و اگر بھی ہم کلام ہو کہ کلام سننے ہی اُس کے منہ کو تمام عالم تمام ہو کہ

سامعان کا نہ فقط سننے سے دم رکتا ہو سرگزشتِ اپنی جو لکھنے تو قلم رکتا ہے

اسیروں کی زبانی لے صبا یس کی کہنی ہو مگر گردن کا ڈور اکم ہو جو زنجیر پہنی ہے

(۴) شکوہ

محمد رضا کی شکوہ از آشنایانِ مرزا قاتلِ جوانِ خوش خلق است۔ اگرچہ در شہر شہر

آہیں میں یوں رہ کہتے ہیں سب پڑک کے تجھ شہرت تھا جس کا نام یہ اس کا مزار ہے

(۸) شوق

شاگرد مزارِ نسیم - از دوست -

شمع بنرِ لحدِ بادہ کشاں ہے شیشہ مصرعہ آہِ دلِ غمِ دگان ہے شیشہ
حالِ ساقی سے مرا کچھ نہ کہا اور چلا میں جو دیکھا تو عجب پیہاں ہے شیشہ

دامن سے تیرے خون نہ ہے بن بھر کوئی جھوٹے نہ اپنا عشق تو قاتل مے ہوئے
غارت گردوں کے ہاتھ سوا منہ طفلِ شک جاتا ہوں نقدِ دل کو میں آگے دھکے ہوئے

شوقِ گوشت میں سوائے دو عالم ہو دے شکر صد شکر ترے پیچھے تو بدنام نہیں

سرِ شکِ گرم سے بے دل کبابِ درتہ آب ہوا ہے چشم کا خانہ خرابِ درتہ آب
عرقِ ڈھلک کے حبس کی چھ دق پہ گرا صفائیِ حق سے پہنچایا آبِ درتہ آب
گنی ہو تیند ستر سکوں کے شوقِ طوفاں کو محالِ عقل ہو آنکھوں کو خوابِ درتہ آب

حرف الصاد

(۱) صفدری

از زمرة سلف است - از دوست -

سہر جامہ بر میں لے کے رنگ جینا ہو کچھ شمع کا فوری کو یہ فانوس نیا ہو دیکھو

ذرا تو بٹ کر اوجھل سو دکھا کھڑا کہ جی حادیں
یہ تیرے طالبِ پادِ ردت سے ترستے ہیں
جو لیکر جانِ عاشق کو ملیں غیاں ہندستان
بجھنا مت گراں شائقِ تھیں تو بھی ستے ہیں

ظلم کا شیوہ کچھ اُس ظالم کو ایسا یاد ہو
بہر گھڑی ہر لحظہ اک تازہ ستم ایجاد ہو
نچلے ہو کر بیٹھتے یکدم نہیں طفیلِ اشک
چشمِ گریاں کی بھی کتنی ناخلف اولاد ہو
جائے کعبہ کو یا کچھ صنم خانہ کا طوف
حضرتِ دل آپ کا اب کیا ہیں ارشاد ہو
ہانسی کی وضع پر تو گفتگو کر اختیار
ورنہ فنِ شعر میں شائق ہر ایک استاد ہو

(۶) شہید

از دورہ میر و مرزا است - پختہ گو معلوم می شود
یاد دارم از دوست -
دو شعر از دوا عالم کتب نشینی

گئے برباد اپنے نالہ و فریاد قیمت
بہارِ آخر ہوئی جب ہم ہوئے آزار قیمت
شہیدِ آخرِ مقدور تھا نہیں حسرت میں جی دینا
ہمارے سر پہ اگر چھر گیسب جلا دیا قیمت

(۷) شہرت

شاگردِ جرات است - از دوست -

نامہ جوں ہاتھ میں لیا میں نے
دیکھ قاصد کو رو دیا میں نے

دل ڈھونڈتے ہو پاس مئے ل تو کہاں ہے
اک شعلہ آتش ہے کہ پہلو میں تھاں ہے

دردن کی ہر بات کہ بھرتے تم جوین کے تم
اب قبر پر ہماری جو آن کا گزار ہے

عرق آلودہ گراس کا انگرکھا ہاتھ آجائے تو اس سے صادق اپنی سنیہ انگار کو ملے

نہ آفتاب سے ہر ذرہ یہ چمکتا ہے وہ ایک نور ہے جو سب میں اچھلکتا ہے
صبا لے آئی تھی بواں کس کے کاکل کی کہ جس کی بوسے داغ اب تلک ہلکتا ہے
خدا ہی جانے لے کیا ہوا ہے لے صادق کچھ آپ ہی جو سنیہ میں دل سلگتا ہے

جس نے دیکھا ہے تیری جلوہ گری کا نقشا تھی ہی چھب تختی غضب ایک اُس کفر کی
قیہر قہر یہ پوشاک زری کا نقشا جلد آ جلد دم باز پس میں میرے
نظر آتا ہے سرخ سحری کا نقشا کوئی دیکھے جو مرا زخم جگر لے صادق
تیری بیداو کے ہر صاف سری کا نقشا

ہو نام خدا تجھ میں کیونکہ نہ خود آرائی انداز سخن یہ کچھ چہرے کی وہ رعنائی
تھی ایک تو کرتی ہی لایہ کی غضب تیر ہر آنیت جاں کا فرائینا کی یہ سگھرائی
کچھ اُس سواشاروں میں کہتا ہوں تو کہتا ہے دانتوں میں دبا انگلی لے لے یہ سوائی

۴) صبا

لالہ کا نجی مل صبا تخلص قوم کا لیٹھ سکیٹھ۔ وطن بزرگانش دیروز آباد و خودش در
لکھنؤ تودنایا تھ۔ فقیر درایا بمکہ دار دایں شہر بود چندے حسب اتفاق بر مکان ایشاں
اقامت داشت۔ مشار الیہ در آں ایام بقضائے موروئی طبع شوق شعر پیدا کردہ

(۱) ن خ میں پہلا مصرعہ غائب۔ یہ دو دلوں مصرعے یعنی پہلے شعر کا پہلا اور دوسرے شعر کا دوسرا لک
ایک شعر متا ہے۔ (۲) ن خ تیری بیداو کے ہر صاف سری کا نقشا (۳) دکاں۔ (ن خ)

موتیا ر ایل بھولی ہو گلابی باغ میں منہ پہ اُس گلرو کے جوں شبنم پینا ہو دیکھو
 حسن کے ہماں کی خاطر کی ہو حاضرِ حاضری ستر خطاب کے نکداں پر پودیا ہو دیکھو
 خاتم دستِ سیماں ہے پر رو کا دہن لعل لب کا جس پہ یا قوتی نیکنہ ہو دیکھو
 گر فیب اٹھی ہو گھٹس کر پیٹ میں کہ تاہو کام صفندی حکمت میں بار دینچ پھینا ہو دیکھو

(۲) صفا

کہ بیچ از نام و نشان خبر نہ دارم مطلع از و بیع رسیدہ ایں است -
 محتب جھوٹ ہوئے کس نے بھری تیشہیں رہ گئی ہو کہیں آنکوی تری شیشہ میں

(۳) صادق

میر صادق علی صادق تخلص، فوجدارِ حانِ حضرت شاہ عالم بہادر شاہ غازی
 جوانِ سعادتِ مست و خود بہ فوجدارِ بی بیلیانِ مرشد زادہ آفاق مرزا محمد سیلیان شکوہ
 بہادرِ عروا تیارِ زار و گاہ گاہ ہے بہ مقتضائے سوز و فانی طبع و تبعیتِ حضورِ فکرِ شر کردہ
 و می کنند از نظر میر انشا اللہ خاں می گذارند۔ از دست۔

مے ملا خاک میں جب گردِ شلِ فِلاک ہوں اس کے ملن کی کھالے کوئی کیا خاک ہوں
 صادق ابا و سرور کار نہیں اُس کو مگر ایک بوسہ کی سکھے ہو دلِ غمناک ہوں

دوستی کیونکہ نبھے دیکھے اب یار کے ساتھ دیکھتا ہوں اُسے ہر وقت میں غیار کے ساتھ

نصیب اپنی کہاں ایسے جو اُس نصار کو ملے تہے قسمت اگر نہ ہدی ہی پائے یار کو ملے

(۱) پسر فوجدارِ حان۔ (۲) ح، دوسرا مصرعہ غائب (۳) ح،

اس خاکدان سو جھاڑ کے دامن کو جوں صبا ایسا گیا کہ پھر نہ سراغ صبا ملا

چلے دامن اٹھا کر یہ کہو اس شوخ قاتل سو
تیر زنگ میں تاب تو اس نے ہر ہی ٹھوکی
کے تھامش لیلیٰ کہ میں اب چل نہیں سکتا
صبا ہم نے تو ہرگز کچھ دیکھا جذبہ لغت میں

کہ یہ مدمن نظر آتا ہر زنگیں خونِ بسل سے
رعیت جس طرح پھر جائے ہر مودلِ دل سے
مجھے لے سا رہا تو باندھ کر دوڑا کو محل سے
غلط یہ بات کہتی ہیں کہ دل کو راہ ہر دل سے

مجلس سو اٹھ کے جب وہ رنگِ مگر گیا ہے
کیا سحر ہے کہ جا کر وہاں کا ہی ہو رہا ہو
بھکا پھرے سو مجنوں لیلیٰ کے قافلہ میں
کیا تو نے کچھ صبا سے اتنے ندھو کہا تھا

اپنا تو روتے روتے نورِ نظر گیا ہے
اس کی گلی میں یہاں سو جو نامہ بر گیا ہے
یہ پوچھتا کہ یار و محل کدھر گیا ہے
ردا ہوا ادھر سے باجٹم تر گیا ہے

ازل سے سوز تیرے عشق کا جو سر میں تھا میرے
نہ آیا وہ میاں لب دم آخر بھی بالیں پر

گیا میں جی سو اپنی پڑوہ سر سو گیا میرے
مواتو میں لے ارمانِ بیل میں ہا میرے

عاشق مضطر کا سوزِ دل نہاں کیونکر ہے
لے صبا سچ ہر جدائی میں قبولِ مصطفیٰ

شمع کے شعلہ کی لے یار و زباں کیونکر ہے
درومندِ دوست بے آہ و فغاں کیونکر ہے

ہاتھوں میں تیرے پیاسے سہاڑ خا ہے
یا مرغِ دل کسی کا بسل ابھی کیا ہے

کبھی گلہ و مرا جا کر جو دریا میں نہا تا ہو
زرغِ حسن سو گلزارِ پانی میں دکھا تا ہے

چیزے کہ بزبان خود می گفت آزا از نظر فقیر با عتقاد تمام میگذاشید تا اینکه در عصر قبل
دیوان محصرے درست ساخت طبعش خیال شعربسیار مناسب افتاده بود اگر
عمرش و نامیکرو زیادہ ازیں قدم برجاوہ ترقی می نہاد و اما حیف کہ بہر سبب و پنج
سالگی در عین جوانی مدفوق شدہ و گزشت "از دست -

عشت ہر یہ تمہارا پاس میرے بار آنا جدائی میں مجھے شکل ہرے یار و قرار آنا
یہی شکل اس کے کہ میں سو اب ٹھوں اپنا بعد امید جانان کو شب کو شرمسار آنا
تجے در جدائی میں ترا عاشق کیا جی صبا اس گل کے دروازہ پہ جا کر بکار آنا

جس روز ترے در پہ گزر ہم نے کیا تھا اس دن ہی تری خوشے حذر ہم نے کیا تھا
افسوس وہ آرام عدم میں بھی نہ پایا جس کے لئے دنیا سے سفر ہم نے کیا تھا

محبب بنیر راحت سو وہ رنگ قمر اٹھا غلامی اس کی میں خورشید لے تیغ و سپر اٹھا
ابھی تسکین ہوئی تھی اک زلف افرید زاری لگا دل مضطرب مجھے کہ پھر درد جگر اٹھا
گلے پر میرے خنجر پھیرا وہ اور بھی لیکن ہوئی مجھ سے خطا اتنی کہ میں فریاد کر اٹھا
نہیں معلوم لے یار و صبا کے دل میں کیا آیا ابھی جو بیٹھے بیٹھے وہ یکایک آہ کر اٹھا

فتا میں ایک ن سبب عارت اور گھر کس کا بیہنیا و ہم ہر یار و پدر کس کا پسر کس کا
مجھے آتا ہے تجھ پر رحم اس قاتل کے کوچہ میں لئے جاتا ہوں نامہ آج تو لے نامہ بر کس کا

دن عید کے جو مجھ سے وہ نا آشنا ملا روٹھا تو تھا میں لیک گلے اس کے جالما

(۱) "دواع حسرت بر دل مانی ماندگان بہاد" درگزشت کے بعد (ن ح)

حرف ط

(۱) طیش

محمد امین طیش تخلص عرف مرزا جان کہ مولد والدتس بخارا است۔ قوم مغل، ہندوستان زرا از اولاد سید جلال بخاری، جوائے است پاسبی پیشہ، ادا بند و ادا بند، در سن شانزدہ سالگی طبع موزوں بہر سانیدہ چندے بخندست مرزا محمد یار بیگ سائل کہ نوکرا نشان بر صدر گزشت مشق سخن نمودہ و بعد ازاں رجوع بہ خواجہ میر درد صاحب کردہ۔ شعر را شبستگی و پاکیزگی تمام می گوید و اسوائے اس انچہ گویند والدہ شعر است و خط صرافتی و شائستری ہر دو بخوبی تمام می نویسند و در خوش اخلاقی و آواز و وضع ملاقات و صحبت داری بسیار بے نظیر۔ بالفقر از چند سال رابطہ آشنائی دست دارد۔ از دست۔

ساتی ہر دورے ہر شب اہتاب ہے لیکن یہی غضب ہے کہ تو مست خواب ہے

رنگ سے تیرے لعل گلوں کے غنچے پیاسے ہیں اپنے ہی خوں کے

دل کچھ اس وقت تہللاتا ہے آہ کون اس کو یاد آتا ہے

اس گلشن جہاں میں جو آیا سوداغ ہے گلچمن روزگار سے کس کو فراغ ہے

مصور حسب کہ مار زلف کی تصویر کھینچے ہو تو ہاتھ اپنا وہ دہشت سودم تحریر کھینچے ہو

حرف الضاد

(۱) ضیا

میر ضیاء الدین ضیا تخلص گویند استفادہ شعر و ابتدا از میر محمد تقی میر کہ وہ بظرف
پورب آوارہ شدہ۔ رفتہ رفتہ چند شعرش از زبان بعضے آشیان بہ سمع رسیدہ میر
حسن مصنف ثنوی سحر البیان نسبت شاگردی خود بہ شاگرد الیہ می رسانید و بسیار
شناخوان و معتقد او بود۔ بندہ اور امیدہ چند شعر کہ از وہم رسیدہ اس است۔
گھر ہی کو اس کے بھولا یا راہ بھیر کی ہو یارب تو حیرت کو قاصد نے دیر کی ہے

باو بھی کھائی نہ تھی لے کر مہانے لگا آہ نینچہ تو کچھ کھلتے ہی کھلانے لگا
کل کی سوتلی تجھے کیا بن تھی لے کر غلط اس کے کوچہ میں ضیا پھر آج تو جانے لگا

کہا کیا جانے کیا میری طرف سو تجھ سے بدگوئی کہ رفتہ رفتہ یہ احوال پہنچا یا مرا تو نے

پلائے اب بنجر سم کو قاتل تشہ جاتے ہیں جو کوئی مرنا ہو اس کی حلق میں ٹانی چلاتے ہیں
ہو اتم کس دلنے کا ابھی آج صہرا میں کہ سیلیں دلی پھرتی ہیں گمبے خاک اڑتے ہیں
ضیا رکھ ہاتھ سینہ پر زنجیر کی بھی لے ظالم کہ آج آتو سے آنکھوں میں کچھ لو ہو گئے ہیں

کبھی تو پاؤں کی ٹھکرتیری آشا ہوتے اگر خوابیدہ کوچہ میں تے جوں نقشِ پا ہوتے

کیا جانئے کس نے تجھے محبوب بنایا چہیں نے بنایا ہے بہت خوب بنایا

جوں کہا میں دل کو میرا تجھ سو کوئی نہیں منتے ہی بولا کہ اس سچ ہر ترا کوئی نہیں

ہماری شمع نے دیکھی جو اتکباری ات کٹی بچاری کو روتے ہی روتے ہماری رات
سرک سرک کے پلنگ پر چل چل جانا یہی ادا ہمیں بس جاگنی تمہاری رات

ترا وہ نامہ جو تھا ہم نے کر رکھا تعویذ سو بعد مرگ ہوا وہی قبر کا تعویذ
ذبیح چل سکی مجھ پہ تو منفعل ہو کر لگا یہ کہنے کوئی اس کے ہوسیدھا تعویذ

آپ کچھ مذکور پر میرے ہی ہوتے ہیں حقا میں یہ حیران ہوں کہ یا رب میں ذکیا تقصیر کی

نہ کر جب تنِ لاغر سے مے قطرہ خوں کیا ہی جلا دیشیاں ہوا تلواری لگا

تو ہی لطفِ سخن مرا سمجھے ورنہ کوئی یہ پہیلی کیا سمجھے
میں تو ناحق یہ قصہ کہہ کہہ کر تم سے کہتا ہوں مدعا سمجھے
رفتہ رفتہ کبھی سمجھ لو گے ابھی تو آپ کی بلا سمجھے

بڑے شہید کے اسبابِ غم نظر آئے شبِ فراق کے کالے علم نظر آئے

نہ شہر بھاؤ نہ صحرا لگے بھلا بھکو
آہی بیٹھے بٹھائے یہ کیا ہو مھکو

ہرگز نہ سلاسل سے ہو تغیر سہاری
کچھ تیرے سلیقہ سے پھنسنے ہم نہیں صیاد
جوں زلفِ تیاں چاہئے نہ خیر سہاری
لائی ہے ہمیں دام میں تقدیر سہاری

دشنام کا نہیں کبھی انعام کا نہیں
دینے لگا طیش جو دلِ کن کو تو بول اٹھے
خود کام وہ مرا تو کسی کام کا نہیں
رہنے دو اپنے پاس مے کام کا نہیں

خاک سے جام کیا جام کو پھر خاک کیا
تو نے کیا کیا نہ کچلے گردِ شاخِ فلک کیا

کس کی طرف سے آج طیش تبھکو یاں ہے
میں نے کہا کہ کتا ہوں کچھ تم سے اتنا
بچ کہہ سہاے سر کی قسم کیوں اُداس ہو
کہنے لگے کہ سمجھو ہیں جو اتنا س ہے

ناز ہو انداز ہے ہر دم نئی اک آن ہو
شاعر اکثر آئینہ رو کہتے ہیں معشوق کو
دلربائی کا غرض تیار سب سامان ہو
لیکن آئینہ کو بھی دکھا تو یہاں حیران ہو

آئے تو ہو کہیں سے آخر ملے دے تم
آداز میری سن کر غرض سے جھک کے بولا
کیا ہو جو پھر مے بھی لگ جائے اب گلے تم
کس واسطے کھڑے ہو دیوار کے تلے تم

کہے ہو بیٹھوں ہوں محفل میں اس کی دور
خدا کسی کو نہ آزارِ عشق دیوے یا ر
اکل کھرا ہے کہ بیٹھا کرے ہر سب کے دور
کبھی نہیں بھی یہی عارضہ تھا اس کے دور

نشودنایاتہ^۱ وخوان وپیرشدہ معاصر میر و مرزا است۔ شعر را بہ تلاش تمام می گفت و گاہ
گاہے بطور غنی خیال شعر فارسی کم کردہ۔ دیوانش بعد فوتش بہ تدبیر کے ادا نشان صورت
تدوین گرفتہ۔ فقیر ہر گاہ بہ دو کائنات میرفت بسیار بہ دل گرمی پیش می آمد۔ از دوست۔
اس ابر میں بے سانی دے جی پہنچے ہر ہر بوند کا کھانا مجھے ہیرے کی کنی ہے

ہمیشہ دل میں خیال بگھا رگڑے ہے اسی خیال میں لیل و نہار گڑے ہے
بگھاہ یوں دل عارف کو پار گڑے ہے کہ جس طرح سے کہ صابن لٹو تا رگڑے ہے
چڑھا ہر خون شہد ان عشق بر سر چرخ شفق نہیں ہے یہ لوہو کی ٹھار گڑے ہے

طفل ہولی باز کے ہاتھوں سے بچا ہر حال موٹھ سچلتی ہے چلتی ہے یہاں مشت گلال

کوئی چھپتی ہیں پیار کی آنکھیں اُن سے ہوتا ہے آشکارا خلوص

دخترِ رز سے جا کہو کہ ملے ورنہ عارتِ ایم کھاتا ہے

عظیم (۲)

مرزا عظیم بیگ عظیم تخلص اگرچہ شہرت نہ ناگردی مرزا رفیع سودا دار و داماد راہبند
از شاہ حاتم استہادہ کر دیا گوشت چنڈ روز و فرخ آقا و کسوت قلمدری بخود و است۔
حالا با زور لباس نیائی آمدہ۔ فقیر اورا در شاہجہاں آباد دیدہ حوان بچک رو بود اکثر
در مشاعر ہامی آمد و بر صدر مجلس می نشست۔ دعوائے شاعری خیلے در دماغش جادا

(۱) "مار و دوزخ" میں (۲) "مرکز" (۳) "مرکز" (۴) "مرکز" (۵) "مرکز" (۶) "مرکز" (۷) "مرکز" (۸) "مرکز" (۹) "مرکز" (۱۰) "مرکز"

(۲) طالب

طالب حسین خاں طالب تخلص سپہ میاں عسکری جوانِ رعنا و کشیدہ قامت و خوش
خلق و خوش تقریر کہ دار و نگلی خاصہ مرشد زاوہ آفاق مرزا محمد سلیمان شکوہ بہادر اتیا ز تمام
دارد۔ پیش ازین بمقتضائے صحبتِ شاعر و شرکتِ جلسہ پارانِ موزوں الطبع برائے
خوشی مزاج اقدس و رجز لہائے طرحی حضورِ چہرے کہ موزوں کردہ بود آں را بہ نظر میر
انشاء اللہ خاں کہ مرتبہ دو سستی شیش با شیاں بہ مرتبہ برادر سی کشیدہ گذرانندہ۔ یوں یہ فقیر ہم
باعتمادِ تمام پیش می آید چند شعرش کہ بہر سیدہ می نویسد۔ از دوست۔

محمّد سے جیب آنکھ وہ ملا تا ہے	دل ہی سینہ میں لوٹ جاتا ہے
غیر سے مل کے شعلہ خوانِ حق	کیوں جلوں کے تنیں جلاتا ہے
فرہ لے قیس تیری ادبی میں	ہستہ بلی کا آج آتا ہے
غیر سے کر کے سخت و زبانی	سخت تو جی مرا بچاتا ہے
آج طالب کا عشق میں شیرے	جلد آور نہ بھی ہی جاتا ہے

اشکائے حرم گئے ہیں اپنی بھی ترگاں کو لپٹا
دشت میں آہ شرر بار جو طالب نے بھری

اوس جیسی کہ ہے خارِ نیلاں سے لپٹ
ایک شعلہ گیا خاشاکِ بیاباں سے لپٹ

حرفِ لعین

(۱) عارف

محمد عارف رفوگر کہ عارف تخلص سے کردا شلش ار کشمیر است و خوش و شہا بہادر

دل کے بھی غم کو کھڑے ہوئے ایسے قائل پر
فارغ ہیں کشمکش سے جہاں کے شکستہ دل
جوں غمچہ تیر زبان کھلی عرض حال پر
پہنچے نہ ہاتھ شانہ کا جیتی کے بال پر

غنیّت، نظم اس عاجز نفیس سن تو اٹھے
پڑے تحسین چو لے بھاریں اور آفریں ڈبے

(۲) عاقل

عاقل شاہ عاقل تخلص جو اپنے بودیہاں آبا واکثر بہ بندہ خانہ پرے
شنیدن اشعار فقیر می آمد ویدیا رخطوط می شد خود ہم چیزے موزوں می کرد از ولایت
دیکھتے ہیں جو کوئی تہر جہاں آباد کو
قید بھی یہاں کچھ نہیں اور جھوٹ بھی کٹھن نہیں
واہ وا اس دامن کو اور آفریں صیا و کو
دیکھئے اس کام کو اور کام کے استاد کو
ورنہ کیا طاقت ہو آئے اس جگہ جلا و کو
پر پڑی یہ یاد ہو جو بھولے اپنی یاد کو
یا نے اس کی تو عاقل کوئی بھی غافل نہیں

(۴) عیش

مرزا حسین ہنسائے عیش تخلص شاگرد میر سوز صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ جو ان خندہ
خوش خلق و متواضع و خود میں دیش از دست -

وہ اگر آئے بشت بام کہیں
کیا ہے یہ قطرہ قطرہ بے ساقی
میں بھی کر لوں اسے سلام کہیں
یک بار می تو بھر کے بام کہیں
یہ غزل عیش ہو قصد حق سوز
مجھ سے ہوئی غنی انصرام کہیں

پہنچ کس را بہ خاطر نمی آورد و خود را از ہمہ ممتاز میدانست یا آنکہ هیچ علم و فن ندارد، مرد
سیاہی پیشہ است۔ در شہر تماشاہائے نمایاں می کند۔ یک دو قصیدہ ہم بہ قوت تمام
گفتہ۔ دیوانش بلا تشبیہ و تکیل حائل واقع شدہ۔ از دست۔

گل چشم خوں نشان سے گلزار پرین تھا دامن کا تھا جو تختہ اک تختہ چمن تھا
کیجو عظیم کو بھی یارب غریق رحمت آوارہ جنوں سا اک صاحب سخن تھا
اور معنی نہ دیا ہند می زباں کا صائب ہندوستان سے لے کر مشہور زاد کن تھا
اک دن جو گھر نے نکلا خط شعا کی صورت بکھرا ہوا بدن پر تار پیرس تھا
اور ماسوائے اس کے کہتے ہیں مئے مرے عریاں تنی سو اس کا غوغا زبں بدن تھا
دیکھا جو دفن کرتے جوں شمع پر ہو فانوس تربت میں دور تن سے بالشت بھر کفن تھا

یہاں غدر پذیرا ہو برے سو نہ بھلے سو جوں غنچہ زباں بکھے ہو تک لبیک ہلے
اُپھرے ہو تو لے شیشہ بھی اپنے دموں پر سکلا ہے ترا ہاتھ جو تیر کے تلے سے
کہتے تھے دلا شیریں لبوں کو نہ مل تا اب مثل گیس فائدہ کیا ہاتھ تلے سے
چھتا ہے کوئی شمع صفت سوز دل اپنا سر کا ڈاگر تو ہو نمودار گلے سے
گلہ ز کی مانند جز آتش کے عظیم اب لاسے نہ کھی بل مری بھول بھلے سے

پاس سخن پیچے ہو یہاں اس کی تان پر مانند خامہ مے جو سراپا زباں پر
تقریر سر گذشت نہ پوچھو کہ خامہ وار آتا ہے گریہ ہر سر حرف بیان پر
گھر میں بھی اپنے آئینہ ساں منتظر ترا حیراں کھڑا رہوں ہوں سدا انسان پر
نام آوردی جہان میں ہو باعث کائنات نازاں نجوں نگیں ہو تو نام و نشان پر

۱۱) تھا دن ۲۱ ح ۲۱ حیراں سا کھڑا رہوں ان دن ۲۱ ح ۲۱ ح

بڑی چین ابرو مر غنچہ دل
خدا کی خدائی ہے قائم یہ تجھ سا
میں رو رو کے آنکوں سر کی شیتہ بازی
خدا جانے کیا منہ بھرائی ہے اس کو
سبھی دعویٰ عشق رکھتے ہیں یارو
یہ عقدے ہیں وہ جن کو کھلتا نہ کھیا
نہ دیکھا نہ دیکھا نہ دیکھا نہ کھیا
یہ منہ تن کے تو نے تاشا نہ کھیا
لب جسم دل جو کبھی نہ دیکھا
یہ کوئی عشق سا ہم نے رسوا نہ کھیا

سورات بحر غم میں فلک تو ڈوب سکا
کس رو سے طعنہ زن ہو خرابیوں کو تنگ
یراک دن وصال کا تجھ سے نہ ہو سکا
خرقہ کو اپنے وہ تو ریا سے رہو سکا

وہ دم دل کو مر نہیں آتا
خانماں کچکا ہوں میں برباد
تو جراتنا نہیں ستا آتا
حاک جو شہر میں لگی اڑنے
اس پہ بھی اُس سے نہیں آتا
اس پہ میرے وہ گھر نہیں آتا
کیا حد کا بھی ڈر نہیں آتا
عشق کیا چشم تر نہیں آتا

کہنے کو ادھر ادھر گئے ہم
تاجان نہ ہو عدول حکمی
تھے تیری طرف جدھر گئے ہم
تو نے کہا مر تو مر گئے ہم

ہم نے تو خاک بھی دیکھا نہ اندر رٹنے میں
رات کب آئے تم اور کب گئے معلوم نہیں
جب تلک اٹک تھیں بیٹھا اگر آیا ہے
تجھ کو اسے دیدہ تر نخل ہو رونا لیکن
عمر کیوں کھوتے ہوئے دیدہ تر رٹنے میں
جان اتنی نہ رہی ہم کو جبر روئے میں
تیری صورت نہیں آتی سر نظر رٹنے میں
ڈوب جاتا ہے یہاں دل کا نگر رٹنے میں

عشقی (۵)

مراد آباد می فقیر اور در آؤلہ دیدہ بود شعرے از وہ خاطر است۔
کوئی تو ہے گلہ کوئی سر درواں ہے دیکھا تو یہاں ایک سی ایک آفت جاں ہے

عظیم (۶)

جوانے بود سیاہی پیشہ یک غزل خود در آؤلہ تیں فقیر خواندہ بود۔ سر شرازو
انتخاب افتاد اینست۔

کارواں اتک کا ہوا سیڑیاں آنکھوں سے تم کو بھی آہ و فغاں ہم یہ خبر کرتے ہیں
کوئی اگر تم میں سے چلتا ہو تو آجائے شباب ورنہ اب یا تو کوئی دم میں سفر کرتے ہیں
کچھ نگہ میں نہیں آتا ہے بحر جلوہ یار جبکہ ہم دل میں عظیم اپنے نظر کرتے ہیں

عشق (۷)

شاہ گھسیٹائی عشق کہ در عظیم آباد بیا رہ عزت و حرمت بصری بردار دست۔
رور و شب تجھ سے گولائی گئے چین اس پر نہ ہو تو کیا گئے
تجھے جو رستم ہوں تو کر دیکھ یہ نہ ہو گا شبھی گلائی گئے
دل نے مجھ کو بہت ستایا ہے کسی کا ورے آشنا گئے

ترے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا نہ دیکھا سو دیکھا جو دیکھا نہ دیکھا
وہ آیا نظر بار بار پر کسی نے یہ حیرت ہے اس کا سراپا نہ دیکھا

نہ ہنسرور اتنا بلبلو تم ہمارا بھی کبھی یہاں آئیاں تھا
مگر نعرہ کیا تھا عشق تو نے زباں پر برق کی جواں یہاں تھا

کیا کیا جنائیں ظالم سم نے ترسی ہیں ہیں لیکن تسکایتوں سے لب آشنا نہیں ہیں
کہہ بعد نقل مجھ کو کس طرح چین آوے جو حشر تین تھیں دل میں سبوں کی توں میں ہیں

اوروں کا جگر یا رجوتیروں کو سئے ہو یہ عاشق جاں باختہ کس من کے لئے ہو

لے درد دل ہو باقی نے آہ نے فناں ہو لے سوز عشق بیج کہہ تو ان نوں کہاں ہو

دیکھئے بن اس کے اکدم صپن سے رہنا نہیں اس ل کافر کے ہاتھوں سخت گھیرے ہیں ہم

لے آساں اپنا اور یہ زیں دونو عاشق تو چھوڑ بیٹھے دنیا و دیں دونو

رباعی

کعبہ میں بہت خاک اڑائی ہم نے بت خانہ میں صوت بھی نریائی ہم نے
آخر کو کہا عشق نے ہم سے کچھ اور دیکھا تو یو تھیں عمر گنوائی ہم نے

دیگر

دیا کے لئے نہ ترک تازی کیے ہر طرح سے عشق میلہ سازی کیے
ٹمک دل میں سمجھ کے اپنے انصاف تو کر کس زیت پر اسی ٹہا بازی کیے

جب ملک اشک تھے آنکھوں سے ہائے گز
عالم عشق میں مجنوں بھی بڑا گڑھا تھا
اب نکلے ہیں بڑے کنت جگر رنے میں
یار محنوں کو بھی ہم کاٹے ہیں رنے میں

کوئی بت کہتے ہیں اور کوئی خدا کہتے ہیں
دل کے ٹینے کے برابر کوئی تقصیر نہیں
ہم سے جو پوچھو تو دونوں کو خدا کہتے ہیں
جو مجھے کہتے ہیں سو بارو بجا کہتے ہیں

بات کہنے کی نہیں طاقت نکایت کیا کروں
عشق زھمت سے تو شور شراب برپا کروں

حوں آفتاب تاباں کو نام کو بنا ہوں
گو نام اور نشاں پہنچا ہوں یار دیر
یہ پرتوا ہے تیرا ملک دیکھ میں کہاں ہوں
جو دیکھو فی الحقیقت ہوں ہم یا کہاں ہوں
باتیں نہ سن تو میری جل جائے کا روٹنے
میں برقی ساں ہوں یا عشق کی زبان ہوں

دل غم سے خوں میں بہہ گیا اور آنسو چھلے
جائے ہوئے دم کو کوئی روکے بھلا کتنا
آتا ہے تو آجا کہ نفس باقی کو اب تک
جو سانس یکا یک نہیں آسکتی ہو اب تک
پہنچی ہے میاں ضعف کو عیش کی حالت

دل ماجگر جو رکھے سو اس سے روید ہو
حسرت کو دل میں مت کھنٹیر آزمائے
منہ دیکھو آئینہ کا جو اس کے رو برو ہو
ہم مر گئے بلا سے دنیا ہو اور تو ہو
ہو شکل اس کی آساں یا رب یا یک ہو

مری آنکھوں میں بتا کہ جہاں تھا
خیال غیر دہاں آنے نہ پایا
ڈوبایا آہ اشکوں نے جہاں تھا
نفس کو جہ میں دل کے پاباں تھا

زندگی سے تنگ آیا ہوں بس اب آگے تو مت سناؤ جی
وہ بگھاڑے ہزار تم غیرت اب اُسی سے بنائے جاؤ جی

۳) غلامی

تخلص شاہ غلام محمد از قدا است۔ با شاہ حاتم دوستی داشت و اکثر تہل
ایشاں بر تکیہ شاہ تسلیم می نشست۔ سترے از دوست۔
کل جس کی نگہ تیر سی بر ماں ہوئی دل پر پھر آج وہی دور سے قاتل نظر آیا

حرف الف

(۱) فراق

تخلص تنہا رائد خاں برادر زاوہ ہدایت خاں ہدایت جوان حلیم و حلیمہ خوش
فکر و شیریں گفتار استغادہ شعرا از خواجہ میر درد کردہ بلکہ ذات شریفیش را ہمیشہ از کمالان
اس فن قیاس میکرد آخر پیشین حتم فقیر تحصیل طب کردہ نام بہ طبابت بر آوردہ چنانچہ
حالا بحکیم شمارا اللہ خاں شہرت دارد۔ دیوان رنجہ اش شستہ در رفتہ است۔ فقیر تا
در شاہجہاں آباد بود را بطلہ دوستی روز بروز روز در ترقی داشت و اکثر بانی صحبت
مشاعرہ ما ادب و د۔ حق تعالیٰ اُس عزیز را ہر جا کہ باشد سلامت دارد۔ از دوست
تخبر لو ہاتھ میں نہ میان تم کٹا ر لو اس حیدر تو ان کو نگا ہوں میں مار لو

یار این عدم سے کوئی کہد کہ سدا رہیں ہم پیچھے چلے آتے ہیں ہم کو نہ پکاریں

(۱) از بکار ادکا را دوست دن خ

دیگر

مست پوچھ کہ تجھ بغیر کیوں نہ گزری
دل ہی جانے ہے آہ نہ گزری
نویاد و نغان داکہ کرتے ہی ہے
اپنی تو تمام عمر یوں نہ گزری

حرف غین

(۱) غضنفر

غضنفر علی خاں غضنفر تخلص عرفت یاں کہلو بغیرہ پیری غلام حسین خاں کرد رہ
کہ دراصل ایشان کھتری بودہ اندو از مال دنیا نیز نہرہ دانی داشتند۔ جوان خلیق و
خوش وضع است و بر شاگردی قلندر بخش جرات اتنا ز تمام دارد۔ از دوست -

تصویریں ہو اس سے دو بد ہم
کیا کرتے ہیں بہروں گفتگو ہم
گیا اب وہ گریباں ہی کہ جسے
سدا رہتے تھے مشتاق رفو ہم
کھینچی دیکھی جو کل تصویر مجنوں
تو گویا بیٹھے تھے بس ہو بہو ہم
کفن ہے ہم کو دو آنسو بہانا
کہ بعد از مرگ پا دیں آبرو ہم
نہ آیا مرتے دم بھی وہ غضنفر
چلے دنیا سے کیا پر آرزو ہم

(۲) غیرت

شاگرد جرات از دوست -

ایکسی ذہب سے آپ آجاؤ جی
یا ہمیں کو کہیں بلاؤ جی
جاں اکھوں میں آ رہی ہر جان
اب تو صورت ہمیں دکھاؤ جی

رں، کھیلو۔ (ر)

موزوں طبع کہ موروثی است، گاہ گاہ ہے بروضع خاندان خود لب بزم مزہ نیت
 می کشاید و اندکی حصہ ز پدر ہم دارد۔ از دوست
 رہانی تو نے میری اپنی ہی ضد بوفارگی
 شہبِ صلیٰ فی تھی یار و سوس بولطفی سگائی
 کدوت جب بت انداز سے نکلا ہی کی تیری
 بناتے صنایع قدرت نے کیا کیا پیول گل یوتی
 کہیں اب کس سو ہم جا کر ہماری تو نے کیا کھی
 ہمارے لئے اُس نے درمیاں تلوار لائی
 ہماری خاک اُس کو چیمیں تو نے کب صبا کھی
 برے اس گھبدن میں کچھ واسبے لائی

دوڑ میں ساتی تھے آگے ہیں نے نوش ہم
 سرفرو لاتے نہیں زولیدہ موای عشق کے
 بے زبانی کی بوجھو جو ہم سے کوفت میں
 شوق میں تیرے کنار ووس کے لئے جرجن
 دل نہیں رہتا کہ چھپ کر دیکھ لوں ز رفیق
 جام خالی ہے ہو کیا تے نہیں بیہوش ہم
 سایہ بال ہمارے میں پاؤں ہم
 چوٹ کھامی لگی دل پر کہیں خاموش ہم
 موج کے لاندہ موج تے ہیں سب آغوش ہم
 عمر گزری ناکسی کو اپنی ہیں پوش ہم

گل کھا موئے جنہوں کے لئے جسم ناریہ
 یاری کی مت امید رکھا کر قریب سو
 کیا کیا طیور آ کے سرتیر پھر گئے
 یہ فیض ساری صورتیں ہیں مٹنے والیاں
 دو بھول بھی نہ لائے کبھی وہ مزار پر
 میں ایک ناتواں ہوں بھاری ہزار پر
 گھجھ ان دنوں نہیں ہو ترا دل سکا پر
 مت بھول آہ یہاں کے تو فتنہ دھکا پر

(۳) فغان

اترق علیٰ خاں فغان عرف کو کہ خاں یعنی کوکہ احمد شاہ بادشاہ از دورہ سائن

(۱) حصہ از عجب پدر ہم دارد۔ (۲) رخ (۳) دکھ لوں میں در فیض (۴) رخ

سُہل کا یہ منہ ہو کہ ہو اس کیف یا کے نزدیک
آئینہ ہو نہ سکے جس کی صفائے نزدیک

کس زلف کا شیدا ہو مراد دل نہیں معلوم
ہر غنیمت میں ہو تری ہر گل میں ترانگ
کیا جانے کدھر کتنی گئے نختِ جگر کی
سمجھائے کسی کے بھی سمجھے ہیں دل و لہ
مجنوں کے سوا دیکھے اب شہتِ جنوں میں
کس چشم کا زخمی ہے یہ سہل نہیں معلوم
جس پر بھی تری شکل و شامل نہیں معلوم
دریا سے شہر شک اپنے کا صل نہیں معلوم
کیوں پاؤں میں پڑتی ہو سلاسل نہیں معلوم
ہو کون فراق اپنے مقابل نہیں معلوم

نیر کے دل میں نہ جایکے گا
کاسہ چشم کو لے در پر ترے
زارِ ان خرم و دیر کبھو
ولے اس اپنی سیہ سختی پر
میری آنکھوں میں رہا کیجے گا
بے نوا یا نہ صدا کیجے گا
میرے حق میں بگی عا کیجے گا
خواہش زلف رسا کیجے گا

کر دں کیا وصف میں یاد تیری خوش گاہی
متاعِ دل فراقِ ارزاء ہو یوں زار و بیا
ہر اک دلم نگہ میں حال ہو کیا پشتِ اہی
کہ جیسے مال بکتا ہے کسی نفیس سپاہی

آکھوں ہی نے اُس شوخ سے بیانِ اہِ کلی
گو جان سے جاگ تو فراقِ اُس کے اہل
ساتھ اپنے ڈوبیا مجھے کیا چاہ نکالی
پر دیکھو تو نے جو کبھو آہ نکالی

(۱) فیض

میر فیض علی فیض تخلص سپر میر محمد تقی میر جو ان صلاحیت شمار است بمقتضائے

آنکھوں نے بے سقیۃ الفت ڈیو دیا کچھ بس نہ چل سکا تو مری جان رو دیا
کیا پوچھتے ہو حالِ فقاں کا سنا نہیں خانہ خرابِ عشق نے دنیا سے کھو دیا
اُس کے وصال و ہجر میں پڑی گزر گئی دیکھا تو نہ دیا جو نہ دیکھا تو رو دیا

دلِ تنگی نفس سے بہا تک ہوئی مجھے گویا مرا چین میں کبھی آسٹیاں نہ تھا

تجھ کو روزی ہو مری جان دے مائیں لینا تجھ کو ہر شب تری دلقوں کی بلائیں لینا

فقاں کہہ تری کہنے کی احتیاج نہیں یہ عشق ایسا ہی ظالم ہے اں مے صاب

ترپے ہو دست پیر کسی آر دو کے پنج نامح نہ دیر کیمو ہر گز رنوکے پنج
قاتل کا داخواہ میں کیونکر ہوں رنوشتر لو ہو مرا بہا ہی راست دتو کے پنج

لکھنا لے نامہ برد و دیوار پر پر گزرا جو کچھ الم دل امیدوار پر
ممکن نہیں کہ غیر نہ ہوئے رکاب میں تجھ کو خدا لائے ہائے فرار پر
کیا تو شبِ فراق میں جیتا رہا فقاں یہاں تک گماں نہ تھا ترے صبر و قرار پر

کبھی نہ گل سے محبت نہ بوسے ہو خلاص تجھے بھی دہر میں ظالم کس سے ہو خلاص

دیکھئے خاک میں محبوب کی اثر ہے کہ نہیں دشت میں ناتو لیلی کا گزر ہے کہ نہیں

است۔ شراب صفائی تمام می گوید و نسبت شاگرد می بندیم می رساند چنانچه خود گفته است
 ہر چند اب ندیم کا شاگرد ہے فتاں دودن کے بعد دیکھو استاد ہوتے کا
 درایا میکہ بہ سبب تفرقہ شاہ از شاہجہاں آیا دیرآمدہ بہ طرف پورب گذرا نگلد و معرفت
 میر محمد نعیم خاں کہ ہم مکتب ایشان بود بہ ملازمت نواب شجاع الدولہ بہا در رسید
 یکے از مقرران گردید۔ در بہاں نزوے روئے نواب وزیر دستش را در عالم اختلا
 بلس سوختن آب در دیدہ گردانید و بیج نہ گفت و آخر یہیں حرکت آزرده شدہ بہ طرف
 عظیم آباد رفت و در سرکاریداجہ شتاب راستے بہ ندامت پیشگی یتیم آمدہ اقتدار کلی بہ
 بود چند سال است کہ ہاں جائزہ نگانی را جواب دادہ۔ از دوست۔

مست قصد کر صبا تو دل و اغدار کا ظالم یہ ہے چسپاں رخ کسی کے مزار کا
 کرتا ہے وصل میں درد دیوار پر نظر تجھ کو مزا پڑا ہے فتاں انتظار کا

عالم کو جلاتی ہے تری گرمی بازار مرتے ہم اگر سایہ دیوار نہ ہوتا

ز قہ رفته بہت خوش قدم آفت ہوگا قدم آگے جو کھے گا تو قیامت ہوگا
 کیا سبب ہو کہ نہ آیا مرے نامہ کا جواب خیر ہو یا رکی قاصد تو سلامت ہوگا

ایسی نگاہ کی کہ مرا جی کل گیا قصہ مٹا، عذاب سے چھوٹے خلل گیا
 آئی بہار پھر تو یہ سن لیجیو فتاں زنجیر کو تڑا کے دوانا مکمل گیا

آنا ہمارے گھر میں تجھے عار ہو گیا ایسا فتاں کے نام سے نیرا ہو گیا
 (۱۱ ٹوٹا کے۔ دن ح)

و اما نگاہِ راہِ عدمِ کوشش کیجیو بانگِ جبرس نہیں یہ ہر فریادِ رشکوں

رکھتا ہے د دست چرخِ مے دو راہ کو زلفِ سیہ سے ربطِ ہر بختِ سیاہ کو
ہر علی ہر دل میں نہ کر خوفِ روزِ حشر تولے چلا ہے ساتھ قناتِ زادِ راہ کو

صیادِ راہِ باغِ قراوش ہو گئی کچھ نفیس سے مت مجھے آزاد کیجیو

تقویتِ ہر داغ سے میرے دلِ بیا کو لے فلاطون کیا مرض کہتے ہیں اس آزار کو
نقدِ دل لے کر قناتِ کا چھوڑ دینا ہر عبت گرم کرتی ہر حسدِ راری تیرے بازار کو

مجھ بتلا کی چشم کہاں تک پر آب ہو لے دل خدا کرے تراخانہ خراب ہو
جہمِ حمِ پائے دوست مجھے روزِ جاہم سے تو مست رہ قناتِ تراوٹن خراب ہو

کہتے ہیں فصلِ گل تو حین سے گزر گئی لے عنایب تو نہ نفیس بیچ مر گئی
شکوہ تو کیوں کر ہے افسوسِ خج کا تیری کب آئینِ مے لو ہوئے بھر گئی
تہا اگر میں یا رکوپاؤں تو یوں کہوں انصاف تو نہ چھوڑ مروست اگر گئی
مجھ سے جو پوچھتے ہو تو ہر حالِ شکر ہے یوں بھی گزر گئی ہری دوس بھی گزر گئی
آخر قناتِ رہی ہر اسے کیوں بھلا دیا وہ کیا ہوئے تپاک وہ الفت کدھر گئی

ڈرتا ہوں محبت میں مرا نام نہ ہوئے دیا میں آہی کوئی بدنام نہ ہوئے
شکستہ کوئی تیز سی لینا میرے قاتل ایسی نہ لگانا کہ مرا کام نہ ہوئے

توشتہ راہ سبھی ہم سفران رکھتے ہیں تیرے دامن میں نغاں نخت جگر کہ نہیں

عاجز ہوں تیرے ہاتھ سے کیا کام کروں میں
گر روز جزا داغ شب بھر دکھاؤں
تو صبح قیامت کے تئیں شام کروں میں
کافر ہوں اگر گور میں آرام کروں میں
کچھ راہ کے چلنے کا سر انجام کروں میں
جاتا ہے نغاں قافلہ ہم نفساں بھل

ہو کر ترے نفس سے میں آزاد کیا کروں
نہ زندگی میں وصل میر نہ بعد مرگ
بے بال دپر ہوں لے مے صیاد کیا کروں
عاجز ہوا ہوں لے دل ناشاد کیا کروں

بتلائے عشق کو لے ہمدان شادی کہاں آگئے اب تو گرفتاری میں آزادی کہاں

خط دیجو چھپا کے ملے وہ اگر کہیں
باد صبا تو عقدہ کشا اُس کی ہو جیو
لینا نہ میرے نام کو لے نامہ بر کہیں
مجھ سا گرفتہ دل اگر آدے نظر کہیں
اظالم یہ کیا تم ہے خدا سے تو ڈر کہیں
مطلق نہیں ہو چشم میں نم کا اثر کہیں
آسو کہیں ڈھلک گئے نخت جگر کہیں
باد اگر نہیں تجھے آتا تو دیکھ لے

نہ دل چن میں لگے ہے نہ کوہ و صحرائیں کوئی مکان بھی میرے لئے ہو دنیا میں

کیا تجھ سے خوش ہے دل ناشاد رنگاں اتنا بھی تو نہیں کہ کرے باور رنگاں

ظالم تجھے قسم ہے جو اس کو جلانے
 قاتل کے کیوں قدم سے تڑپ کر پڑا ہے دو
 بے طرح جو شگل نے لگائی جمن میں آگ
 تیرے ہی دل کو پچھے اس غم کو بالشتاں
 نیک بھی دل نہ ہوئے جو بھکود خانہ
 یس تو اپنے ہاتھ سے شرط و فائدہ دے
 ڈرتا ہوں آشیانہ کو کانسر جلانہ دے
 الفت جبری بلا ہے کسی کو خدا نہ دے

انکر تئی نہیں اُس شکے دل میں آہ کیا کیجے
 عجب حالت ہو میری اے مے اللہ کیا کچھ

یا ر اگر جھاکرے چاہئے دل و فاکرے
 یہ نہ کرے تو کیا کرے وہ نہ کرے تو کیا کرے

میں اپنے درد دل کہنے کے صدقے
 ترے سُن سُن کے جب بہنے کے قہ

نکھولے ترے بد بقا تو کیا کیجے
 دل گرفتہ کو ظالم کبھی تو دیکھے

نئے ہمیں گل سے غرض ہو نہ تنائے چین
 کیا اسیرانِ قفس کے تئیں پردائے جمن

ترے فراق میں کیونکر یہ درد ناک بجے
 مرے تو نہیں سکتا بجے تو خاک بجے

(۴) فدوی

محمد محسن فدوی تخلص ولد میر علام مصطفیٰ خان قوم سید حسینی بہ لاہور تولد یافتہ و
 شانزدہ سالہ درسی آمد فرخ سیراز میلاد خود بہ شایہاں آباد آمدہ۔ فدوی قدیم ہیں است
 در شعر شاگردِ شاہ مبارک آبرو بودہ۔ طرزِ شعر بطورِ قدما اکثر منظم باہام است و از بسکہ

آتا ہو مری خاک یہ ہمارا رقیباں
جی دیتا ہے بوسہ کی توقع پہنچاں تو
یعنی اُسے تربت میں بھی آرام نہ ہوئے
ٹٹک و کیمید سودا یہ ترا خام نہ ہوئے

صنم! ہیریاں ہو اس قدر درجہ غضب کیا ہو
قدم پر ہاتھ جب بٹھتا ہوں یوں کہتا ہو بھلا کر
مری تفسیر کچھ بات نہیں ہے میری کیا ہو
یگتاخی مجھے بھاتی نہیں ہے بے ادب کیا ہو
صبا ہر ایک گل سے پوچھو گلشن میں تو جا کر
گریباں چاک رہتا ہو فغاں اس کا سب کیا ہو

دل زلف میں اچھے مجھے آرام ہی ہو
کر جاگ گریباں تجھے ہر صبح دکھاؤں
میں صید بلا کش ہوں مرادام ہی ہے
میں عاشق صادق ہوں ملاکام ہی ہے
بھر تجوید امن میں فغاں نعت جگر کو
ہم خانہ بدوشوں کا سر انجام ہی ہے

قاصد تو نا امید پھرا کوئے یار سے
کل دیکھتا ہوں کیا کہ سر راہ ایک شخص
خفت ہوئی مجھے دل امید دار سے
کہنے لگا فغاں نہیں شاکِ تو یار سے
میں نے دیا جواب کہ سنا ہے لے عزیز
ہے دور مرتبہ مرے صبر و قرار سے

یہ فن کسے نہیں آتا کہ دل میں راہ کرے
فغاں میں اُس کے تصدق ہوں جو نباہ کرے

وہ چاہے یا نہ چاہے فغاں آپ چاہے
مرجائیے کسی کو نہ دنیا میں چاہے
انہی طرف سے ہاں مجھے صاحبِ نبل ہے
کیا کیا ستم ہے مری چھاتی سرا ہے

تشنہ۔ رزیدہ۔ اکثر اعضائیں دیدم کہ مجروح ہوئے۔ درایامیکہ از شاہجہاں آباد دیکھتے آئے
 درآں روز ہا فقیر در آنولہ بود کہ شورش او بہ سمع رسیدہ آخر رونے برائے دیدش رقم
 او ہاش چند گردا نوشتہ دیدم صحبت شہر بیان آمد بعد چند روزے شنیدم کہ ہر کار
 نواب محمد یار خاں کہ ذکر ایشان گذشت نوکر شد ہر گاہ بعد دو سہ ماہ میاں محمد قایم وغیرہ و
 فقیر ہم بار بار مجلس ایشان شدہ بہ سبب برسم زدگی مزاج نواب کہ بیان آں موجب
 تطویل است پر خاستہ رفت و بعد شکست ضابطہ خان در سکر تال از مٹہہ ہا با جمل طبعی در
 قصہ مراد آباد در گذشت۔ عرش از بجاہ متجاوز خواہد بود در گفتن قطعہ طویل در ہر غزل
 بدی طولی داشت و نازش شامی او اکثر برہیں بود حسب المرایش نواب ضابطہ خاں
 کہ پیش ازیں چندے رفیق ایشان نیز بودہ است شہنوی زلیخا رازیان ہندی نظم میکرد
 چنانچہ او تا نام ماندہ۔ کلامش بر زبان بازیاریان بسیار دائر و سائر است۔ از کلام او
 چند اشعار کہ بہم رسید ایں است۔

ابر کی تیرے تیغ سر سوچ ڈکے ہوئے پھر تہ پہنے منہ پہ سپر کو دھکے ہوئے

قامت کو تیرے دیکھ مصور نے بانوس کھینچی تسلیم آہ سے تصویر ہوا پر

ٹپتے ہیں کوئی ہاتھ چلے یا زباں چلے ہم داد خواہ ساتھ ہیں اُس کے جہاں چلے
 کیا ہم سہری ہو تیر کی اس تیر آہ سے یہ یہی تیر ہے کہ سدا بے کساں چلے
 سر پر تو دھڑکے نمش سہاری کو تا مزار ہر اک قدم پہ روتے ہوئے خوشنشاں چلے
 لائے تھے سر پہ دھڑکے کس خلاص ہمیں بس آنکھ او جھل ہوتے ہی لے دو تاں چلے
 یاروں نے اپنی راہ لی فدوی ہیں رہے دہ حیراب کہاں کہ پوچھے کہاں چلے

(۱) کیلٹر۔ دن ۱۱ خ ۱۱ د ۱۱ یہی ہے تیر ایک (۱۱)

ہرگز گانش درویش برده اند خود ہم اوقات بہ درستی گزرانیدہ و ہرگز نوکری نہ کر
شاعر را بچوئی می نواز د تا فقیر در شاہاں آباد بود گاہ گاہے بر سر کوچہ و راہ
ملاقات می شد۔ از دوست -

یار جو ہم سے سدا چیں جیہیں تہا ہر
نہیں معلوم ہلا کوئی بیش آتی ہے

۵) فدوی عظیم آبادی

از تماش اطلاق نہ دارم۔ از دوست
دہ کانہ ہمارے شب تار کے
بے دیکھا صبح کا عار ہے

ہو ساتھ کہ حسرت دلِ مرحوم سے نکلتے
عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم ہو سکے

شب ہجران کی اور تو فدوی
ہم سے تفتہ کر نہیں آتی
پریوہ رات ہو کہ جس کی بہیں
صبح ہوتی نظر نہیں آتی

۶) فدوی لاہوری

شاگرد صابر علی شاہ صاحب تخلص گویند بقال پسری بود تو مسلمان شدہ و بغلانی
مرزائی نام برآوردہ و تربیت یافتہ۔ مرزا محمد رفیع درہجو اذ کہ مذکور بقال دہلوم آورد
اس کنایہ دلیل ساطع بر مقولہ مؤلف است۔ الحاصل چوں ازاں طرف آوردہ شدہ
بہ ملک ہندوستان رسید و عوامے شاعرئی و روحاںش جا داشت و زیادہ از مرثیہ
شاعری قدم و راہ امر دہشتی می گزاشت چند جا خانہ جنگی ہم کردہ و بہ کوہ کابھین
(۱) ان غم میں "محمود" ہے لیکن حاتیر "محمود"۔ (۲) شاعری پہلے درو عاشق (ن غم)

مجھ پر ظلم یہ خفا باعث کچھ تو میں بھی ستوں بھلا باعث
ایک تقصیر بھی تو ثابت ہو بے جہت رہتے ہو خفا باعث

(۸) قدا

مرزا قدا علی حسین خاں قدا تخلص ولد آقا مرزا میرہ نواب حاتم خاں در اولاد
سلطان قراوالہ شائرا ایہ در علم رمل بے نظیر و در فن طبابت وغیرہ دستگاہ نیز دارد
جوان شایستہ، عرش دریں زمانہ بست و دو سالہ باشد کہ از ابتدا اشعار خود را بہ پسر
قرالدین منت و والد اہم می نمود و از چندے بسبب قرب حواری غزلہاے خود بفقیر

۱) قدا کے حالات کے متعلق نغموں میں اختلاف پایا جاتا ہے لہذا احتیاطی عبارتیں را میوراد و رضا بحق کے
نغموں کی محکمہ دہل میں نقل کر دی جاتی ہیں۔

(نغمہ رام پور) مرزا قدا حسین قدا تخلص قوم معل اللہ و در دی حالی ولد آقا مرزا کہ ایشاں در رمل
نظیر خود ندارد حواں شائستہ عرش دریں زمانہ بست سالہ خواہد بود کہ از ابتدا اشعار خود را
بپسر قرالدین منت یعنی میر نظام الدین می نماید و از چندے بسبب قرب و حواری جمع ایں امر
بفقیر ہم دارد و غزل درست لیستہ بہ سرانجام می رسد۔

(نغمہ مذبحش) مرزا قدا حسین خاں قدا تخلص تمبرہ نواب حاتم خاں ابن نواب غضنفر خاں
در اولاد سلطان قراوالہ شائرا دہ دشت قبا حاق بود و حواں شائستہ عرش دریں زمانہ
بست سالہ خواہد بود کہ از ابتداے اشعار خود را بہ پسر قرالدین منتی میر نظام الدین می نماید
و از چندے بسبب قرب و حواری جمع ایں امر بفقیر ہم دارد و غزل درست لیستہ بہ سرانجام
می رساند از دوست۔

یہ سرد ہیں باغ میں ہے آہ کسی کی زگس ہیں تکتا ہے چمن را کسی کی

دیکھ کر ناتواں لیلیٰ کو بکارِ محسنوں مر گئے مشق جنوں دشت میں کرتے کرتے
ایک دن اُس نے دکھائی تھی مجھ کو رشتِ ٹیم وہ ادا یاد رہی یار کی مرتے مرتے
نہ ہیں تابِ خوشی ہے نہ یار اے سخن بات بھی تجھ سے جو کہتے ہیں سو ڈرتے ڈرتے
کس کو جینے کی توقع ہے بقولِ فدوی عمر آخر ہوئی پیاناہی بھرتے بھرتے

آنسو نہیں یہ دیدہ تر میں بھرے ہوئے موتی ہیں آبدارِ صدف میں دھمے ہوئے
حالی کراں کو دل کے نشاۂ پہ ایک بار ترکش ترے مژدہ کے ہیں جاؤں بھیے بیٹے
فدوی ہمارے دیدہ گریاں کے نصیب سے اشجار کو وہ دشت کے کیسے رہے بیٹے

تاتا ہوا اگر آئینہ بے زنگار ہو پیدا تحیر کے مکاں سے عکس دے یار ہو پیدا
کھلے بالوں میں یوں جیکے ہر تیرا عارضِ رخسار کہ جوں ابرسیہ میں برق سو سوا ہو پیدا
جسے کچھ نکتہ تحقیق سے پہنچے خیرِ فدوی اُسی کے دل میں عشق حیدر کہ اڑ ہو پیدا

سب اہل جہاں پھرتے ہیں غمناک میں پر اوقات کوئی کاٹے گا کیا خاک زمیں پر

(۷) فدوی

مزا عظیم بیگ سوداگر کہ اوہم فدوی تخلص میکرو د خند شرازو بہر سیدہ نیست۔
یار گوشہ میں ہے اوریش سے یابوسی ہو نقشِ پاتک بھی مے در پے جا سوسی ہو

بیارِ غم کا تیرے سب کرچکے ہیں جارا دیدارِ یار تیرا اب دیکھنا ہے باقی
گو چھوڑ کر فدا کو پہلے ہی تم سدھارے اس کے بھی ہر ہوں کا اک قافلہ باقی

قسم تو کھائی ہو یونے کی پھجھکوئیے جواب آنا کیا ہو کیا جرم ہم نے ایسا ہو جس پر آنا

نہیں ہو باقی کوئی تنہا ہیں تو ہر طور یاں ہیگی نہ اپنے جینے کا ہو پھر دسانہ اس کے ملنے کی اُن ہیگی

غیر کی تم نے کی خوشی اور نہیں کیا خوب کیا بھلا کیا خیر بہت بجا کیا

کچھ اپنے تو نزدیک خطا ہم نہیں کرتے (۱) آپ ہی ہو خفا تم کو خفا ہم نہیں کرتے
میں بھی جو کسی بات میں بولا کر دیوں (۲) تو کہنے لگے تیرا کہا ہم نہیں کرتے
میں نے جو کہا عفو کر داب مری قصیر (۳) یوں سر کھلاؤں گے کہا ہم نہیں کرتے
مختار ہمارا ہو وہی ہم تو ہیں بے بس (۴) دانستہ جو کرتے ہیں فدا ہم نہیں کرتے

تیروں کا ان بتوں کی دل آماجگاہ ہے یہاں آہ آہ کرتے ہیں ہاں آہ واہ ہو
وہاں ہکنا غیر سے وہ رشکِ آہ ہے یہاں کینجِ غم میں شکوہِ بخت سیاہ ہو
ظالم یہ جرمِ دل ہو کہ عاشقِ ترا ہوا قتلِ مدامِ عبث ہے کہ یہ بے گناہ ہو

دلِ تراب آکے لگا تجھ سے تم گار کے ساتھ (۱) دل لگے تو ہی بتا کون سے دلا کے ساتھ
دشتِ مشاطہ زیوں کھینچ تو بیدِ روی سے (۲) جاں ہے دابستہ مری طرہ طرار کے ساتھ
(۱) یہ طرہ اصل کتاب میں نہیں ہے۔ (۲) ن ح میں اشعار (۲) بھی شامل ہیں۔

می نہاید چنانچہ در فن شرم بستی بلیقہ دارد ساز دست۔
 خفا ہم آپ ہیں اس سے یہ دم رہ نہ رہے تھے فراق میں لے یا رہم رہے رہے

چاہت سے بخیر ہم ہمار می تو یا حریف ہم چاہیں اور ہیں تو نہ چاہے ہر حریف

جو ادھر کو گذر تیرا کبھی باد صبا ہو گا تو کہو جاں کنی میں تھا فدا اب مر چکا ہو گا

نہیں کھاتا وہ قسم غیر کے گھر جانے کی سچ ہو چھو تو ہسی مات ہو مر جانے کی

کس طرح عسر بسر کیے دلدار بغیر زندگانی نظر آتی ہو نہیں یا بغیر
 تیرے پیار کو کیا شربتِ عیسیٰ سے ہو (۱۲) کچھ دوا اس کی نہیں شربتِ ہیدار بغیر
 کر علاج لے لب جان بخش شتابی اپنا (۱۳) ہم تو پیار ہیں اس زکس یا بغیر
 ہوں فدا جسے میں دیوانہ لگیسے بنا (۱۴) چین آتا نہیں بخیر کی جھنکار بغیر

لے تو ہی کچھ شے نہیں تجھ سے یا دل قربان تیری جان پر ایسے ہزار دل

نا کام کیا رہیں گے کچھ کام کر رہیں گے بذا م ہوں گے تو بھی اک نام کر رہیں گے
 دل تو دیا ہے جان بھی دیں گے فدا ہم خرد آغا عشق کا کچھ انجام کر رہیں گے

طاقت تو اب کہاں ہو اک دم رہا ہو باقی اس ناتواں میں تیرے لے دیکھ کیا ہو باقی

(۱۱) رنگ تو نظر آتی ہی نہیں یا بغیر (د ح ۱۲) اشعار از ۲۴ تا ۴۲ ن تح میں نہیں ہیں۔

کہو اُس بیوفا سے یہ تو تم سے دوستاں ہوگا
رہائی دام سے صیا کے دشوار ہو تم کو
چلوں کیا ہر طرف کعبہ باندہ حرام میں ابد
کہ لے ناہریاں پھر بھی کسویرہریاں ہوگا
حین میں دیکھے پھر بھی ہمارا آئیاں ہوگا
کہ کافر دل مراد ایں بھی پرتارتاں ہوگا

کیا کردں جاؤں کہاں کہ لے بیت کا میں
نا کوئی قاصد نہ مرغ نامہ بُز نا ہے صیا
عشق میں تیرے ہوا ہوں جا بجا بدنام میں
کس طرح سے یار کو بھوں فد آ پیغام میں

موتے افسوس ہم دردِ بہاں کس سے عیاں کرتے
اگر قیدِ نفس سے چھو تے جیتے تو ہم کیسا
ہر اک جنگلِ فدا و درد کے نکل نکلتاں کہتے
یہ سرت گئی کچھ دردِ دل اُس سو یاں کہتے
حین میں پھر گلوں کے باں پرتاں کہتے
ہر اک جنگلِ فدا و درد کے نکل نکلتاں کہتے

دوستاں دور کرو درد نہانی کو مے
روزِ خواہش میں تے وصل کی میں تا ہوں
سا لہا جس کے لئے گر یہ یعقوب کیا
باع میں گل کی ادا دیکھ جو میں مہی گیا
مجھ تلک لاؤ کسی طرح سے جانی کو مے
نامہ برکسیو یہ سپنام زبانی کو مے
کوئی لا تا نہیں اُس یوسفانی کو مے
میلیں آئیں فدا مرثیہ خوانی کو مے

جب تلک تو ہی مرے درد کا چارہ نہ کرے
بیوفا یار کو کس طرح سے میں سمجھاؤں
زندگانی ہی کو دل اپنا گوارا نہ کرے
تا مرے روبرو عیروں کو اشارہ نہ کرے

دا ۱۱ ج میں یہ شوخاں داس کی جگہ یہ شعر ہے ۷

ہمارا آئی ہے ایسا خوب دیوانہ کیں
کہ یہ شور حوں اور موسم گل پھر کہاں ہوگا
(۲) مرغ نامہ پر ہے لے صیا (۱) (۳) یہاں سے فدا کے مانی نام اشارہ ج میں نہیں

بتلا عشق کا اک شخص فدا نام جو تھا (۱) مرگیا سر کو ٹپک کر کسی دیوار کے ساتھ

ہوش و حواس گم ہیں بخود ہیں بخیر ہیں (۲) کیا جانے کون ہیں ہم کس جا میں اور کون ہیں
دولت سے عشق کی ہم سلطان بھر دیں (۳) سینہ ہوا ہے بے تم آنکھیں تمام تر ہیں
لے آہ نیزہ بازی سینہ میں بچ کے گجو (۴) لبریز آبلوں سے اپنے دل و جگر ہیں

شفا پاوے ابھی بیا رتیرا جو دیکھے اک نظر ویدار تیرا

یہ مرض قابل شفا ہی نہیں (۵) درد میرے کی کچھ دوا ہی نہیں
مجھ کو اب تجھ سے کچھ گلا ہی نہیں (۶) تو تو وہ آستار رہا ہی نہیں
ساتھ غیروں کے ہے نظر بازی (۷) کبھی ایدھر کو دیکھتا ہی نہیں
تاب و طاقت نے ہو جوابے یا (۸) کیا رہا اب تو کچھ رہا ہی نہیں
سیکڑوں کشتہ تغافل ہیں (۹) کہتے ہو میں نے کچھ کیا ہی نہیں
کیا کوئی سر جھکا کے ہونے لیں (۱۰) ہاتھ تیرا کبھی اٹھا ہی نہیں
خون دل اب تو بیٹھے پیٹے ہیں (۱۱) زندگانی کا کچھ مزہ ہی نہیں
اور ہی اس کی ہو گئی ہیت (۱۲) کل جو دیکھا تو وہ فدا ہی نہیں

جوائے دصال یار ہیں ہم (۱۳) رسوا و ذلیل و خوار ہیں ہم
تیری جو نگاہ میں ٹپک ہیں (۱۴) ہر ایک کے جی پہ بار ہیں ہم
دل کو نہ قرار ہے نہ ہے صبر (۱۵) بے صبر ہیں بے قرار ہیں ہم

جو سجدیں بھی بناؤ تو نیک نیت سے کرے نہ زلزلہ جن کے کھس تہ و بالا
فدا یہ آہ تھی کیسی ابھی جو کی تو نے جگر کی ہو گئی ہر ایک نس تہ و بالا

شقِ حقیریں ہیں انھیں سمجھو نہ گل کا اضطراب مرے پر بھی نہیں مٹا ہر دل کا اضطراب
رہ گیا آتشِ جہنم کس طرح سے یہ پسند کھو دیا کس نے تے عارض کے دل کا اضطراب

حرف قاف

(۱) قدرت

مولوی قدرت اللہ قدرت تخلص در عربی و طبابت ہمارے تمام دار و بندہ اور
مادر شاہجاں آباد بود اکثر میدید۔ بیان ثناء اللہ خاں فراق ماسوائے شاگردی ہوائی
دوستی تمام داشت۔ از دوست۔

زلفوں میں اگر دل یہ گرفتار نہ ہوتا یوں روزِ مرا آہ شیب تار نہ ہوتا
ہم دام میں پھنٹے ترے صیاد تب اگر رہنا جو نفس میں ہیں دشوار نہ ہوتا

(۲) قدرت

مولوی قدرت اللہ قدرت تخلص مولف تذکرہ ہندی گویان کہ بالفعل در میر
استقامت دارد فقیر اورا در ایامیکہ بہ رفافت نواب محمد یار خاں عز و امتیاز داشت
پیش محمد قائم رور سے دیدہ بود از دوست۔

لاکھوں جلا دے مروہ صلاہ آن میں فیضِ دمِ مسیح ہو اُس کی زبان میں

(۱) قدرت کی حکمتِ ناسخ میں قائم ہے۔

کون پہنچائے ہر نامہ و پیغام اُسے جس کے کوچہ میں کجوتر بھی گزارا نہ کرے
میں تو اُس سے نہ ملوں ہائے کروں لکھو یا اُس کی الفت جو مے دل سکرنا را نہ کرے

اُس جھاکار کی جس وقت مجھے یاد آئی آہ لب پر وہیں کرتے ہوئے فریاد آئی
تیرا سایہ طرفِ آبِ رواں دیکھا تھا ہر شہنا دگر کو نظرِ کل پر یزاد آئی
باغ میں چاک گر بیان ہر اک گل نے کیا جبکہ بلبل بہ گرفتار مئی صیاد آئی
قتل پر میرے تو انگشتِ بنداں جو ہلو آج کیا جی میں تے لے مے جلا د آئی
شب جو اک محے ترہ اس کا میں لے آیا تھا اک پری خواب میں لے خنجرِ فلا د آئی
اک بگولا سا گلستاں کی طرف اٹھتا تھا کل صبا خاکِ مری کر کے جو برباد آئی
اگے اُس بت کے فدا طاقبتِ گفتار ہر کب بات کہنی مجھے اُس وقت خدا داد آئی

موئے مژگانِ تباں خنجرِ فلا د ہیں سب خو برد جتنے ہیں حق میں مے جلا د ہیں سب
اب پسینے کی جگہ غوں ہے بدن سو جاری ہاں گویا کہ ہرے نشترِ خضاد ہیں سب
شاعری چھت ہی گئی میں نے کئے علمِ حوٰل لیکن اُس کے بھی جو ہیں قاعدے وہ یاد ہیں سب
لکھنؤ پر یہ برا شہر جہاں مجھ سا شخص یوں ہے برباد ہلا سے اگر آباد ہیں سب
میں نہ دیکھوں گا فدا شکل پر یروں کی طائرِ دل کے لئے میرے یہ صیاد ہیں سب

نفس میں جیسے ہومرغِ قفس تہ و بالا کرے ہے دل کو یہ یا نگہِ جرس تہ و بالا
کے ہے چین کشا کش میں بحرِ مستی کی حبابِ وار ہیں سب ہم نفس تہ و بالا
سحر کو فکرِ معاش اور شب کو عشقِ تباں ہمیشہ دل کو رکھے ہے ہوس تہ و بالا
ہماری آنکھوں نے اب کے جو حرکتِ سالی کی تو لوگ کیسے ہوئے اس برس تہ و بالا

جاست کی لدتوں سے جو لگ یحرمیں صد حیف اُن کا حینا وہ کون سے تیر ہیں

دلِ مصطرب کا دیکھا مجبِ اضطراب اٹا ہوا اور فطر اُس لے حوزِ رنقاب اٹا

ہوا آتا تیرے کو چہ میں اپنا شمار ہے ملنا نہ ملنا آگے ترا اختیار ہے

نگبِ بخت سے سنی تہ دل توڑتا ذکر بس اٹھ بے زکھیل کو پیامے بگاڑ کر

تن پر مے زحموں سے جاگے ہبِ طالی ہو اور ہائے تم اُس لے پھر تیغِ سنمعالی ہو

وہاں وہی ناز کی اک آن چلی جاتی ہو شدتِ شوق سے یہاں جاں چلی جانی ہو
کونسا رنگِ چینِ باغ سے کتر آئے ہر جو صبا بے سرو سامان چلی جاتی ہو
کوئی جھڑکی ہیں مے ہر کوئی مے ہر شام عشق میں اپنی بھی گذران چلی جاتی ہو

بہی تنِ من کی سدرِ ہم کو بہن کی یاد گاری لیا بھلائیں وہ ہیں پھر ٹریں پھر لسی یاری میں

شبِ فراق میں برہم جو مجھ سے یار رہا تو میں فراقِ صیب لینے من کو مار رہا

(۴) قدرت

شاہِ قدرت اللہ قدرتِ تخلص کہ ۔ طرفِ عظیم آباد قیام دارِ دشمن کہہ مشق و بات
و قدرت است ۔ انا فقیر اور انا دیدہ ۔ یک عرش کہ بر اللہ صنیر و کیر حاربت و شہرت نام

نکلی تھی رات دل سے مجھے بیدار آہ
ہنگامہ ایک بڑ گیا ہفت آسمان میں
الصاف بھی صر در ہے یہ ظلم تاکجا
لاکھوں کے گھر توجا تے رہو امتحان میں

(۳) قیس

مرزا احمد علی بیگ عرف مدار ابیگ قیس تخلص ولد مرزا مراد علی بیگ ابن داؤد بیگ
کہ سوداگر متمول بود، نیمہ مراد عاقل بیگ کلید دار بروقتہ امام موسیٰ رضا، وطن بزرگاش
مشہد مقدس و خود ش بہ کھنڈ فیض آباد تولد و نشو و نما یافتہ۔ بمقتضائے موزون طبع ہر صہ
کہ موزوں کردہ از نظر جعفر علی حسرت گذرانیدہ۔ از دوست -

میں کہوں کچھ اور تیری گفتگو کچھ اور ہے
ہو گیا کچھ اور میں یا آج تو کچھ اور ہے
ایک لں اس لں کے ہاتھوں بنے گی جان بے
وہاں ارادہ اور کچھ یہاں آ کر کچھ اٹھے
دل تو ہم سے بچا ہر وہ کہے گا ہم نہیں
اب تلاش لں نہیں سچ جو کچھ اور ہے
شاید اس گل کو کیا ہر تے شب بوس دکا
آج تو لے قیس تیرا رنگ رو کچھ اور ہے

بات گئی ہاتھ پھرتی نہیں
یا گیا جان تو جاتی نہیں
باغ میں کس گل کی ہر آمد کہو
تنگہ گل بھولی سانی نہیں
جسے ہوا غیر کا وہاں بندوبست
خیر و خبر دل کی کچھ آتی نہیں
جیسے گلی اس ت کا فرسے آنکھ
موت تو کیا نیند بھی آتی نہیں
داغ یہ تو داغ جو کھا تے قیس
کیا تری پتھر کی تو چھاتی نہیں

بیت ہر ماحوال گر نوع دگر ہووے
تو مچھکو دفن ہاں کچھ جہاں اس کا گذر ہوئے

سینہ اُس کا ہر دل اُس کا ہر جگر اُس کا ہر
تیریدا دجہ رو کرے گھر اُس کا ہے

تیک دی مری آہ پہلے قدم میں میں قوت تری لے اثر آزمائی

(۵) قائم

قیام الدین علیؒ قائم تخلص اگرچہ طغش قصیدہ چاند پور است اما بسبب توسل ہو کر می
بادشاہی اکثر در شاہجاں آبادی دودور آں روزگار تو خانہ ہم اسمی داشت بقضائے
موزونی طبع واستعداد درست انچہ کہ موزوں می کرد از نظر مزار فیض می گزرائید و
خواجہ میر درد نیز اعتقاد داشتہ فقیر اور ادرا یا م دد متوئی بہ لباس درویشی در سرکار
نواب محمد یار خاں کہ در آں روز ہا تازہ وارد بود و دیدہ - در پختگی کلام چستی مصراع
غزل در رویہ قصیدہ و شتومی و غیرہ موافق رولج زمانہ دوش بدوش استاد راہ میر و دیگر
در بعض مقام غلبہ میجوید در آں ایام باعث قصیدہ خواندن و گوشتن مولف در سرکار
نواب موصوف ایں بزرگ شدہ بود، با فقیر در عرصہ قلیل بہ سبب تسلیم فراہی و نسبت تمام
شاعری رابطہ شدیدیہم رسانیدہ - کاغذ ہائے مثنوی اشعار نواب را کہ برائے اصلاح
پیش آدمی آمد از کم دماغی بدست مشورہ فقیر می داد چنانچہ سہ ماہ بہیں طور یکجا گزرائیدہم
و شام و چاشت بیک سفرہ کردہ، واللہ کہ ادا آن صحبت گذشتہ داغ ناکامی بر دل درو
می گذارد الحاصل بعد بر ہم خوردن آبادی کہ نیز و صورت گرفتس کا فیض اللہ خان میر
والہ سرکار نواب احمد یار خاں پسر نواب موصوف و خیل شدہ خبر سے موافق زمانہ
تقریر داشت - اما دفاش در آں بہ فراغت نمی گذشت ہذا راستے را کہ دل دیہات
قدیم ملک دیویمہ وغیرہ قصہ مذکور لکھنؤ گذرا گذرندہ و از راجہ ٹکٹ راستے بہادرتیجا
(۱) قیام الدین علی عرف محمد نام قائم تخلص دن خ ۱۷۱۱ موی دن خ ۱۷۱۲ ہجری ۱۲۱۳

یافتہ باخیز شعردیکر یہ مسلم آوردہ از دوست -

کس کی نیرنگی یہ برق خاطر مایوس ہے
صبر و طاقت تو کبھی کے کچ یہاں ہو کر گئے
حسن کو اپنے ہوا دایں سے کاوش ہو ملام
کل ہوں اس طرح سو مرغیب تبتی تھی مجھے
گر میر ہو تو کیا عسرت سے بچے زندگی
صبح سے ناشام ہوتا ہوں گلوں کا دور
سننے ہی عسرت یہ بولی اک تاشا میں تجھے
لے گئی بیکارگی گور و عریاں کی طرف
مردیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے
پوچھ تو ان سے کہ جاہ و کمکت دنیا سر کج
ایک ہی پٹے کے یہ سب بھجے تو ہیں لاپ
کل تو قدرت پائے خم نہ کھے تھی تیج ریا

حوش و دل سے اٹھا سو جلدہ طافوس ہو
اب و دایع تنگ ہو اور خستہ مایوس ہو
ہر طبع یہاں شمع کی برق دل فافوس ہو
کیا ہو ملک روم کیا ہی سر زمین طوس ہو
اس طرف آواز طبل ادھر صلے کوس ہو
تب ہوتی تو ماہ ردیوں کو کنار دایوس ہو
چل دکھاؤں تو کہ قید آؤ کامبوس ہو
جس جگہ جان تناسو طرح مایوس ہو
ر سکند رہے یہ دار اسے یہ کیکاؤس ہو
کچھ بھی ان کے پاس عیاز حسرت فافوس ہو
گر صدائے باگ ہے و رفعت فافوس ہو
آج رہن جام مے یہ خرقدہ سالوس ہو

آہستہ رو رنیتوں نے منزل کو طے کیا رفتار تیز نے مرے نافر کو طے کیا

حسرت لے صبح طرب ہم سے وطن چھوڑ ہو فردہ لے شام نری کہ وطن چھوٹے ہے
اب ملک تیرے شہیدوں کے بن ہر مروتے لاکھ فوارہ خوں زیر کھن چھوٹے ہے

ہم پر ایام مصیبت آج پھر آنے لگا یار گھر جانے لگا لے لے گھر جانے لگا

(۱) سہ شعردیکر (ن ح ۱۷۱) رنیتے (ن ح ۱۷۲) تری (ن ح ۱۷۳)

میتیں و طرب کہاں ہو عیم دل کدھر گیا
کیا کہتے ناتوانی غم کی حسدایاں
صدقہ میں اس گذشت کے کیا کیا گد رگیا
گر شب میں دل کو جمع کجا جی بکھر گیا

اک ڈھب یہ کسودہ بہت خود کام نہ پایا
فہرست میں خوبان وفا دار کی پیائے
دیکھا میں جو کچھ صبح اُسے شام دیا یا
دیکھی تو کہیں اس میں تیز نام نہ پایا
اک شب وہ کہیں گود میں سوتا تھا سو فاقم
بھر بالیش غفل سے میں آرام نہ پایا

ہو گرایے ہی مری تسکلی میرا رہت
ہمدگر جب ننگی آئی تو جھگڑا کیا ہے
تم سلامت رہو بندہ کے خرد بار بہت
تم کو خواہد بہت کم کو طر حد بار بہت
سچ کہو قتل پکس کے یہ مکر بانڈھی ہو
فاقم آتا ہے مجھے رحم حوانی پر تری
اں دنوں ہاتھ میں کم رکھتے ہو تلوار بہت
مر چکے ہیں اسی آزار کے بیمار بہت

رلف دیکھی بھی کس کی جواب میں ات
خوب نیکلے ہم اُس کے کوچے سے
ہم سحر تک تھے چچ و تاب میں ات
در نہ آئے تھے ایک عذاب میں ات
لیک حالی سی کچھ گلے ہے بغسل
اں گراستاید اضطراب میں ات

چاہے ہیں یہ ہم بھی کہ رہے یا ک محنت
چرس میں یہ دوری ہو وہ کیا خاک محنت

گو کرے ہم کو کسی طرح تو در سے باہر
تم کو کیا قدر ہے اے دیدہ مے رنے کی
جیتے جی جائیں کوئی ہم ترے گھر سے باہر
لک ہو مد آتی ہے سو خون عکس سے باہر
تھی تو اک بات یہ کیا کہتے تھے کہاں لو پیار
تنگی ہی پڑتی ہے تلوار کمر سے باہر

و پروانہ حاتم نام عامل آسجاد درست کنایہ مردہ بود کہ بعد فائز شدن مطلب جلس در
رام پور رسید و فوٹاش شہر بہ شہر انتہا یافت - اردست -

یڑھ کے قاصد خط مرا اُس بد زبان نے کیا کہا
کیا کہا یہ کہہ بت تاہریان نے کیا کہا
غیر سے ملتا تھا راسن کے گوتم جیسے ہر
قائم اُس کو تیرے شب انگلیں نہ آتا تھا تھیں
رینا ہو گا کہ تم کو اک جہان نے کیا کہا
کیا کہوں تجھ کو کہ اس کو باباں نے کیا کہا

جلوہ چاہے ہو اُسے اُس بت ہر جانی کا
پھوڑ نہا مجھے یا رب انھیں کیونکر گدے
مارے ننگ کو مجھ نام سے سبحان اللہ
صحن صحر کو سد اشک سے رکھنا چھڑکاؤ
پریتان نظری جرم ہے سستانی کا
غم جنھیں آٹھ ہر تھا مری تنہائی کا
کام پہنچا ہے کہا تک مری رسوائی کا
س موانہوں میں قائم تری مرنائی کا

یہ کہو تو قاصد کہ ہے پیغام کسی کا
اب تک بھی میں جینا ہوں جو آنا ہو تجھے آ
پر دیکھو لیسنانہ کہو نام کسی کا
پھر فائدہ جب ہو ہی چکا کام کسی کا

دعہ اُس کے ساتھ نہ پیغام کیا کہوں
قائم جو کچھ کہ ہوگی مجھ بچو بعد مرگ
پوچھے کوئی سبب حرمے انتظار کا
اب جیتے جی تو دید اڑا اُس دیا رکا

جو کہ کہن تجھے فوت ہی آزانا تھا
معاملہ ہے یہ دل کا اسے کہے گا وہ کیا
کہو کہ گور غریاں میں رکھیں قائم کو
عوص پہاڑ کے شیریں سودل اٹھاتا تھا
پامبر کے ہیں ساتھ آپ جانا تھا
کہ اُس کا بیٹے بھی اکثر وہیں ٹھکانا تھا

تیر منہ نہ ہونکل حگرے لے نالہ مار سائے عاشق
ہجراں میں بھی مر گیا نہ قایم اس منہ سے تو اور کہاں عاتق

دل دیکے دیا میں تجھ کا جان تک کوئی اور جگر کرے کہاں تک
آبادہ سوختن ہوں یک بار لے برق مرے بھی آفتاب تک
ہاں نالہ کہ ہے یہ وقت امداد پہنچی تو ہے آہ آساں تک
آہستہ ہوا سے نسیم یک دم ہمراہ میں ہم بھی گلستاں تک
قایم جو ہے شمع بزم معنی میں رات گیا تھا اُس جواں تک
پایا تو میں ڈھیر آنسوؤں کا دیکھا تو گداز استخواں تک

کل لے آتو پتالہ آج نہیں آج ہنگامہ پر مراج نہیں
عیر اس کے کہ خبر دو ہوا اور غم دل کا کوئی علاج نہیں

لے چکو دل جو نگہ کو تو یہ دستاویز نہیں ایک تم دیکھتے پھرتے ہو خریدار نہیں
تنگ تو ہم کو تو لے حبیب کر سوز لیکن اٹھ گیا ہاتھ گرا پاتا تو پھراک تار نہیں
سے کی تو بہ کی تو مدت ہوئی قایم لیکن بے طلب اب بھی جو بلجائے تو انکار نہیں

ناکجاستی میں ناحوش دل اسباب کریں یکے وحام اور بھی ساتی کہیں انجباب کریں
ہر طرف ظرف و صنو بھرتے ہیں اہم ہوتی صبح ساتی اٹھ ہم بھی صراحی میں سے ناب کریں

یہاں سے اٹھ غیر کے گھر شب تو گیا کہتی ہیں بائے نے نگہ مردت اسے کیا کہتے ہیں

دیکے دیتے مجھے سر دقت بھل جاتے تھے
ایک سودا کی تو قیام نہ کہوں میں دور
دل میں اب آئے ہو جاؤ گے کدھر سے آیا
ہے ترا طور سخن حسدِ بشر سے باہر

یہ کے بغیر کے ہے شب بیا
سینہ کا وہی ہی کام ہے کچھ اور
داہ و ارحمت، آفریں ثناب اس
کو کہن بود مردِ سنگ تراش
ہے کھما تر می لگی سے محال
بس کہ ہر سو پڑی ہو لاش پہ لاش
خورد ہیں سو طلب قیام
راے سے عاقبتی کہ ہو قلاش

رکھا ہے جو تو صفائے عارض
اک صافی تن بگل میں بھی لیک
موتی نے کہاں یہ پائے عارض
ایسا وہ کہاں سے لائے عارض
اس سینہ سو منہ رگزن لے داغ
اُس کی تھی کچھو یہ جائے عارض
بیانہ میں مہر و ماہ و سبکے
تیرا ہو جہان بہائے عارض
کس سے کہوں اُس کے منہ لگاتے
لے دے جسے ہیں وہائے عارض
کیا دور جو حشر ہو دے قیام
کچھ ماٹ جو وہ دکھائے عارض

آج آپ مرے حال یہ کرتے ہیں تاسف
لے کر یس قافلہ دل نام ہے اک یار
اشفاق و عنایات کریم ہر مہرِ مطلق
یہ خستہ بھی نہ بھجائے جو یک دم ہو توقف
غاموشی بھی کچھ طرزِ لطیف ہے کہ قیام
کرنا پڑے جس میں نہ تصنع نہ تکلف

لے محنت آزمائے عاشق
سود بکھی جفا پر منہ نہ موڑا
جب خوش ہو کر مہر ہی جائے عاشق
رحمت ہے تجھے دوائے عاشق

خو رہیہ دور می یاران دروئے غیر جو کچھ نہ دیکھا تھا سوا ب دیکھتا ہوں میں

یہ نہیں بخش ہوا درگلا یوں ہیں
کچھ نہ ہم کو ہی بھا گیا ہے یہ طور
یہ کہاں اور وہ گل کدھر قائم
ہو سبے برات پر نغلا رہیں
واقعی ہے کہ ہے مرا یونہیں
اک ہوا باندھے ہے صایا یوں ہیں

جب نہ تب مجھ سے جو تم دل کی طلب کرتے ہو
اک مدت سے میاں وہ لوموا پھرتا تھا
قائم اک امت میں جیتا ہر تمہار می لیکس
دل یونہیں ممت دیا جاتے غضب کرتے ہو
آج تم مرے کا عاشق کے عجب کرتے ہو
پریش حال تم اس خستہ کی کب کرتے ہو

قبول عذر تو وہاں ہر جہاں ملال بھی ہو
قصورِ خدمت احباب اس قدر قائم
سجاں پاک صفا یہاں کچھ خیال بھی ہو
کچھ آدمی کو ہے لازم کہ انفعال بھی ہو

گردشِ شبانہ روز نہیں یہ سہر کو
صدقہ کرے ہر کچھ یہ تیسے ماہ و ہر کو

تم سناں جلنے کو صانع نے بنایا بھکو
تھا بدو نیک جہاں سی میں عدم میں آزاد
کچھ تو تھی ماتِ حلال کی کہ شیا اس نے محرم
میں تو اس بات پہ ممتا ہوں کہ اس نے قائم
جس کے میں ہاتھ پڑا اس نے جلایا بھکو
آہ کس خواب سے ہستی لے جگا یا بھکو
غیر کے آتے ہی مجلس سے اٹھایا بھکو
کس طرح پردہ سے کل بول سنایا بھکو

کیجئے گا صلح پھر دل بے مدعا کے ساتھ
ان بن ہر کچھ قبول کو اپنی مدعا کے ساتھ

کیا ہو گیا کہ نالہ اثر سے تسریں نہیں
کیوں ہم کو جرمِ نیم نگہ سے کردہ قتل
کیا آفت آئی آج کہ آہ آتشیں نہیں
اک نخلِ دکھیتی ہے تمہیں کچھ ہمیں نہیں
کم آسماں سے شکر کی تیرے زین نہیں
قائم جو اعتبار سے تیرے دیکھے

حوں تنع دم صبح میں یہاں سے سفری ہوں
ہمک منظرِ خفتِ بادِ سہری ہوں

کب ان آنکھوں کی بخشش کریں تصویر کی آنکھیں
وہابی نے لکھیں در حق نے یہ تحریر کی آنکھیں

خوش رہ لے دل اگر تو شاد نہیں
میں کہا عہد کیا کیا تھا رات
یہاں کی شادی یہ اعتماد نہیں
ہنس کے کہنے لگا کہ یاد نہیں

آپ کو کچھ کسر کرتے ہیں
سی تو لینے دجیبِ ناصح کو
کبھی ہم اعتبار کرتے ہیں
اب کے ہم تازہ کرتے ہیں
چلے قائم کردہ گناہ اپنا
دیر سے انتظار کرتے ہیں

آئے خزاں چین کی طرف گریں رد کروں
کہتا ہے آئینہ کہ ہے تجھ سا ہی ایک اور
غنجہ کرے گلوں کو صبا گریں بو کروں
بادِ نہیں تو لایں تھے روبرو کروں
قائم یہ جی میں ہے کہ قید سے فنج کے
اب کے جو میں نار کروں بے وضو کروں

لائق وفا کے طلق دمنہ سے بھاموں میں
آگے مرے دغیر سے گو تو نے بات کی
بچتے ہیں یہاں سونیک ہیں جو کچھ راہوں میں
سرکار کی تو نظروں کو پہنچا تاہوں میں

کیا کیا عدم میں ہم پر ظلم و ستم نہ ہوں گے جیڑے یہی رہیں گے اور ہائے ہم نہ ہوں گے

پھرے رانہ جہاں تک ہو ہم سے یا نہ پھرے کسی کے پھرنے نہ پھرنے سو کیا خدا بچے

کس دل یہ داغ غم نے یہ میرے بہار کی تباہ وہ بھول کر کبھی یہاں بھی رکھے قدم اٹھ سے دھوم اب کے برس لالہ رار کی یکساں کر وزین ہمارے فرار کی

دہی کیا دن تھو کہ جی کو لگا اُس کے ساتھ میں تھا اور کوئی تھا اُس کا اور دھیری اُٹھی

داغ گل تلک ہو کہاں دسترس مجھے تکلیف سیر باغ نہ کر لے ہوں مجھے بھٹکا میں وہ ہیں کہ بلوں قافلہ سے پھر کیوں بے داغ کرتی ہو گاہے جس مجھے تاجم ہیں عند لب خوش آہنگ تھا چپ زراغ و رغن کے ساتھ کیا ہم نفس مجھے

دل ڈھونڈنا سینہ میں مرے بوجہی ہو اک ڈھیر ہے یہاں راکھ کا اور آگ دلی ہو

شکوہ تا غیر سے نایار کی بیزاری سے جد ہوا ہم پر سواں کی گرفتاری سے

قسمت (۶)

نواب شمس الدولہ قسمت تخلص پسر کلاں نواب بارگاہ قلی خاں کے سیادت و شجاعت و عمدہ خاندانی ایشاں از قدیم تہرت وارد جوان صاحب مش است۔ درایا میکہ ایشاں معہ والدین بزرگوار خود بہ حضور مرزا جہاندار شاہ قناری کلی داشتند مقرب ملازمت کیا

خوناب دل سے اتھلا ہو تو جانتے
اُس حسن بزمِ گنگ کے صدف سے کس کے بچ
نیچے کئے ہیں آپ نے اکثر خنکے ساتھ
ہلکی سی ایک شوخی کی تہہ ہو حیا کے ساتھ
موتی صدف سے نکلتے ہی قائم کب اس طرح
ڈھلتی ہر بات منہ سے جسے جس صفا کے ساتھ

یہ ہم فلک کے کجھو ریو درنگ سے چھوٹے
نشاہ ہم کو رہا کر کہ فصلِ گل صبار
پڑے بھنور میں جو کام نہنگ سے چھوٹے
خزاں ہوا اس میں جو ہم ٹکٹ زنگ سے چھوٹے
تھے نامِ دننگ جہاں میں ہزار بے سنگی
رہا اُس کی رلف سے جھٹنے کا قصد کر قائم
بھلا ہوا کہ ہم اس نامِ دننگ سے چھوٹے
کوئی سنا ہے کہ قیدِ فرنگ سے چھوٹے

جو گردِ ردہوں میں کرتے ہیں دُعا میرے
ہر گلی کو ہے بستی کا پراسیدہ کی دکان
آہ کیوں درپے جان میں یہ عزیزان میرے
دھتیاں ہو کے اوڑھے بسکہ گریبان میرے

جب میں دیکھا ہے تو اس لکڑیوں دیکھا ہر
حسرتِ دل کو ہری تبھے ہر وہ متہ ہے
یہ نیا چاؤ محبت کا یہیں دیکھا ہے
یار نے آکے دم باز پس دیکھا ہے

ہنوز شوقِ دل بے قرار باقی ہے
گیا تھا آج میں قائم کے دیکھے کے لئے
بھی ہے آگ تو لیکن شرار باقی ہے
کوئی دم اور نفس کی شمار باقی ہے

یارب کوئی اُس چشم کا بیار نہ ہو دے
صورت میں تری گز نظر آئے ملک الموت
دشمن کے بھی دشمن کو یہ آزار نہ ہو دے
جی دنیا کو طرح سے دشوار نہ ہو دے

آہیں یا تو میرے داس دلدار ہاتھ آئے
ہیں نو ہاتھ کے اس کی جو تیرا ہاتھ آئے
آدھر سے میں کھڑا ہوں کھینچ لیے کی تنہا پر
ادھر سے کاش کے تیرا ہی تا دوں ہاتھ آئے
اگر تبیع ہاتھ آتی ہیں ہر تیرے لئے قسمت
تو دلے توڑ ڈال اسکے کہ پھر نہ تار ہاتھ آئے

امید دار بوسے لب ہے کھڑا کوئی
دیتا ہے تجھ کو دیر سے پیاسے دعا کوئی
میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ پھر کیا کرے اگر
مر جائے دیکھ کر تیرا رنگ حاکوئی
تو ہے وہ لے صنم کہ تری چھب کو دکھ کر
کہتا ہے داھیڑے کوئی، نام خدا کوئی
قاصد اگر گزر ہو تر ا کوئے یا رہیں
کہو کہ آرزو میں تری مر گیا کوئی
قسمت جو سیکھتا ہے نسرنگی زباں کو
تا یہ نظر سیرا ہے فرنگی بچا کوئی

پھر بھگو کیا غم میرے تم جا کے گھر ہو
آتی نہیں کسی کی جواب تک صدائے
میرے تو ساتھ وعدے ہی شام دھر ہو
دامادگانِ قافلہ یا رب کدھر ہو

آتا نہیں شب کو خواب تجھ بن
بیداری ہے غدا تب تجھ بن
اے ماہِ سپہرِ خود بروئی
سرگشتہ ہے آفتاب تجھ بن
سینے سے نکل پڑے گا گویا
جو دل کو یہ اضطراب تجھ بن
قسمت کی بھی بھگو کچھ ضر ہے
دیکھائیں اُسے خراب تجھ بن

حدول لیکر ہمارا دتمن جاں یا رجالی ہے
تو اس سے موت ہی بہتر ہو کر کیا زندگانی ہو
بمے اس خستہ دل کو پاس اپنے یا رہنے لے
کوئی پرچہ تو کہنا میرے عاشق کی نشانی ہو
شبِ بچراں ہو اور میں توں آنکھیں آڑسو ہیں
اذیت ہو نصیحت ہو نہایت تا تو الی ہو

خاکسار بے مقدار سخا بے حد زادہ آفاق زبانِ سحر بیانِ ایتناں سدا بود و وعدہ برد و عہد و شہد
 یوں پیب کثرت از وہام صغیر و کبر موقع خواندن نصیحت نہ دیدہ برائے پاس خاطر من کر قطعہ
 مختصر تہنیت عید نیز در آستین دامنم آرا کرتے وصف امر او غیرہ ہم شگفتہ بدست شانہ را
 دارند و مار و بر و کر دند عر شکم محن فقیر اند و اصلاح شر از میان جعفر علی حسرت می گرفتند
 و در صین جایت او ہم با فقیر از تہ دل اعتقائے در جوئے داشتند حالاکہ حسرت بہ مادہ ہل
 خیال مشورہ بہ مواف دارند و در گفتن سلام و مرتبہ بیشتر از شہادت می گمارند و از عہدہ
 آن نسبت دیگر مثنیہ گویان حال بخوبی می بر آیند۔ ایں کلام ایشاں است۔

گر وہ بت کانسہ شب بہ بام آئے	ایک ماہ دویم ماہ فلک کو نظر آئے
مڑ گاہ سے دل میں مجھے سیر کی کئی ہیں	ناسقتہ دیکھا کوئی تخت جگر آدے
مقدور ہر کس کا حور سے حکم کو ٹالے	رستم جوہر آدے تو وہیں اس کا سرا آدے
تو بر سر بازار جہاں جلوہ نما ہو	خورشید فلک سیچے اپنی سپر آدے
جوں ماہ منور ہو شب تار ہماری	قیمت وہ اگر چاہد کی صورت نظر آئے

دیکھا میں غنس دل کے طلبگار تم نہیں	پھرتے ہو بو اہوس سے حرمید اتم نہیں
کتنا سحر ان کو دیکھ کے چیں جہیں رقیب	کیا باجر ہے مجھ سے تو میرا تم نہیں
آنکھیں نکالتے ہو عبت مجھ عریب پر	کہتا ہے کون یہ کس صدا تم نہیں

کہتے ہیں یوں جن میں پھر آئی بہار گل شکر خدا کیا تھا بہت انتظارِ گل

لے نا مالہ اس کے دل میں اک دم اثر تو کر جا	اُس تیغ بے خبر کو بارے خبر تو کر جا
مڑ گاہ تر ہیں تیرے ابر بہارِ قیمت	داہاں کوہ و صحر اکا تر تو کر جا

اند۔ شاہ مذکور در آغاز شباب بہ تہاندان اولیئہ بیعت کردہ ظاہر حال خود را بہ لباس درویشی آراستہ دیر بگاہ نہ کردہ بگھنواور دشمنہ۔ حالاً بر مکان راجہ ہولاس رائے سکونت دارد و معوتش نیز از ہانجا میرسد شوق شعر ہندی از مدت مدید در دوش جا گرفته بود ازین جہت دوا دین اساتذہ سلف و حال را جمع نمود و قریب سی دیوان بہم رسانیدہ بعضی صحبت بزرگانش و سیر کلام ایشان کلام خود را نیز بہ یاقبلا کرتیدہ بیشتر شاگردش بیک جاتعین بدشت از چند سہ جلقہ تلامذہ قلند ریختن جرات داخل شدہ از کلام طبع را دوا دست

شب وصال میں جب روزِ غم کی بات پھلی حروش مرغِ سحر نے کہا کہ راست چلی
کچھ اور لے سچے ہم تو اس جہاں کو کمال ہمارے ساتھ فقط اک خدا کی ذات پھلی

میں بندہ کیوں نہوں اس کی ادا کا عیاں اُس بت میں ہر جلوہ خدا کا
تو خواہی یا نخواہی گالیاں دے ہمارا کام ہے دینا دعا کا

بہ توکل گذشتہ از ہفت سال راجہ ہولاس رائے بہادر بر مکان خویش جا دواہ حدیقہ رامو جب سعادتی داند بسیار بخوشی می آید و چون بمقتضائے موزونی طبع شوق شرا از طوالت دامگیر بود ایں جہت دوا دین اساتذہ سلف و حال را زیادہ از سی جمع نمودہ بہرکت سیر کلام ایشان و بعضی صحبت کا ملان ایں خود را نیز بہ یاقبلا کرتیدہ بیشتر شعر خود از لفظ محمد قائم می گذراید حالاً از چہدے رجوع ایں امر بہ قلند ریختن جرات دارد۔ اسوا ایں در اخلاق و رویشا نہ اصحابا یعنی بزرگتا بیک دتیرہ مرغ و مرکاں اکثر و مستاعر فقیر حاضر شدہ با کلام ایرطاکا را زتہ دل دل دیتی دارد، بجانچہ ہر سہ دیوان را بدست خود نقل گرفته و تذکرہ را کرتیار شدہ بخرمدا ران تمام بردہ غرض کہ دشت چرام خود کو کمال محسم است، حروش از سی سال منجا در خواہد بود۔ (شعرا پمور)

(۱) خاندان ویسیہ بنیر الف۔ (سرخ)

نہیں کوئی دیت کی صوت بقول صحیحی قیمت نہ قاصد ہوتا ہے یہ پیام زبانی ہے

(۷) قبول

کہار احوال خبر ندارم - از دست -

دل میں خیال نہ لائیں پھر تاہر نعرہ زن تار یک شب میں جیسے کوئی پاسبان پہرے

حرف کاف

(۱) کمال

شاہ کمال الدین حسین کمال تخلص، وطن بزرگانش کٹرہ مانک پور و ازبجیے والدہ قیلہ گواہائیاں در صورت بہار نیز توطن گرفتند و اینہا ہمہ در زمانہ خویش منصبدار پادشاہی ہوئے

(۱) کمال کے حالات سسر رامپور میں زیادہ تفصیل سے لکھے ہیں وہ تمام عمارت یہاں نقل کی جاتی ہے۔

کمال تخلص سرود بہ شاہ کمال چینیہ دلدقا در نوار خاں وطن بزرگانش شاہجہاں آباد در زمانہ خویش مصیدار ماو شاہی بودہ اند - از چندی والدہ ایٹاں در موضع محی الدین پور کہ متصل صورت بہار است کہ بطریق ائمہ و خاج حج بام ایٹاں تقریر است توطن گزیدہ - چنانچہ تولد شاہ مذکور در یہاں موصح واقع شدہ لیکن سو و نادر نظام آباد یافتہ - بعد انتقال والدہ ابجد خود در سن شانزدہ سالگی ترک لباس اختیار کردہ و بہت در قبضہ سلوں در حضور پیر شاہ کریم عطا جسا کہ فرزند جانشین حضرت پیر شاہ استرہ قدس اللہ سرہ اند نمودہ، در دستانہ قدم و رواد ہی حیات کرتا رہاں عالم پگھوہ و ارد بندہ ازاں ایام در یہیں شہر اقامت در زیہ - اوقاتش ہمیشہ

کیوں تو پھر تاجے دلا گرواں کے سوائی ہوا
جز شکستِ شیشہ دل کچھ نہ دکھایا اس کا کام
لفٹ کیا ملے گا ہوا اس سے جو ہر حائی ہوا
رتق جس دن یہاں یہ چرخ مینائی ہوا
قیس کو لطف میں میری مت برابر تو مجھ
عشق کو کیا خاک مجھے گا جو صحرائی ہوا

یہ زخم دل ہر اسے جراح اُس ابرو پر خرم کا
یہ ہوا اس کی کوئی گریباں یا کسے سے رو
کرے گا اس کو کیا جگہ تیرا بھاپا یہ مرہم کا
یس از خوشتیدانور پھیر تارا صبح کا چمکا
نہیں کچھ سوچتا درماں مجھے اس حتم پریم کا
کروں کیا ملے کمال آنسو تھے اکھوں سے جو

دل کے ہر داغ کا ہے رنگ کچھ لے یا دنیا
جس دل جس کی مانگی ہے قیمت اُس کو
سیر کر تو بھی کہ پھولا ہے یہ گلزارِ نیا
کس طرح کہتے نہ پھر بولوں جلوہ اُسے
واہ پیدا ہو از دُخسریدا رِ نیا
کہتہ مشاقِ طبعیوں سے کہا دیکھ مجھ کو
رنگ ہر لحظہ دکھاتا ہے وہ دلدارِ نیا
جوں جوں کرتے ہیں دوا اور دُص بڑھتا کر
یا الہی اسے کیا ہے یہ آزارِ نیا
ایک نقشہ پہ زمانہ رہے پھر کیو کہ کمال
رنگ اُس چہرہ عالم کا ہر بارِ نیا

گھرا نے بلا لے کے اُسی آن کالا
اُس صانعِ قدس کے ہوتے بان بیکل
تھکڑا تو مرے کا یہ میری جان کالا
میں کو دے دیواریا کے گھراؤد
اللہ یہ انسان سے اسان نکالا
بچا رہ گیا مفت میں دربان نکالا

اپنی نظر کے آگے سے عالم گذر گیا
یہ قافلہ شباب نہ جانے کدھر گیا

ہے بس ٹوہچے کو تن پہاں چادرِ خاک
میں کیا خواہاں کسی سے ہوں ردا کا
ہیں اُس دیوار کے سایہ میں جو شخص
کریں کیا لے کے وہ سایہ ہما کا
کمال اُس کا جھکے سر کس کے آگے
ہے حوسندہ علی مرتضیٰ کا

جوں قدم بائے گھر سے میرے در پر رکھا
سر رکھا زانو پہ میں اتھ حکر پر رکھا
ہم کو حیا دے رکھا جو شخص میں تو آہ
دستِ شفقت کبھی ظالم نے نہ سر پر رکھا
سنگ رہ اُس کی گلی کا جو کوئی ہانڈ آیا
مثلِ گل جس نے اٹھا کر اسے سر پر رکھا
بیٹھے بیٹھے تھے کون آگیا یا دلِ کمال
تو نے رومال جو لے دیدہ تر پر رکھا

چشمِ حواس سے پھر اٹک نہوا رہوا
طفلِ خوابیدہ بہت دیر میں بیدار ہوا

جلوہ ترا تو ہم کو ہر ایک سو نظر پڑا
دکھا میں جس طرف کے تئیں تو نظر پڑا
پیائے صفائے جس تری میں کہوں سگیا
ہر آئینہ سے صاف تر از تو نظر پڑا
قد کا ترے آنکھوں میں میرے ہر خیال
اکثر ہے یہ کہ سر و لب جو نظر پڑا
دیکھی کمال عود سے اُس کی کمر جو میں
کچھ اور تو نہ تھا مگر ایک مو نظر پڑا

مرے سینہ سے آنکھوں تک دل تیار نہ ہنچا
جو آہ ہے تو یہاں اپنے تئیں جلدی سو پہنچا
ابھی ازار لے مہر دیر سے حسن کا ہو گا
اگر گرمی سے ہتالی پہ وہ حور شیر پہنچا
مبادا کم نہوئے بزمِ حوا میں کی کیفیت
شبابی اور یہاں پیر معان بھر کر سو پہنچا
جلا حسرت بھرا میں کتنی ہستی کو ہے ظالم
دہل بل نہ میرا اُس کے دامن تک پہنچا

نظر پڑتے ہی اُس پر یوں کوئی دِلیہ کا بنے ہر
نظر اُس شوخ کی پڑتے ہی اُس ل تھڑا اٹھا
جیلا دشت کو ہوں میں لے کمال اُس کے کوچہ
کے جیسے دیکھ کر صیبا کو نچیر کا یہ ہے
کیلچے پر کوئی جیسے کہ لکھا کر تیر کا یہ ہے
کجوں جوں پا تو رکھتا ہوں ادھر نچیر کا یہ ہے

کیا غصہ دم ہو آنکھوں میں لبوں پر جان
دم کی فرصت اب نہیں دُل میں اِراں ہر

کھولے آنکھیں وقت آخر بھی ترا ہمار ہے
اب جو اٹھ آئے گلی سے یار کی تو کیا کہیں
خوابِ غفلت میں ہو کیا بیدار ہو تیار ہو
سلس لے سکے نہیں ہیں کیا کہیں ہم اکی کال
مرتے مرتے بھی اسے کیا حسرت دیدار ہر
سانے آنکھوں ہی کے ہر رحمت دیوار ہر
قافلہ راہِ عدم کا چلنے کو تیار ہر
اب تو دردِ دل سے ہم کو زندگی دشوار ہر

اٹھتا ہے اُس کے کوہِ سربازِ گراں مجھے
تجھ بن نظر اٹھا کے میں دیکھوں ہوں جس طرف
اُٹھتا ہے دل سے نالہ بھی لے آہ کا عصا
آزادی قیدِ زلف سے آتی نہیں نظر
از بس کمال اُس ہے جی کو فُس کے سا
تھکلیفِ سیرِ باغ نہ دو دو شاں مجھے
ادھر نظر پڑے ہے یہ سارا جہاں مجھے
غم نے کیا ہے اس قدر اب ناواں مجھے
بختِ سیہ نے لا کے پھنسا یا کہاں مجھے
لے فکرِ باغ ہے نہ غم آشاں مجھے

نہ سمجھو آپ سے تشریف یار لاتا ہے
گلوں کو جھانکوں ہوں کیا کیا چمن میں چمٹا
نہ آتے ہم بخدا تیرے در پہ لے کا فر
لمائیں لینے لگا میں تو پیچھے ہٹ کے کہا
ہمارا جنتِ دل یہ ابھار لاتا ہے
قص اٹھا کے یہ فصل بہار لاتا ہے
پہ کیا کریں یہ دل بے قرار لاتا ہے
سرک بھی یہاں سے کہاں کا پیا راتا ہے

کیوں ہیں تو کچھ کر آ رہا ہوں گے
بتلا کس شہرہ آفاق پر ہیں ہم کمال
کیا ہو اگر ہم غیروں کا بھی آنا ہو گیا
شہرہ آفاق جو اپنا فنا ہو گیا

رہ جا جن میں تو کوئی دم اور غنڈیلب
اس گل بے ریاک تو سونا لگے ہے باغ
تا ایک دوزخ کر لیں ہم اور غنڈیلب
کرتی ہے بول بول ستم اور غنڈیلب

خط جو اُس جیلہ سے عاشق کا اُسے پہنچا ہر
تیرہ بجتی میں ہی جینے کی ضعیفوں کے بہار
پھر کھو آن سنے نہ رستہ سے اٹھایا کاغذ
ہوئی نگار جہاں شب کو جلایا کاغذ

ٹکڑے کرے جگر کے میرے ٹوٹ ٹوٹ کر
اک ہم رہے اسیر نفس اور ہم صغیر
رہا ریسکہ غم میں تیرے پھوٹ پھوٹ کر
پہچے جن میں قید سے سب چھوٹ چھوٹ کر

ہم گدا دیکھتے ہیں اُس بیت گراہ کی راہ
یعنی آسکے تو کچھ مانگ لیں اللہ کی راہ

ہاتھ میں اُس بت کی جو نازک کلائی آگئی
وہ بت مغرور کل ہم سے ہوا جو میں دوچا
گو یا قبضہ میں مرے ساری جدائی آگئی
سانے ہو کر مجھ کب سبائی آگئی
بیٹھے بیٹھے جی میں یہ کیا تیرے بھائی آگئی
تیخ صاحب آپ کے آڑے کائی آگئی
دھل گیا دن ناگہاں شام جدائی آگئی
سننے ہی میں اُس کے چہرہ پر رکھائی آگئی
حرفِ مطلب جو کمال اُس ہو کیا میں دیا

یہ بھی کوئی بیٹھنے کا بزم میں سلوب ہوا رہا
خاکِ رہ جن کی ہوا ہوں میں عصب یہ کوڑا
حوں جوں ہم آگے بڑھیں آپ سر کے تھایں
اُس طرف گذریں تو دامن کو جھٹکتے جاویں

میاں او جانے والے اکٹھا ٹھاکر تک دھڑکیو
اجی میں کیا کہوں ناچار ہوں ہتھوڑیوں جھجھج
کوئی مصطر پکائے ہے ذرا منہ پھیر کر دیکھو
تو آئینہ کو اپنے سامنے تک تم بھی دھڑکیو
نہیں تو مجھ کو دیکھو اور یہ میرا سفر دیکھو
کمالِ خستہ کو یہاں قیمت لے آئی ہر

(۲) کبیر

حکیم کبیر بھلی تیج الفاری لودہ دیکر تخلص سے گذاشت فقیر اتیاں را در سرکار
نواب محمد یار خاں مرحوم کہ ذکر ایشان گذشت دیدہ بود بیا ربخوئی میں آمدہ بود یہ سب ہماوچی
ایام یک شعرا زایشان بخاطر است۔

ایک ہی یار سے جی ناک میں آیا ہر کبیر
زیت معلوم اگر ایسے ہی دو چار ملے

(۳) کلیم

محمد حسین کلیم تخلص الدیماں حاجی تعلی صاحب تصانیف بیا راست چانچہ ترجمہ
مصوص الحکم دوم مجلس ہندی بسک نظم کنیدہ خاستہ خیال اور صفحہ وزگار یادگار است۔ محفل
تعریش در تذکرہ حویش بیالغہ نوشتہ۔ از دوست۔

ہو چکی ستر گنتی جنت و دوزخ کو خلق
رہ گیا میں ترے کوچہ میں گرفتار ہنوز

آتی ہے دل پہ قفلِ مینا سے آبِ گشت
وہ دن گئے کلیم کی یہ شیشہ رنگ تھا

مزار آئیں بہاریں پتھل تن اپنا
نثار ہونے کی تیری گلی کے خواہش ہے
میں ازنا تو ذرا آ کہ یہ دل مضطرب
دلانا اُس سے ابھرتا کہ راہ چلتے ہیں
چمن میں دیکھا اُس گل کو کھٹکھٹا کے کمال
کبھی شگفتہ ہوا ہے نہ بار لانا ہے
یہ گرد باد جو اتنا غبار لاتا ہے
قیامت ایک تہ نگ مزار لاتا ہے
دکھا وہ زلف کئی مجھ سے مار لاتا ہے
تو آنکھوں میں وہ گڑوٹے کو خارا لاتا ہے

کچھ ان دنوں دل پر داغ اس بہار پر
چمن میں کانٹے پگل کو پڑے ہو جو کوئی
گیا میں جی سے اٹھا کر جو درد تہائی
نہ تن سے نکلتے جی اور نہ یار آتا ہے
نہیں ہے پوست تو سبز ہی کر دیا مبعود
کہ نہ سماں یہ گلوں پر نہ لالہ زار ہے
یہ غنڈ لیب کا دل ہے جو لوک خا ہے
تو بیکسی سرے اب نوسہ گرد زار ہے
عجب طرح کا عذاب اپنے جسم زار ہے
نشہ کمال فقیروں کا اب آتا رہا ہے

آہ میا جے دیکھ کنارا کرے
تیغ سے اپنا گلا کاٹیں نہ پھر کینہ کہ ہم
سیر حرمین میں نہ آئے جس کو نظر اپنا گل
فرد عشاق میں ہو دو ہی صاحب کمال
اُس کے مرض کا بھلا کیا کوئی چار کرے
غیر کو ابرو سے کچھ حب وہ اشار کرے
آہ گلوں کا وہ کیا خاک نظر آ کرے
ذلت و خواری کے تئیں جو گوارا کرے

نہیں خورشید فلک ہم جو چمکتے جاویں
باد کش آہ ہے اور دل میں بھری آتش غم
زلف مشکیں میں جو ہر شل صبا اپنا گزار
ہم جدھر جاویں تو یہ دیدہ پرانک اپنی
سایہ ساں جائیں جدھر سر کو ٹپکتے جاویں
شعلہ پر شعلہ نہ پھر کیونکے بھڑکتے جاویں
ہم بھی پھر جاویں جدھر کو تو جھکتے جاویں
جام لبریز کی مانند چھلکتے جاویں

سیدہ کے داغ سواں آنکھوں کے لٹکالی
اس نخل عاتقی کے یگل ہیں رہ مگر ہیں
کس غلہ رو کے غم میں دتا ہو اس قدر تو
جو گرم اشک تیرے سوزندہ اس قدر ہیں

شبِ خلوت ہو رہو تم مے گھرج کی رات
جاں بلب جھوڑ کے جاتے ہو کہ بھرج کی رات
کر دیا در کو اجابت کے خدا یا کیا بند
نہیں کرتی جو دعا میری اتر آج کی رات
آگے آنکھوں کے ادھیر اس سترام سے ہو
دیکھتے ہوتی ہو کس طرح سحر آج کی رات

حسرت سے دیکھتا ہوں میں حیا کی طرف
تڑپے ہو تیرے کوچہ میں اک جاں بلبیاں
دو دنوں سے پھر گیا ہوں میں گرم ان دنوں
گلتا ہے تب وہ دیکھتے دو چار کی طرف
حک جھانکیمو تو رخصتہ دیوار کی طرف
مگر نہیں ہوں کافر و دنیا کی طرف

تصویر کا عالم ہے رے رے حسیں پر
اخلاص اُسے غیر سے ہو واسطے جس کے
ہم جس کی محبت میں ہو بیٹے ہیں اینا
تجھ سا تویری جہر نہیں رہے زمیں پر
رہتا تو ہوں گلشن میں یہ رہتی ہو نت آفت
کھدوائی ہو میں سورہ اخلاص نگیں پر
والہ نے مے گرم شب آتش جو لگائی
وہ باندھے ہوئے پھرتے ہیں تلوار ہیں پر
فریاد سے بلس کی مری جان سریں پر
اک شور فرشتوں میں یہ عرش بریں پر

یوں آپ جو کچھ جی میں ہو فرمائے صاحب
ہر چند گنہ گار رہے کشتہ کا تک اپنے
تا دیر میں اُس بزم میں بیٹھوں تو کہو لیں
گالی نہ مجھے عیر سے دلو اسے صاحب
لاستہ تو بھلا آن کے اٹھو اسے صاحب
اب رات بہت آئی ہو گھر جائے صاحب
راہ سوزندہ جو شہر ہیں دن خ

قافلے کٹنے گئے کوئی نہ سمجھا کیا ہے سورا کر کہتی رہی بانگ دریا کیا کیا کچھ

حرف گاف

(۱) گوہری

گوہری بد اونی روشعش کہ زبانی عالم شاہ پیر زادہ در عالم طفولیت شنیدہ بودم بیاد است ازوست^(۱)۔

رو برو ملکوں کے مت جاس کے بانوں کو چھٹیر آفت آئے گی تو ان زبور خاں کو نہ چھٹیر
آخرش مارا پڑا ہاتھوں سے اُن کے گوہری ہم نہ کہتے تھے کہ ان بانے پھانوں کو چھٹیر

(۲) گرم

مرزا حیدر علی گرم تخلص لڈیا ز علی بیگ ساکن تاجپہاں آباد جواں صلاحیت شاعر
است بمقتضائے موزونی طبع چہرے کہ موزوں می کند آں را بہ نظر اصلاح فقیر می گذارد۔
باوصف نوشقی از کواکب طبعش معلوم می شود کہ بشرط مزالت بجائے خواہد رسید
چرا کہ رسوخ و اعتقادش از تہ دل بایں خاکسار نسبت دیگر ناگردان اولین روز بروز در
در تری دار و بقولے کہ سپر من خس است و اعتقاد من بس است۔ ازوست۔

نالہ کی گرمیوں سے بھتے دل و جگر ہیں لب خشک ہوئے ہیں کاٹنے زبان پر ہیں
تیج نگاہ کس کی دیکھی ہو ہم نے یارب جو زندگی سے اپنی بیزار اس قدر ہیں
یاران رنگاں کا مت بوجھ مجھ سے قصہ لے نہیں ہیں بھی حیراں ہوں کہہ رہی ہیں
خوشید و ماہ کو میں پھرتے ہی دیکھتا ہوں یہ کس کی جوتھیں آوارہ در بدر ہیں

(۱) از دست نندار و دن مخ (۲۷) و حوالہ دن مخ (۱) حیراں۔

از چند سال شوقِ گفتنِ شعر ہندی بہر سانیدہ - عمرش تا الی الیوم سی و دو سالہ خواہد بود از دست
 مژدہ وصل اگر کوئی سنا تا ہے مجھے میں یہ سمجھوں ہوں کہ جی دان دلاتا ہے مجھے
 ایسی الفت کو لگے آگ پڑے چوٹے میں جو ہے دلسوز مراد ہی جلاتا ہے مجھے
 گھر میں جا بیٹھ رہا اُس سوخا ہو تو لطیف کیا ہی غصہ تری اس بات پہ آتا ہے مجھے

(۲) لطف

مرزا علی لطف تخلص جو ان خوش فکر دیدش طبعش نسبت دیگر شعراے اینجامتا تر
 دارد - منتوی آیدار بہ سبک نظم کشیدہ او حجت بر قول مولف است و ازین جہت خود را
 بہ شاگردی مرزا اہتم می کند - واللہ اعلم بالصواب - از دست -
 ہے زلف یا قبر کی شب کچھ نہیں معلوم کھڑا ہے ابھی کہ غضب کچھ نہیں معلوم
 خاموشی سہار سی کے تینیں سحر ہی سمجھو گو ہم کو لگائیے کا ڈھب کچھ نہیں معلوم

کھل گئی یہ اب کہ وصل اس کل خیالِ نام ہو کج امیدوں کا دل ہی دل میں قتلِ عام ہو

کوئی زخم اور بھی کہ لے قاتل کب کے ہم ایڑیاں رگڑتے ہیں
 جو کوئی کہ آفت نہانی مانگے رباغی اور ملکِ عدم کی کچھ نشانی مانگے
 دکھلائے اُسے تو اپنی یہ تیغ نکلاہ جس کا ارا کہ بھی نہ پانی مانگے

میں گرم گیلٹے کو اُن کے تو اُنھوں نے فی الفور ظرافت سے کہا اُسے صاحب

رات وہ دریاں کے دُوسے مجھ تک کر پھر گئے
گرم گل اُسے جو وہ سنے ہر احوالِ دل
اپنے پاؤں کی صدا مجھ کو سنا کر پھر گئے
سوچ کر کیجھ جی میں اپنے مکہ کر پھر گئے

سیل گریہ میں نہ ہم تا بہ کمرِ دُوب گئے
تجھ کو دریا میں جو لے شمع نہاتے دکھا
اس قدر روئے کہ مہاسیوں کے گھر ڈوب گئے
سرم کے مائے وہیں تپس و قمر ڈوب گئے
تیرے رنے سے تو سب راہ گزر ڈوب گئے
گرم کیا خاک چلیں سیر کو ہم دریا کی

بل کے سر سے جاتی ہو کوئی ہلے گل
لوہو میں بھرے ہیں تیرے ہاتھ سچ بست
ہوتی سرد قفس میں بھی پھر پھرنے لگ
تربت پر کس شہید کی تو نے چڑھائے گل
سردھس کے عندلیب بکاری کہائے گل
نڈھی کے اُس نے کیونکے نکلے سر لگائے گل
عارض کو لگ سکے ہر کب اُس کے صفائے گل
سیا دئے قفس میں جو ہم کو دکھائے گل
ہم نے بھی گرم رنگ سیرا تھوں کھائے گل
گل دستہ لا دیا جو گل اُس کو رقیب نے

حرفِ لام

(۱) لطیف

نثریں لادین لطیف تخلص متوطن سورت ساداتِ عالی تبار اند حکم موزونی طبع

کسی دشمن یہ خداون وہ نہ ڈلے جوں کل سر پہ مجدوب کے لئے گیر و ملان بھی رہت

رباوتہ جائے گا یہ خسرو ملک سوچ کہ خوں کو کھن ہے

لے تیر سمجھوت مجدوب کو اور دل سا ہے وہ خلیف سودا اور اہل ہنر بھی ہر

(۲) منظر

مرزا جان 'جان منظر تخلص' کے کیے از شاہ کبار گذشتہ۔ احوال و اشعار ایشان مفصل و در تذکرہ فارسی نوشتہ ام۔ در ابتداے شوق شعر کہ سوز از میر و مرزا وغیرہ کے در عرصہ نیامدہ بود و در دورِ اہلسام گویان اول کے کہ شعر ریختہ بہ تنج فارسی گفتہ است چوں در آں روز ما بہ میر عبدالحی تاباں دوستی بستیار داشت چند غزلیات تعدوہ از خامہ فکرش بر صفحہ کاغذ ریختہ بودند کہ مشاۃلیہ مانع آمدہ آخر ایشان قرار شعر گفتن خود بہ زبان فارسی دادند و بعد ازیں بہ ریختہ زبان نیالودند مگر ہاں قدر کہ باصلاح دوسہ شاکر و بکار آید چنانچہ تربیت انعام اللہ خاں نسبت بہ محمد فقیہ درویش کہ ساتی نامہ ایشان شہرت دار و پر متوجہ بودند۔ در تمام دیوانش فصاحت و بلاغت زبان اُستاد و جلوۂ نظر می دیدنی اتحیقت نقاش اول زبان ریختہ بایں و تیرہ باعتبار فقیر مرزا است، بعدو تبلیش بہ دیگر اں رسیدہ۔ از دست

اُس گل کو بھیجنا ہے مجھے خط صبا کے ہاتھ اس واسطے بجا ہوں چین گی ہول کے ہاتھ
برگِ خاں پر لکھو احوالِ دل مرا شاید کہ جاگے وہ کسو میرزا کے ہاتھ
مرتا ہوں میرزا فی گلِ دیکھ ہر سحر سوچ کے ہاتھ چو تری و نکجا صبا کے ہاتھ

حرف المیم

(۱) مجذوب

مرزا غلام حیدر مجذوب تخلص پس خواندہ مرزا محمد رفیع شخص خوش خلق و باحیا است
نقییر اور اور لکھنؤ دیدہ بسیار بہ پاک پیش آمدہ من کلامہ -

وعدہ کی وفا اُس سے بہت دور پڑی ہے نہرِ شبِ روز سے باہر وہ گھڑی ہے
خاموش چہ رہتا ہوں مجھے گنگ نہ سمجھو اک عرضِ تناس ہے کہ آئندہ پر اڑی ہے
غفلت میں بسر کرتے شبِ وصل کو مجذوب ایامِ جدائی کی گھڑی سر پہ گھڑی ہے

چاہوں مدد کسی سے نہ اعیار کے لئے میں بھی تو یار کم نہیں دو چار کے لئے
ہے دردِ سر سی بلبلِ آزاد کی صغیر موزوں ہے نالہ مرغِ گرفتار کے لئے
طوبی کے نیچے بیٹھ کے روؤں گہزار جنت میں تیرے سایہ دیوار کے لئے
مجدوب بہرِ سجدہ ہے منت بھی شیخ سے پھر بہمن سے عجز ہے زمار کے لئے

رکھے لگائے اُس کو گریس جیلے ہمیشہ مینے پر دل کے کیچے آئے بے ہمیشہ
آتے ملے دے ہو گھر سے کسی کے اس م پھیرا کئے پھری ہو میرے گلے ہمیشہ
مجدوب ان دنوں میں پھر روگ کچھ بایا رہتے تھے پیستہ تو اچھے بیلے ہمیشہ

چشمِ دوری میں تری یاریاں تھی رات تھی شبِ ہجر میں سر پہ کرطوقاں تھی رات
نازِ اختر کوئے تھا فلکِ ہستم پر زلفِ سرکش جو تری تابعِ فرماں تھی رات

مدت سے لگ ہی ہیں آنکھیں درجہ رم سے پردہ اٹھا تو لڑیاں نظریں ہمار سی ہم سے

ناز چین دی ہے بیل سے گوزراں ہر تہتی جو زردھی ہر سو شاخِ دغراں ہر

عشق کو بیچ میں یارب تو نہ لایا ہوتا یا اس آدے میں برا دل رہنا ہوتا
کم اٹھانا تھا نقاب آہ کہ طاقت رہتی کاش یکبارہیں منہ نہ دکھایا ہوتا
درکے آگے سوتے نقش گنی عاشق کی اپنے دروازہ ملک تو بھی تو آیا ہوتا

جدا جو پہلو سے وہ دسبرنگا نہ ہوا پیش کی یہاں تیں دل نے کرد و شایہ ہوا
کھلا نشہ میں جو پکڑی کا بیچ اس کی میر سمندر تاز کو ایک اور تاز یا نہ ہوا

باع میں جس شب گئے ہم ظلم کے اے ہوئے جان کو اپنی گل قہاب اگکائے ہوئے
پیار کرنے کا جو خواہاں ہم یہ کھتے ہیں گناہ ان کو بھی تو پوچھتے تھے کیوں پیائے ہوئے
آستیں رکھتے ہی رکھتے دیدہ خوش رہا پر حلق بسل کی طرح لو ہوئے کے فوائے ہوئے
استخاں ہی رہ گئے تھے یہاں دم خیز میر دلتے پڑ پڑ نیچے اس شوح کے آئے ہوئے

حجم گیا خون کف قابل یہ زب تیرا میر آن نے رو رو دیا کل ہاتھ کو دھوئے دھوئے

ہم ہیں مجسروح باجر ہے یہ وہ مک جھڑکے ہے مزاج ہے یہ
آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم اب جو میں خاک اتہا ہے یہ
یس ہوا از ہو چکا اغاض ہر گھڑی ہم سے کیا ادا ہے یہ

یہ دل کب عتق کے قابل رہا ہے کہاں اس کو دماغ اور دل رہا ہے
خدا کے واسطے اس کو نہ ٹو کو یہی اک تہر میں قاتل رہا ہے

لوگ کہتے ہیں موانظہ رہے کس انوس کیا ہوا اُس کے تئیں اتنا تو بہار نہ تھا

مت احتلاط کرے نوبہار اب ہم سے (۱) چمن کے ہونے کا اس خاک کو داغ نہیں
یلبیلوں کا جہاں مشہدِ تقدس ہے (۲) قدم سبعاں کے رکھو تریا یہ باغ نہیں

(۳) میر

میر محمد تقی میر تخلص کہ مفصل احوال ایشان تیز در تذکرہ فارسی سمت تبحر ریافتہ۔
تخص صاحب کمال است اکثرے در فن ریختہ اور در پلہ مزار رفیع سودا گرفتہ اندو
اکثر در غزل و غنمہ ہی بہتر از مر اقیاس می کند و مزار ادب سجد و قصیدہ برو فضیلت می بند
غرض ہر چہ بہت استاد می ریختہ برو سلم است۔ اگرچہ دیوان فارسی ہم دارد اما در
فارسی گویان نمرودہ نمی شود۔ ہمہ نختہ گویان ہند سدا ز کلاش می آرند و اورادیں
فن مستثنی میداد و الحق کہ چنین است۔ از چند سال کہ از شاہجہاں آباد بہ پورب رسیدہ
در سر کار نواب آصف الدولہ ہا در اعتبار و امتیاز تمام دارد و چہار دیوان ریختہ از
خاصہ فکرش ریختہ و منقوہاے متعددہ و مکار نامہ ہائے بے نظیر نگاشتہ کلک ندرت
طرازا در صفحہ زمانہ یادگار است۔ بر فقیر بسیار ہر بانی می فرماید عمرش تخمیناً قریب ہشتاد
است (۱) از دست۔

تجسے کوچہ میں یہ جتنے کہ جسم زار بیٹھے ہیں میاں گم کردہ دل میں جن یوں لہجہ لہجہ ہیں

(۱) یہ آخری و دشو رسہ را سیر میں زائد ہیں۔ (۲) رسیدہ باشد۔ (ن خ)

کہتا ہے کون سیر کر لے خستیاں رو ایسا تو رو کہ رونے پہ تیرے منسی نہ ہو

بھجے ہنجر ہوں سائے پھول ہی جس کو گریاں میں وہ کیا جانے کہ کھڑی ہیں ہجر کے میسے داناں میں
جہاں کو بکھتے اک سو تو را نگیز نکلے ہے قیامت کا سا ہنگامہ ہو مرا میرے دیوان میں
ہوائے ابریں کیا تیرے نسا باغ میں وہ تھا گری پڑتی تھی کلی آج کچھ صحنِ گلستاں میں

رو چکا خونِ جگر سب جگر میں خوں کہاں عم سہ پانی ہر کے کبا بہر گیا میں کہاں
عاشق و معشوق یہاں آخر فنا نہ ہو سکے جائے گریہ ہو جہاں لیلی کہاں محنوں کہاں

حال کہنے کی کسے تاب ہے آزار کے بچ حال رہتا ہی نہیں عشق کے بیار کے بچ
آرزو مند ہے خورشیدِ میر ہے کہاں کہ ذرا ٹھیرے ترے سایہ دیوان کے بچ
کیا کہیں ہم کہ گلے ڈالے پھرے مستی میں دائہِ بسملہ پر درشتہ زنا ر کے بچ

زلفوں کو میں چھو اسو غصہ ہوئے کھڑے ہو یہ بات ابی کیا ہے جس پر اٹھ پڑے ہو
ہوئے ہیں خاکِ رہ بھی لیکن نہ میرا سے رستہ میں آدھے دھڑ تک مٹی میں تم گڑے ہو

جائیں تو جا دیں کہاں جو گھر رہیں کیا گھر رہیں یار بن لگتا نہیں جی کاش کے ہم مر رہیں
زندگی دو بھر ہوئی ہے میری آخر تا کجا دل جگر جلتے رہیں آنکھیں ہار می تر رہیں
وہ نہیں جو تیغ سے اُس کے گلا کٹوائے تنک آئے ہیں بہت اب آپ جو ہر کر رہیں

جس کا خواباں خیال لیتے ہیں دل کھلیا نکال لیتے ہیں

ہے ری بگانی کبھی اُس نے نہ کہا یہ کہ آشنا ہے یہ
میر کو کیوں نہ مستم جانیں اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ

دل عجب جنس گراں قدر ہے بازار نہیں مے بہا سہل جو دیتے ہیں خریدار نہیں
کچھ تھیں ملنے سے رکتے ہو ہائے درد دوستی نگ تھیں عیب نہیں عار نہیں

دن نہیں رات نہیں صبح نہیں شام نہیں وقت ملنے کا مگر داخلِ ایام نہیں

بارہا وعدوں کی راتیں آئیاں طالعوں سے صبح کر دکھلائیاں
ایک لے صورت نہ کیڑی مٹی یار دل میں شکلیں سیکڑوں ٹھہرائیاں
آہن میں یہ بھی ہو کوئی روست ناز تا کے چند بے پروائیاں
ستوق قامت میں تھے لے زونہاں گل کی شاخیں لیتی ہیں انگڑائیاں
پاس مچھو بھی نہیں ہو اب کے میر دور تک پہنچیں مری رسوائیاں

اعجاز منہ مکے ہر تھے لے کام کا کیا ذکر بہاں مسیح علیہ السلام کا
رقعہ نہیں جو آئے ہو سوتیر میں مدحا کیا دیجئے جواب اجل کے پیام کا
صاحب ہو مارڈالو مجھے تم دگر نہ کچھ جبر عاشقی گناہ نہیں ہے غلام کا

سر پہ عاشق کے تہ یہ روز سیہ لایا کرو جی ابھتا ہے بہت مت بال سلخا یا کرو
تابِ مہ کی تاب کب ہو ناز کی سے یا کرو چاندنی میں آفتابی کا گرسا یا کرو
کب میسر اُس کے مہ کا دکھنا آتا ہو میر یھول گل سے اسے دل کو تم بھی بھلایا کرو

جب نہ تب مئے کو تیار رہے عشق میں ہم جی کے تئیں لپے کھجوروں بھی نہ جانا کیا تھا

آزار دیکھے کیا کیا اُن پلکوں سے اک کر جی سے گئے یہ کانٹے دل میں کھٹک کھٹک کر

ملو از غرقِ خوں ہو آنکھیں گلابیاں ہیں دکھیں تو تیری کب تک یہ بدشرابیاں ہیں
 چاہے ہو کج ہوں میں ہفت آسماں کے ادھر دل کے مزاج میں بھی کتنی شتابیاں ہیں
 دکھیں تو تیری کب تک یہ کج ادائیاں ہیں اب ہم نے بھی کسی سے آنکھیں لڑائیاں ہیں
 ہم بے ہیں خوں گرفتہ ظالم جنہوں کو تیرے ابرو کی حنش اور پتلا ریں کھائیاں ہیں
 کعبہ میں تیرے ہم پہ ہے سرگراں یہ راہ اور بت کدہ میں ہم نے دھول لگائیاں ہیں

غیروں سے وہ اٹائے ہم سے چھپا چھپا کر پھر دیکھتے ہو ایدھر آنکھیں بلا بلا کر
 ہم گام سبز رہے تھی بت خانہ کی محبت کعبہ تلک تو پہنچے لیکن خدا خدا کر

ماند شمعِ آتشِ غم سے پھل گیا بزمِ جہاں میں رستے ہی رستے میں گل گیا
 گرمیِ عشق مانعِ نثر و منا ہوئی میں وہ نہال تھا کہ اُگلا اور جل گیا
 ہم خستہ دل ہیں تجھ سے بھی نازک مزاج تیرے تیوری حیرتھانی تو نے کہ یہاں دم گل گیا

یہاں اپنی آنکھیں پھر گئیں پردہ نہ آ پھرا دیکھا نہ بدگمان ہمارا بھلا پھرا
 طالع پھرے سپر پھر اقلب پھر گئے چندے وہ رستک ماہِ جو ہم سے جدا پھرا
 خانہ خراب میسر بھی کتنا عیور تھا مرتے موا پہ اُس کے کھجور نہ جال پھرا

پڑتی ہر آنکھ ہر دم جا کر صفائے تن پر
 نام خدا کھالے کیا پاؤں رفتہ رفتہ
 درکار عاشقوں کو کیا ہے جواب نامہ
 کس طرح تیر جیو کا ہسم تو بہ کرنا مانیں
 سو جی کئے تھے صدق اس شیخ کے بدن پر
 تلواریں چلتیاں ہیں اس کے تواب چلن پر
 اک نام یا ربس ہے لکھنا میرے کفن پر
 کل تک بھی داغ مے تھو سب ان کے پیر بہر

پہلے آگے تر اگر کسی نے نام لیا
 دل ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا

یا پہلی وہ نگا ہیں جن سے کہ چاہ سکے
 یا اب کی یہ ادائیں جو دل سزاہ سکے

کبھی تیر اس طرف اگر جو چھاتی کوٹ جاتا ہو
 خدا سا ہر ہے اپنا تو کلیجہ ٹوٹ جاتا ہے

آنے ہی آتے تیرے یہ ناکام ہو چکا
 دہاں کام ہی رہا تجھے یہاں کام ہو چکا

جو یہ دل ہو تو کیا سرا انجام ہو گا
 تہہ خاک بھی خاک آرام ہو گا

بخدا جو رہے کج ادائیاں دکھیں
 تری گلی سے سداے کشندہ عالم
 بی نہ اپنی تو اس جنگجو سے اک دم تیر
 بھلا ہوا کہ تری سب برائیاں دکھیں
 ہزاروں آتی ہوئی چار پائیاں دکھیں
 لڑائی جیب سے میں نکھیں لڑائیاں دکھیں

گرم مجھ سوختہ کے پاس سے جا کیا تھا
 دیکھنے آئے دم نزع لے مسہ پہ نقاب
 آگ لینے مگر آئے تھے یہ آنا کیا تھا
 آخری وقت مے منہ کا چھپانا کیا تھا

تاہوت پر بھی میرے نہ آیا وہ بے نقاب میں اٹھ گیا رے نہ اڑھٹھایچ سے حجاب

آہ رو کوں جانے دلے کس طرح گھر کے ترکہ کاش مھکو کاڑیوں پچ میں در کے تھے

بہا ر آئی ہر عیمہ گل کے نکلے ہیں گلہابی کر ہاں سبز جھو میں ہیں گلستاں میں شرابی کر
مبادا کارواں جاتا رہے تو صبح سوتا ہو بہت ڈر تاہوں میں لے میر تیری دیند خلی کر

ہر بات پر خوشن طس ز جفا تو دیکھو ہر لمحہ لے ادائی اُس کی ادا تو دیکھو
گلبرگ سے ہیں نازک حویلی پا تو دیکھو کیا ہے جھمک کفک کی رنگ خاتو دیکھو
سایہ میں ہر ایک کے خوابیدہ ہر قیامت اُس فتنہ زماں کو کوئی جگا تو دیکھو

کاش کے دل دو تو ہوتے عشق میں ایک رہتا ایک کھوتے عشق میں

مانع گو بسر ہوا پر سر گلزار کہاں دل کہاں، وقت کہاں، عمر کہاں، یا کہاں
دل کی خواہش ہو گسو کو تو کمی دل کی نہیں اب بھی یہ جنس بہت ہو یہ خریدار کہاں

اب جہاں مہر و وفا کی جنس تھی میرے کئے لیکن اس کو پھیر ہی لایا جہاں میں لے گیا
نخیتہ کا ہے کو تھا اس تیرہ عالی میں تیر جویں نکلی اُسے تا آساں میں لے گیا

میرا ہی مقتلہ عمل تھا مجنوں کے دماغ میں خل تھا
تھا نفع میں دست تیر دل پر ستا عینم کا یہی عمل تھا

پھرتے تک تک تہیں اب سوئے صحرا دکھ
 بچھت خوش اس کے نڈے کی سی تی کر بچھ
 جانا اس آرام گہ سے ہے بعینہ بس یہی
 ہاتھ پر رکھ ہاتھ اب وہ دو قدم چلتا نہیں
 بھول نرگس کا لئے بھونچک کھڑا تھا راہیا
 کام اپنا اس جنوں میں ہم نے بھی کیسہ کیا
 اس سب گل کو چمن میں ڈیریں نے لو کیا
 جیسے سوتے سوتے ایڑے اوڑھ پڑھو کیا
 حس نے الٹ خواب کا برسوں برا بڑھو کیا
 کس کی چشم پر سوں نے تیر کو جادو کیا

کیا چال کمالی ہے کہ جو دیکھے سو مر جائے
 بے غالتی دل سے مری جان ہر لب پر
 تاجید یہ خیال زہ کتنی تنگستوں یارب
 بھونچک کوئی رہ جائے کوئی جی ہو گذر جائے
 تم ٹھہرو کوئی دم تو مرا جی بھی ٹھہر جائے
 آغوش مری ایک سٹپس شمع کو بجھ جائے

جنوں نے گر کیا نصحت مجھے سیر بہاں کو
 نکالا جائے موسر سے بکے خارِ غیلاں کو

بے رنگ بے ثباتی یگستاں بنایا
 اوڑھتی ہر خاک یا رب شام دھو جہاں میں
 سرگشتہ ایسی کس کی ہاتھ آگئی تھی مٹی
 نفیس قدم سے اُس کے گلست کی طرح ڈالی
 اس صحن پر یہ موت اللہ سے تیری صنعت
 وہ تو مٹا گیا تھا تربت بھی میتِ پیو کی
 بلبل نے کیا سمجھ کر یہاں آتیاں بنایا
 کس کے غمار دل سے یہ خاکداں بنایا
 جو جرخ زن قضا نے یہ آسماں بنایا
 گردِ زرہ اس کی لے کر سرورِ رواں بنایا
 معارف قضا کے دل کیا مکاں بنایا
 دو چار انیش لے کر میں پھر نشاں بنایا

ہاتھ دامن میں تیرے مارے بھنجا کے نہ ہم
 اپنے دامن میں اگر آج گریباں ہوتا
 (ابھی دل خ)

(۴) محبت

و اب محبت خاں محبت تخلص خلیفہ حافظ رحمت خاں قوم بریلویؒ جو اسے استاذ بریلویؒ
فصل کمال و علم و حیا آراستہ و در علم آداب و طریق سلوک و تہذیب اخلاق بہ عالی و ادالی
ظاہر و باطن یکجائی پیراستہ از بسکہ از ابتداءے موزون طبع خیال شعر و دلش جاگرفتہ بود
تکہ فارسی و ہندی ہر دو میکند بیدہ اور اور لکھنؤ دیدہ بسیار بخوبی متین می آید۔ حق تعالی
سلامت دارد من کلامہ ۔

نظر کے پڑتے ہی تجھ پر مرا اگلانہ رہا کر دیکھتے ہی تجھے دل میں مدعا نہ رہا

مجھ سے خفا ہے وہ بت خود کام اب تک چھڑکی دہی ہے اور وہی دشنام اب تک

دروکس کا مرے پہلو میں خلش کرتا ہے یا آہی مجھے کیوں راتوں آرام نہیں
عاشقی کا تو تری نام ہر اک بتا ہے پر محبت سا کوئی عشق میں مذنام نہیں

آرام ایک دن کسی پہلو نہیں مجھے یارب یہ کس کے دردے میں تیرا ہوں

افت میں جس کو اتک بہانے کی جو نہ ہو اُس کو خدا کرے کہ کہیں آبرو نہ ہو

ہم سے دشت اے کیا کہتے ہیں اتنی دشت اے کیا کہتے ہیں
اس قدر بار سے گرمی کرنی کیوں محبت اے کیا کہتے ہیں

نیم مصر کب آنی سوادِ شہر کنساں کو
 کوئی کاشا سر رہ کا ہاری خاک پر ہے ہو
 صدائے آہ جیسے تیر جی کے پار ہوئی ہو
 کریں ہاں ملک فرش رہ اس ساعت کہ مختصر میں
 کیا سیر اس خواب کا بہت اب چل کے سو رہا
 تری ہی تجویں گم ہوا کہ کہاں کھو یا
 کہ بھر جھولی یہاں سے لے گئی گہا سے جوں کو
 گل گزار کا در کا رہے گوہر عریاں کو
 کسویدر دے تھینچا کسوئے دل سوہریاں کو
 ہو ڈوبا کھن لادیں شہید یا زخویاں کو
 کسو دیوار کے سایہ میں نہ بے کے دماں کو
 جگر خوں گشتہ ل آزدہ تیسرے خانہ دیراں کو

قد کھینچے کہ جس وقت تو ہے طفسر بلا تو
 کہتا ہے ترا سایہ پر ی سے کہ ہے کیا تو

ریا عی
 کیا جانے بسا ہے آج کس کے کجا
 ہے جی میں نہ اٹھے تا یہ صبح مختصر
 آتی نہیں نیند بھکو تہا پا کر
 اس رات کو سوئے کچھ لیا کھا کر

دیگر

کیا تیر ہوئی تھی جان بھکو بھاری
 بیا رہلا کوئی بھی ہوئے اس کا
 جو اس بیت سگ ل سو کی ہواری
 پر ہیز کرے جس سو خدائی ساری

دیگر

وہ ہمد گئے کہ جو راس کے سہنے
 حسب جی ہی چلا تو میر پھر خدایک
 وہ بات ہیں رہی جو چپکے رہتے
 بے صرفہ جو کچھ کہ منہ پر آئے کہتے

دیگر

تبلیج کو مدتوں سنبھالا ہم نے
 اب آخر عمر میرے کی خاطر
 خرقہ برسوں گلے میں ڈالا ہم نے
 سجادہ گرد رکھے نکالا ہم نے

اُس کے کوچہ کی طرف بائیم توجہ جانے گا پہلے اپنی جان سے وہ اتھو کو دھوبائے گا
بے کسوں کی حاک پرچوشتن سوا یا ابرہو اُنے فلک آنے سے وہ بھی آن کر دھوبے گا

آخر تجھے نفس کی طرف لے چلے نصیب مرغ چمن تک اور تو گلزار دیکھ جا

(۵) محنت

مرزا حسین علی محنت تخلص مولدش نعل پورہ بمریج سالگی بطرف پورب رسیدہ جوں
سلیم الطبع و کم گداست بمقتضائے موزونی طبع فکر و تہ و رنجتہ بخوبی می کند دشو خود را
از نظر قلندر بخش جرات می گذرانند از دست
ہو رقیبوں سے ملاقات اُس بت گراہ کی اور ترستے ہم میں قدرت ہی یہ اللہ کی

کان میں غیر کے جو تو نے کہا سمجھ میں لے نہ گھبرا تری محفل سے ادٹھا سمجھ میں

کیا ہے یہ تیرا مجھ کو رُلا کے ہنسنا پھر نیلے سنگریوں کھل کھلا کے ہنسنا
در سے اٹھایا مجھ کو اور میں ہسا تو بولا ہے سخت بے حیائی خفت اٹھا کے ہنسنا
کیا وصل میں مے تھے اُس شبنم کے کہ مجھ کو کچھ آکے چھیڑ جانا پھر ہواگ جا کے ہنسنا
بجہاں دیکھ مجھ کو غیردوں سے یوں کہے ہو ملک واسطے خدا کے اس کو بلا کے ہنسنا

نہ آمد نہ فصل گل کی نسیم سحر سنا مریجاؤں کا نفس میں مت ایسی خبر سنا

الفت ہوئی ہو اس بت مغرور سے مجھے پھر سے ہے نہ جو دیکھتے ہی دور سے مجھے

فتنہ گرتو نے جو تک ہم سے چھپائیں لکھیں
ایسے ہم رستے کہ آتوب کرائیں آنکھیں
ہو گئی سب پر مری اور تری چورنی ظاہر
تو نے محفل میں جو تب مجھ کو چرائیں لکھیں

یہ نقشا تو کھینچیں بھلا آن کر
دریغ آج بہزا در دانی نہیں

شب میں دیکھا کہ لگتا ہر خم رلف میں دل
یار داس خواب پریتاں کی تو تفسیر کرد

دیر سے مجھ کو نہ کچھ کام نہ کعبہ سے عرض
کیوں گلا کرتے ہوئے گبر و مسلمان میرا

الحدز گر یہ سے لے شوح محبت خاں کے
وہ جو رو یا تو یہی جانو کہ طوناں اٹھا

گالی کا انتظا تو صد سے گزر چکا
منہ کو کہاں تلک ترے دیکھا کرے کوئی

مجھ کو کہتا ہے کہ کتاب ہے تو بدنام صریح
لکھ کے بھیجے ہے جو یوں نامہ بینام صریح

دیکھ کر آنکھوں کو اس کی سرنگوں کیوں گئے
چشم کو کرتے نہیں لے تر گس شہلا بلند

جس کو تری آنکھوں سے سر دکا رہ گیا
بالغرض حیا بھی تو وہ بیمار رہے گا

تجھ کو چھوڑا ہے بت غور نہیں جانے کا
زخم دل کو مرے یوں دیکھ کے بولا جراح
جاؤں تو پر مجھے مقدور نہیں جانے کا
ہائے افسوس یہ ناسور نہیں جانے کا

کیوں مجھ سے خفا ہے ہوائے جان کہو تو کیا میری ہر تقصیر میں قربان کہو تو

پتیا ہوں جامِ مے کے عوض کا سہ بنگ کا ماٹل ہوا ہوں حبیب کے میں اک سترہ رنگ کا

رور و کے میں نے زانوئے حسرت پر رکھا جب یہ ثنا کسی نے کوئی اپنا کر رکھا
کیا آبد ہمارے خوش ہوں کہ ہم کو آہ گردوں نے نصلِ گل میں بھی بلال پر رکھا

اختر سے تھے گرمی اُس کان کے بالے کے اک چاند بھی جھکے تھا جھرمٹ میں دُش کے
فانوس میں کب دیکھا یوں تمنع کے تعلق کو جھکے ہو بدن اُس کا جوں کرتے میں دل کے
جوں کان میں تیرے ہے یہ موتیوں کا بالا کب گردِ دُشائے ہیں یوں چاند کے ہلے کے
وہ زلفِ حوڑس جاٹے تو خاک جئے کوئی بجتے ہیں کہیں ماٹل کا ٹپے ہوئے گلے کے

کل جو نہیں اٹھا مجھ سے وہ باتوں میں گلوں میں بیٹھ گیا وہ ہیں کلیبہ کو پکڑ کر
کیا جائے ہے راہ کدھر ملکِ عدم کی یارب نہ رہے قافلہ سے کوئی بھڑ کر

(۷) مشاق

غنائت اللہ شاق تخلص پر زادہ سرمندی است - چنداں بہرہ از علم ندارد -
اکثر در شاعر ہائے شاہجہاں آباد بندہ خانہ حاضری شد رونے بر سرِ راہ دولت خانہ
بامن دوچار شدہ بود تازہ بایں طرف رسیدہ اما باز بدینش کہ چہ شد و کجارت - لکلی ارو
ہم رسیدہ این است -

(۱) دو شعر از دو بہم رسیدہ و آل انیسٹ - (دس خ)

اصح یہ نصیحت نہ سُننا میں نہیں سُننا
 احوال مرادھیان سے سُننا تھا لیکن
 اُس نے جو غیر دہ پر کیا لطف تو یارو
 کچھ ذکر میں ذکر اپنا میں لایا تو وہ بلا
 شکوہ سے ہی کرتا ہر سو کوئی اُس سے مراد
 محنت کو ہر یہ ضعف کہ کچھ اپنی حقیقت
 یک ایک کے مراغز نہ کھایں نہیں سُننا
 کچھ بات حرج سمجھا تو کہا میں نہیں سُننا
 مجھ سے نہ کہو بہر خدا میں نہیں سُننا
 بس بات کو اتنا نہ پھرا میں نہیں سُننا
 تو کہتا ہر ہر اک کا گلا میں نہیں سُننا
 کہتا ہے وہ مجھ سے تو ذرا میں نہیں سُننا

رحم آئے نہ کچھ اس بتِ خوشخوار کے دل میں
 وہ حسرتِ بوں ہوں میں کہ لیتے ہوئے جس کو
 جب تک کہ اٹھے درونہ دو چار کے دل میں
 سو سو جگہ گزرتے ہیں خریدار کے دل میں

کل شب وصل کی کیا جلد کٹیں تھیں گھڑیاں
 آج کیا مگے گھڑیاں بجانے دے

(۶) مائل

مرزا محمد یار بیگ مائل تخلص جوانِ خوش اخلاق شاگردِ جبرأتِ از دست -
 یہ کہاں مقدور جو اس کو بلا کر دیکھے
 دل میں ہو قاتل کو اپنے آپ جا کر دیکھے

مائل تجھے اضطراب کیوں ہے
 اتنا بھی تو بے قرار کیوں ہے
 رونے کا خیال ہم کو دن رات
 لے دیدہ اٹکبار کیوں ہے

آنکھوں کے سامنے نہ ہو وہ گلابِ حریف
 اور اس بغیر میں رہوں جیتا ہزار حریف
 (۱) بڑھا

سجدوں نے میرے قدرت انبی دکھائی اتو پرے ہو تجھ کو بت ساری خدائی اتو
کیا پوچھتا ہے مجھ کو غیر میں سے اتنی سے رہتی ہو اُس سے مجھ سے ہر دم لڑائی اتو

سر نکلنے سے بھی کچھ حاصل نہیں مجھوں میں اٹھ یا رک بکھے ہو باہر گھر سے کہ بیٹھے ہیں ہم

(۹) مشاق

عبد اللہ خاں ولد الوہس خاں ابن سیف اللہ خاں المتخلص بشقائق، قوم افغان
پروف زئی۔ مولدینہ گانش کاشانہ بود بقولش جد و پدرتس ہر دو ساعر و نوید سبقتی تخلص
حدو جس تخلص والدتس میکرد و از لکہ فصل د کمال در آں زمانہ موصوف بودہ اند،
بر خلاف نم عم خود اشتہار بخشی نہ برداشتند۔ حدو حوش استاد بہادر شاہ بود و پدرتس
بہ سب کثرت زرو مال کہ در خانہ داشت ترک روزگار کردہ بنجانہ نشینی گذرانیدہ اچھل
خان مذکور از حضور علی حضرت ملل سجانی مشاق علی خاں خطاب یافتہ بہ منصب بالصدی
ذات دعا گیر متنازا است و بہ استادی مرزا فرخندہ بخت بہادر مامورہ و در علم فقہ و رمل و
ہندسی رستی تمام وار و نیز در نوشتن خط نستعلیق دلت و شفیعا یگانہ روز و جوان خوش
خلق و حوش احتلاط و عاشق مشیہ و را بند اسے فکر سخن و را الہ آباد شہر خورایہ شاہ محمد علی
جبر الہ آبادی نمودہ، در شاہجاں آباد از میر محمد تقی میر استفادہ نمودہ۔ از دوست
شہید عشق تھانے کی عشق اٹھتی ہے بنے تو تم بھی چلو ملک نماز کرنے کو

رگ کیوں بن رہے شاق تھے پھرے کا کس نے دیکھا ہو تجھے زہر بھری اکھوں سے

اے باعساں نہ جائیو بلس کے متصل بیٹھی ہر کس خوشی سو وہ نکل گل کے متصل
شوق وہ جو شانِ محسوسہ اور علی ٹھیرے ہر کون اس کے نکل کے متصل

(۸) مجنون

درویش برہنہ ہشاگرد میر محمد تقی صاحب ازاد لادو رائے پیم ماٹھ بی نیرو رائے
بن نہاٹھ کہ جہمت و اقبالِ خاندانِ ایشاں تہرت نام دارو مشاقِ قدیم است۔ دیوان
آبِ زودہ از نظر فقیر گذشتہ۔ از دست -
چرخا کر ساغر لہرِ زہرِ دم تو نکلتا ہے ترا انداز ہنسنے کا گلوں کے ہونٹ ملتا ہے

سرکٹا دیں گے ہم اپنا تیری ہی شیر سے لڑ گئی تدبیر اپنی گر کبھی تقدیر سے

بیٹھا تھا دیکھ مجھ کو ہانے اٹھ گیا سن سلوک آہ زمانہ سے اٹھ گیا

ترمی بے وفائی سے لے زندگانی چھپا ناٹھ امنہ ہمیں تو کفن میں

پیا ہمیں قدح سے کو میں کبھو تجھ بن راہِ مدام میرے جام میں لہو تجھ بن
اسیر زلف ترا ہوں تجھی سے کہتا ہوں سنے گا حال مرا کون موہے موہ تجھ بن
نہ پوچھ حال تو محفل کا لے بت کا نسہ خراب و خوار وہ پھر تاہر کو کبھو تجھ بن

جس سے دل چاہے ملو تم نہ کسی کو پوچھو مجھ سے کیا پوچھتے ہو اپنے ہی جی کو پوچھو

(ن) بحیم (۱) نسخہ تریس و الوالش سے قبل یہ الفاظ ہیں "مررتف اسلام مشرف شدہ"

(۱۰) منشی

میر محمد حسین منشی تخلص، سید صبیح الحسن از سادات رضویہ ابن میر ابو الحسن عرف
میر کلن خوشنویس بزرگانش اہل ولایت ہونے لگے اور دو سو پست در شاہجہاں آباد
توطن اختیار کر کے شاہیہ خط تعلیق لیا در دست می نویسد و در فن انشا پر د از می
ہمایت تام دارد اکثر کتب نظم و نثر فارسی از نظرش گذشتہ و قلیل و کثیر در عربی ہم ملکہ
چون از ہر بری نخت سید صمد منشی گری مرتد ز ادب آفاق مرزا سلیمان شکوہ بہادر
ما و تعلق است ہمیشہ بطوط نویسی حضور والا مصروف می باشد۔ از آنجا کہ بہ سبب
درستی سلیقہ نظم و نثر را گاہی فصاحت زبان اردو سے معلیٰ صرف سخن ہم ادرا می توان
گفت لہذا ہر غزلے کہ از حضور ارشاد می شود متاثرگی تحریر و تقریر و تزیین بہت اختیار
اوست۔ معہذا بموجب ارشاد حضور جلالت موزد فی طبع گاہ گاہے فکر شہر مہندی ہم میکند
عمرش تخمیناً ست و ہفت سالہ خواهد بود۔ از دوست۔

مالوف طبع اُس کی ہے جو رستم کے ساتھ	پھر ہم کو ربط کیوں نہ ہوا مدوہ و غم کے ساتھ
صبح شب ہصال ڈرا ٹھیر کر بکھل	در نہ یہ جی ہوا ہے مرا تھے دم کے ساتھ
منشی رقم کروں ہوں جب پائیں سوزِ دل	نکلے ہر دود آہ صریرہ سلم کے ساتھ

کی جس سے محبت میں لے یا رہ پایا	اس حین کا کوئی بھی خریدار نہ پایا
تقصیر بھلا کیا ہوئی بنا و جو ہم نے	در دوازہ ملک آپ کے کل بار نہ پایا

نہ پوچھو اُس پری کے حسن کا عالم کہ آنکھ سے	بلا توخی نہضتِ قمار تا سناک قیامت سے
دیا آئینہ میرے ہاتھ جو آج اُس پر پردے	تو کیا مسمیٰ کہ یعنی صاف اس رخِ کدور سے

دیکھا ہو جس نے اُس بیت کا فرقے کات کو
 زنگِ شفق کی خاک میں مل جائے سب ہلار
 یا تو ہم اُس سے آٹھ پہر ہم کلام تھے
 مقتولِ صحتی سے ہوا ہے مجھے فیض
 آئے نہ فرشِ گل یہ اُسے خوابِ رات کو
 جس دم وہ کھولے اپنے خوابتہ بات کو
 یا اب غضب ہو کر یہ کہ ترستے ہیں بات کو
 حق دیر گاہ جگ میں لکھے اُس کی ذات کو

بتاں جب کہ زلفِ وقتا باندھتے ہیں
 نہیں بنتی لمبیل سے اپنی چمپ میں
 میں یہاں نوحوں و قباہوں ہاتھوں کو اُس کے
 جفا کھینچیں گے پر نہ ہاریں گے جی کو
 گرہ دیکھے سر پر جو بالوں کا جوڑا
 ہر اک تار میں اُس کے دلہائے عشاق
 میاں حالِ مقتول دیکھا نہیں کیا
 گره میں دلِ مستلا باندھتے ہیں
 ہم اب آشیانہ جدا باندھتے ہیں
 جو پاؤں میں اُس کے خاں باندھتے ہیں
 یہ ہم تم سے شرطِ دنیا باندھتے ہیں
 یہ نازک بدنِ خوش ادا باندھتے ہیں
 بہم حج کر کے بلا باندھتے ہیں
 کمر آپ کس پر بھلا باندھتے ہیں

مضطر (۱۲)

لالہ کنور سین مضطر تخلص سپر دیوان دیسی برشا و قوم کا لیتھ سک سینہ، نزر گانش

(۱) مضطر کے حالات کے متعلق رامپور کے لٹری میں اختلاف پایا جاتا ہے اسکی نقل دِل میں دی جاتی ہے۔
 مضطر ۳۰ کہ پا دیال عرف لالہ کنور سین مضطر تخلص خلع دیوان دیسی برشا و قوم کا لیتھ
 سکینہ ولالہ درگاہ پر شاہِ مضطر ذکر کیاں گزشتہ برادرِ عم زاوۃ ایشاں اندھوان خوش خلق و
 بیا رعلیم و سلیم و باجیا و متواضع و خادم و درویشاں است۔ بسببِ مزدوری طبع از عالمِ کتب مٹنی پیر
 در زبانِ ہندی و فارسی سوزوں کی کرد واریج سے بسببِ دوستی کہ از میاں علی تنہا می داشت
 بجلقہ متاگردانِ مولف درآمدہ۔ و طبعش بردالی کمال است و خیالش بیا رر ساست و اسال

جو پوچھا اُس سو لوگوں نے کہ نشی کون ہو لوئے مجھے کچھ نہیں اُس سروو کی صاحب سلامت

نہ رکھے دیر کی مطلب اب خوفِ حرم کیے تنگ آیا ہر جی سستی سے ٹمک سیرِ عدم کیے
اگر خط بھیجئے اس کو تو پھر حضرت سلیمان کا یہ صریح کر کے تھیں ایک شراب یوں رقم کیے
سوا احوال دل لینے کے نشی نے اگر تم کو لکھا ہو حرفِ شکوہ کا تو اتھا اس کے قلم کیے

گھر سے جو نکلے ہر جی آج تم اس تراش سے آب کو کچھ خبر بھی ہے دل کی مری خراش سے
کو پتہ یار کا بیا جب نہ ملا تو مر گئے خوب ہوا کہ چھٹ گئے روز کی ہم تلاش سے
نشی مستہ دل کو اپنی عشق میں اُس پری کے دے لکھ نہ کچھ معاد کا کچھ خبرِ معاش سے

(۱۱) مقتول

مرزا ابراہیم بیگ مقتول ولد مرزا محمود علی مولید بزرگانش صفایان و ایشان از
قدیم مزایان دفتر پورہ اند و خودش در شاہماں آباد نشو و نیا یافتہ سلیقہ نوشتن انشا بہ
نثر بیا رہ برستی دارد۔ و در قہمید بد و نیک شرادر احرف برد دیگر صراقان معانی
است۔ کم کم خود ہم بقضائے موزونی طبع خیال ستورہندی می کند و آنچه گفتہ بفقیر نمودہ
ماسوائے شاگردی دوستی بیا را بن خاکسار دارد و عرش ارسى بتجاوز خواہد بود از اعتناء
اوست۔

مطلب رہانہ کچھ ہیں دیر و حرم کے تھم اکھا ہو دل اک ایسے ہی کا فرضِ نم کے تھم

کل گھر سے جو ہے سادی پوشاک پہن نکلے سوطح کے اس میں بھی بے ساختہ پس نکلے
(۱۱) محمد علی (۲۲)

دخوش روئی و خوش حوئی است بقصائے موزونی طبع گاہ گاہ ہے چیزے موزوں میکد
 و از آشنایان محمد عینی است ازوست -

بہت بے اعتیاری کر چکے ہم	نہایت آہ و زاری کر چکے ہم
کہا میں کچھ تو کیجے میری خاطر	کہا خاطر تھاری کر چکے ہم
ترے وعدوں یہ سوا بے شاری	بس اب احتر تھاری کر چکے ہم
اگر یاری یہی ہوتی ہو صاحب	تو س آگے کو یاری کر چکے ہم
نہ آیا مضطربہ رشک گلہاے	لہو آکھوں سو حاری کر چکے ہم

(۱۴) مرہون

مرزا علی رضا مرہون تخلص کہ بیشتر مضمون تخلص نیکو جوان صلاحیت شاعر است
 بزرگانش مشہدی بودہ اند و خودش در شاہجہاں آباد نتو تہا یافتہ قبل فکر شعر بطور سادہ
 یادداشت از رونے کہ بعلقہ شاگردی پیر میر قمر الدین منت کہ نظام الدین نام دارد
 در آمدہ طرزِ مثنائت گوئی حاد این ایشاں اقتیا کردہ با تفسیر ہم بسیار بخوبی پیتی می آید -
 ازوست -

ذوت صمد ۱۲۲۴ لالہ درگا پڑشا و مصطوف خلیف دیوان بھوانی پڑشا تو کم کا بیٹہ سکینہ جوان صالح و خوش
 خلقی است - بزرگانش از بیٹہ ہمہ عمدہ معاش با جاہ و ثروت بودہ اند چنانچہ در شہر بھری کہ جس
 بھگو انداس صوبہ دار کٹھ بود والد و عموی تان دیوان کل بودہ اند و صبیقا طیت و تحویقہ شعر
 نہیں کہ میاں درست دارد گاہ گاہ ہے سبب روئی طبع فکر شعر می کند اصلش از شاہجہاں آباد خوش
 نتو تہا لکھو یافتہ عمرش تخمیناً بہت دو سالہ خواہد بود از آشنایان محمد عینی تہا است کہ ذکر ایشاں
 گذشت (نسخہ رامپور) (۱۴ نسخوں رج در)

کہ ہمہ عمدہ معاش و باجاء و ثروت بودہ اند، از شاہجہاں آباد اند و خودش در کھنؤ تولد و تربیت یافتہ و بہن تیسر سیدہ بیب سوزونی طبع کہ اکثر کو دکان رامی باشد از عالم مکتب نشینی چیرے در زبان ہندی و فارسی موزوں می کرد و از جیا بکس نمی نمود بلکہ از بزرگان خود خفیہ می داشت از چندے معرفت محامد علی تہا کہ ذکر ایشان گزشت بہ حلقہ شاگردی مولف در آمدہ - طبعش روانی بسیار معلوم می شود اما از بے اطلاع طرز شعر و محاورہ زبان ناچار است اگر چندے متقی سخن بلیغ شاعری خواهد کرد البتہ بجائے نخواہد رسید - ازوست -

یکہ کر باغ میں قد سے تسے رعنائی کو	کام فرمانے لگا سر بھی مرزائی کو
دُمن اپنا ہمیں تم کھو ہوا وغیرہ کو دوست	ہم نے بس دیکھ لیا آپ کی دانائی کو
اُس کے خال تہہ ابرو پہ مجھے آئے ہر شک	لیکے بیٹھا ہے وہ کیا گوشت تہائی کو
رنگ ہر رنگ خنار کہ یہ کس پردہ میں	بوسہ دیتی ہر ترے ایتھوں کی بیانی کو
جب سواس شخ کا مشتق میں ہوا ہوں مصطر	ہر کوئی دیکھ رہے ہے ہری رسوائی کو

جو سن کے خفا ہو ام میرا کس طرح وہ لے سلام میرا
کھڑا یہ چارہ سا دکھلا کام اس نے کیا تام میرا

(۱۳) مضطرب

لالہ درگاہ پشاد مضطرب تخلص سیر دیوان بھوانی پر شاد قوم کا تیسرہ سکینہ جوان صالح

ہمراہ پدر خود بقوجہ ادبی حالات یا پذیرد غیرہ علائقہ چکریلی اور حضور سرفراز زندہ عرش بست مالہ
خواہد بود - ازوست -

(۱۱) رام بود کے نسے میں کسی قدر اختلاف ہے اس کی نقل لکھی جاتی ہے -

باوصف آگاہی فن اگر کلاش نگاہ کسی خالی از نفاق نیست، ورنہ ابائیں مثل بسیار بوقع بیاد آدہ
کہ دورانِ یاجر در حضور و نزدیکان بے بصر دور۔ ارشادِ اوست۔

جو اس کے در پہ بیٹھے ہیں سمجھتے ہیں وہ کس کا ہوئے جو اس کے آوارہ وہ کہتے ہیں کہ گھر کس کا
ملی فرصت نہ اتنی تھی کہ اٹھ کر مانگتے پالی ہو اتیر گہ یوں آہ دل میں کا رگر کس کا
ہوا ڈپڑ سکے جانے کا اس کے گھر کس کا فرشتہ پر نہ جہاں مارے داں گذر کس کا

(۱۶) موزول

میر فرزند علی موزول تخلص متوطن سامانہ شخص کثیر الکلام است۔ دعوائے شاعری
خیلے دروہاش سپیدہ، بگمانِ اہل خود را از ہمہ بہتر می دانند و فکر شعر در زبان ہندی و فارسی
ہر دو میکند اہل طبیش در فارسی از کمالِ تشیع بگفتن ثنویات مدحیہ امیر علیہ السلام دظلم کردن
سجراتِ آنجناب مثل میسرش الدین فقیر بیشتر است بلکہ خود را بہ تاگر و میسر موصوف نیز بہم می سازد
اما زق شب و روز است۔ ازوست۔

یار ہی چیت چڑھا ہوا بیٹھے ہیں ہم اداس سے ذکر کر اس کا کنشیں اٹھ نہ ہاے پاس سے

نرگس کا پھول بھیجے نامہ میں یار کو معلوم تاکرے وہ برے انتظار کو

(۱۷) محزول

عالم شاہ پیر زادہ محزول تخلص، ساکن قصبہ امروہہ درایا یکہ فقیر کتب نشیں بود او در
صلح شہرت بہ شاعری داشت در ماہ محرم ۱۲۱۵ دسلام تیر می گفت می خواند دوسہ شعر از
بحاطر است۔

لے محابا چاک کر تا ہے گریاں کے تئیں کس کے آنے سے چمن میں گل کو سودا ہو گیا

کیا سودا اپنے پر میں ابل کی بستجو کا
یہاں آتش دروں کو دہل چکا کھوکا
ہر آرزوئے دل کو حراں نے حوں کیا کر
گردن پر یاس کے ہر خون انہی آرزو کا

جزیک گاہِ خشم کبھی اُس کی خد نہیں
قیمت تو دیکھ یہ بھی کھوئے کبھو نہیں

جہاں اکٹھا ہو حکمِ بیشتر ہر حاضر کا
عرق اس لطف کو عزیز زلف اُس نے تپا
وہاں کیا کیا مرنے لے آبد میر و تیر یا کا
شبِ متناہ میں ہو جلوہ جوں عقدرِ ثریا کا
سرا پا ہو گیا آئینہ سال جوں جو حیرالی
دلِ مرہون ہو اسے محکس کے رُئے تیر یا کا

یہاں ہر زخم ہے وہاں ممکنانِ قیامت کا
جہاں ہر خار کو دعویٰ ہر نشتر کی نیاں کا
یہاں ہر شہر میں جیسے اُس کا نِ ماحات کا
برہنہ پائی لے چل بھگو اُس دستِ نیلاں کا
نہیں ہر ملقت دستِ یہاں وہ دستِ سرکال
یہاں گو حوصلہ طاقت کا برگ کاہ کو کم ہے
دے رکش سدا رہتا ہوں میں صلہ کو محنت کا
کیا محرم لبِ افسوسِ انگشتِ ندامت کا
تہیہ لطفِ قاتل ہوں بے لطفِ کل اُس نے

(۱۵) ماسر

میاں فخر الدین اتہر مخلص خلف اشرف علی خاں کہ عمدہ خاندانی ایشاں شہرت تام
دار و شخصِ سن و چاندیدہ است مدتے بجدستِ مرزا رفیع سودا اوقاتِ عزیز خود را
برکاتِ دیوانش صرف ساخته۔ چون فیضِ صحبتِ بزرگاں ضائع نمی رود خود ہم چیزے
موزد دل کردہ و آزار نظر مرزا گذرانده۔ ازین جہت اکثر اوقاتِ خود را از مصائبان و
مشیرانِ مرزائی شمارد و فخریہ می گوید کہ مونہ ہر وقت ایشاں بودہ ام و طرفہ ترایں کہ

(۲۰) مقصود

سقا شاعر بازاریست با وصفِ بے علمی جزائیکہ یہ پیش موزوں دروان است مسیح
صفتِ نہ دارد و گاہی در مجلسِ تنویر قدمِ نہ گذارد۔ اطفالِ اجلاف بہ حلقہٴ شاگردش در آمدہ
کلامِ دہانت را در ہنگامہ ہا و میلہ ہا می خوانند خصوصاً در ایامِ ہولی۔ و شعرش بر شالے کہ
جفتِ لعل از سنگریز ہا بر آید بہ نظر این مبصر رسیدہ و آن انبت۔
عشق کیا جانے کہ در تھا مجھے معلوم نہ تھا عشق کا دل ہی میں گھر تھا مجھے معلوم نہ تھا

بوسہ لینے سے خفا ہوتے ہو کیوں شفیق من بوسہ وہ چیز ہے دونوں کو فرا دیتا ہے

(۲۱) مائل

میاں محمدی مائل کہ متصل جامعِ نتیجوری قیام دارد و از شعرائے متوسطِ تاجہاں
است اگرچہ فقیر را بایں بزرگ اتفاقِ ملاقات نیفتادہ اما یک شعرش زبانی عاقل شاہ
روز سے کہ برائے ستیدن استعارایں بچچان می آمد بہ سمع می رسید سلیقہٴ سخن بکلیش بیا بردستی
معلوم می شود۔ از دست

اتنا میں مر کے دل سے ترے دور ہو گیا اک دن بھی آسکے تو نہ سرگور ہو گیا

بتوں سے مل کے گنوا یا ہر دینِ دل مائل یکا فراہ خدا کا بھی ڈر نہیں کرتا

(۲۲) ہملت

مرزا علی ہملت شاگردِ حیرات چند سال گذشتہ اند کہ ادرا پیش اویں^۳ بر علی تقی محشر ناطق

(۱) مرزخرفات ص ۱۱۱، گنوا یا ہر دین ص ۱۱۱، ادرا پیش اویں تعلقہ علی تقی محشر ج ۱، ص ۱۱۱

اسیر مرتے ہیں حسرت میں تلک کی بج کہہ خدا کے واسطے کس دن عتاب ہوئے گا

اہل دنیا تو نہیں دیتے ہیں محزوں غم کی! کو کہن کو خواب شیریں سے بگاڑیں تو یہی

(۱۸) محشر

محشر باؤنی کہ بیچ از احوالش خیر ندارم۔ یک غزلت بر بیاض کہنہ کہ از مدتے پیش
نقصیر است مطر بود چوں اندکے در سلیقہ سخن درست می نماید حوالہ کا ذکر کردہ شد۔ از دست
تجھے ہوا لے کر یک نفس زباں میری بے ہے پھوٹ کے یہ شہم غولشاں میری
جدھر کر لے آئے دل کی پیش کردوں پرواز ہمیں ہو برق صفت ہاتھ میں عاں میری
ہر ایک وقت کا یہ روٹھتا تراناخت بلا ہو جان پہ لے شوخ بدگماں میری
ملی تھی جندے محبت کے ہاتھ سو فرصت نظر یہ پھر چڑھا ایک اک جواں میری
کہوں ہوں بات میں ہر چند خیر جو اہی کی غرور جن میں سنتا ہے تو کہاں میری
شائیں زلفت کی از بس کیا گیا محشر قلم کی طرح سیہ ہو گئی زباں میری

(۱۹) مست

جوانِ نوحہ استہ بود شاگرد میرا مانی اسد۔ در مشاعرہ اسے دہلی اکثر بر مکان فقیر بزم
اینان می آمد، مولف در اں رود رہا غزلے کہ طرح کردہ بود مصرعش را و موقوف تصنیف کر و نسبت۔
مشاعرہ میں جلوس مست مصحفی جو کہے کبھی لما تو کرے بارے ہر باں ہم کو

(۱) ہتھا ہے جان پہ (بجئے)

(۲) کردہ آوردہ راں (نیت۔) (ن خ) (س) چل لے۔

من کلامہ

مدعی اُس سے سخن مار بہ سالہ سی ہے پھر تمنا کہ یہاں مژدہ مایوسی ہے
میری ہی طرح جگر خوں ہو ترا مدت کو لے خاکس کی تجھے خواہش پاوسی ہے
آہ اے کثرتِ داغِ غمِ خواہاں کہ دمام صلوٰۃ سینہ پر ار جلوہ طاد سی ہے
تہمتِ عشقِ عبت کرتے ہیں مجھ کو مست ہاں یہ بیج ملنے کی حواں کو تاکِ خسی ہے

ہم سے وہ خوش رہا الفت دور کی آپ کو سو بھی نہایت دور کی

(۲۴) محب

شیخ ولی اللہ محب تخلص تبع رہم صحت مرزا ربیع اصلش از شاہجہان آباد است شعر
را بہ ثنائت و پختگی تمام می گفت سواے دیوانِ رشتہ یک ثنوی ہم زبانِ فارسی بہ سلکِ نظم
کشیدہ۔ از چند سال بصہبہ شاعری در صورتِ مرشد زادہ آفاق مرزا محمد سلیمان شکوہ بہادر انتیاز
تمام داشت۔ دو سال است کہ بہ مرضِ مرمن ماسور پادشاہِ جہان فانی کردہ بہ مرقش دریر
جلیں است از دست۔

جس طرف تشنہ دیدار تھے جانکے آدھر آنکھوں سے بہاتے ہوئے دیا نکے
یار آیا نہ کہا صعب سے میں اتنا بھی خیریت صاحبِ مں آج کدھر آنکے
نافلیہ پہلی ہی نمرل سے دیا ہم نے چھوڑ سفرِ ملکِ عدم کو توں تنہا کھلے
جی جو بے چین ہو کر یہی ترا دیکھ آئے کیا کریں ایک گھر مٹی دل وہیں بہلا کھلے
ہم چین میں گئے تھے سیر کو گل نیکتے ہی یاد آیا جو وہ گل بان سے گل کھانکے

رکھتی ہو عینِ دس سے اہم قرین مجھے عنک تصور اس کے کی ہو دور میں مجھے

در میان آمدہ بود آخر ہر دو پر بس قرار داد مکہ از گومتی عبور کردہ آزدستے آب بہ تیغ جنگ
کنند آخر ہمیں کردند کہ مشار الیہ چون زخمی شدہ چنانہ رسد و از شانتس ہر چند پرسید مدارضارب
خود نشان نہ داد و در عرصہ قلیل از ہماں زخم جانقان زندگانی را حواب داد۔ از دست۔
گر یاد گلر خاں کی تہہ خاک کیجئے تو قبر میں بھی تس پہن چاک کیجئے
مرنے کے بعد بھی نہ گئی دل کی وطنیش آرام زیر خاک بھی اب خاک کیجئے

(۲۳) منت

میر تقی الدین منت متوطن سوئی پت کہ شاعر سلم الثبوت فارسی است در ابتدا
حیدرے استفادہ ریختہ از محمد قایم نمودہ، چنانچہ مشار الیہ او را در تذکرہ خود ہمیں بہت شکر کہا
یا فکر کردہ ہر گاہ بعد پیدا کردن فوت علمی تحصیل عربی و فارسی نام بہ فارسی گوئی بر آورد و
در ازل زمان خود را شاگرد میر تقی الدین فقیر سیکوید و میدے پیش فوت حسین جان ہم آمد دستہ
داشت۔ غرض کہ معصل احوالش در تذکرہ فارسی نوشتہ ام زیادہ بریں نوشتن موجب درد
سر سامع خواہد بود تصانیف بسیار از او بر صفحہ روزگار یادگار است۔ گاہ گاہے برائے
تعلیم شاگردان ہندی گو لب بزمنہ ریختہ می کشود و الا تھا خراو بریں بود فقیر بعد تاج
حیلتش کہ از دو سال جهان فانی را پدر رود کردہ، دوسہ شعر تاریخین برائے یمن می نویسد۔

تاریخ لولف

منت کہ ہنگامہ بہ فنون کمال شعر	از ہمسراں نہ کردہ کے ہسرنی او
دیوان زندگیش چو تیز زہ واگذاشت	در تہر فاش شد خنجر استری او
یوگان و گونامہ و نگار ز پانست	خالی ماند عصہ جو لاگر می او
ساقی روزگار در بریں مجلس خراب	حفظ فشرود در قدح آخر می او
واحسرتا کہ سال دفتش نوشتہ شد	منت کجا و زمزمہ شاعر می او

اللہ ہمیں عشق کی بھولی ہوئی سب جال
مردم تو بھراستیتہ جھکا تا ہر نشہ میں
کافر تیری رفتار نے پھر 'یا دولا ئی'
ڈرتا ہوں کہ تیری نہ موڑک جائے کلانی
چارا روؤں کی لے کے فقیرانہ صفائی
ہے رزق قیامت تیری لک شب کی سہائی
گریار کے کوچہ کی میسر ہو گدا ئی
عاشق کو محب سلطنت ہر دو جہاں ہے

باندہ جوڑا کیا چمک کر اس نے سج مدلی محب
برق زیر بار ہے گویا کنار می کامبات

دل تو پہلے لے چکے اب کیا ہو مطلب آپ کا
رور قرہ عاشقوں سے ہو جواب صاف کا
تے تکلف وہ بھی کہہ دیکھے کہ ہر سب آپ کا
مٹ گیا ان فو خطوں کے کل سحر فنا تھا
یا کہ جوڑے پر نایاں رشتہ ہو مواف کا

کی چشم کی سیاہی پیدا انتظار نے
دھوئی لگا رکھی ہے ترسہ در پہ آہ کی
تس پر بھی آہ خط نہ کھیا مھکویار نے
لے شعلہ خورے دل امیدار نے

جو خواہش دل تھی سو وہ سہیا ہات نہ نکلی
دلی کے ہیں کوچوں میں محب سحر کے پھانے
گالی کے سوا مہ کرتے بات نہ نکلی
کس رو رہی ایک للسمات نہ نکلی

اُسے ذبح کرنے دیجو تو نہ منہ سے آہ کیجو
یہ امید دار کب تک جئے اتنی آرزو میں
جو یہ رسم عاشقی ہے نو محب نباہ کیجو
کبھی دیکھے اس طرف بھی تو ذرا نگاہ کیجو

گلزارِ جن پہولتی ہے اس میں چار فصل
آئینہ کی خوش آئی سرسبز میں مجھے
جائے شہد اپنی یہ خواہش ہے لے محنت
بھولے نہ ذکرِ دست دم دایں مجھے

خانہ دل کہ ہو عشق کا آئین جس میں
ہے وہ قرآن کہ نہیں سورہ یٰسین جس میں

باغ میں جب رہ گل تازہ بہار آتا ہے
لوئے گل بھر تو ہوا پر ہی دھری رہتی ہے

غلط سم کو کہتا ہو بے مروت
تو ہی بے مروت ہو ادبے مروت
نہ دیوں جگہ جی میں نہ پھیرتے ہی
اک آئینہ ہو اور تو بے مروت
نہ در بوسہ اور نفث لودل ہمارا
پھر اس میں سہیں کو کہو بے مروت

چشم پر آب میں ہو جلوہ قدِ دل جو کا
دید کرتا ہوں عجب سرو کناں جو کا
شبِ زلفت میں جو اٹھتی ہیں جگر سے آہیں
اک جہاں جھکو نظر آئے ہے عالم ہو کا
اتھ تب عشق کے میں نگہ گراں پر ڈالا
زور فرما دے کہ جب تول یا بازو کا
باندھنوں پر یہ نیا باندھنوں باندھا ہو محبت
شوخ نے چہرہ جو سر پر ہے سجا سا لو کا

اُس بت بے گلابی جو اٹھا منہ سے لگائی
شیشہ میں عجب آن سے جھکے تھی خدائی
عالم میں نشہ کے شب ہتاب میں تیرے
حور شید سے کھڑے نے طلسمات دکھائی
مارا ہے اُسے پھوڑ ترے تیر نگہ نے
جس ساتھ میاں تو نے زرا آنکھ لڑائی
گو عیر کے ملنے کی قسم کھاتے ہو پایے
چھپتی نہیں رہ بات جو ہول کو بنائی

طرف چمن نہ جانہ سوئے لالہ زار دیکھ تو آپ بارِ حسن ہے اپنی بہار دیکھ
ہے روزِ حشر دیکھے کا شوق گر تجھے اسے منظر تو اپنی شبِ انتظار دیکھ

چاہت مرے دل کی آزا دیکھ ظالم کہیں تو بھی دل لگا دیکھ

آئے ہیں تیری گلی میں اک زمانہ چھوڑ کر جاویں اب پیائے کہاں ہم بٹھکا مچھوڑ کر
کیا کریں ناچار پھر آئے تری محل میں یار جی ہی سے ہم تو گئے تھے یہاں کا آچھوڑ کر
آرزو میں سجدہ کے سرے سے مارِ نظر سر پہ کیا آفت یلی دہ آستانہ چھوڑ کر

خلق دیکھے بے مہر عیدِ تمام آج کی رات تو بھی لے ماہِ جھلک جالبِ مہم آج کی رات
کل شبِ وصل کو پھر دیکھے یار کیا ہو ہو گئی باتوں ہی باتوں میں تمام آج کی رات
اک درابے ادلی موتی ہر تقصیر معاف پائنتی گر رہے کہتے تو غلام آج کی رات
منتظر ہے یہ تپ بھر کہ اک روز سیاہ نہ تو شیتہ ہو نہ ساتی ہو نہ جام آج کی رات

چمن تو پھول گلِ دلالہ زار پر اپنے کروں میں نازِ دلِ داغدار پر اپنے
دنوں کو روتے ہی روتے تمام عمر کٹی کریں نہ خندہ ہم اس روز گار پر اپنے
ہمارے جی میں تو تھا زہر کھا کے سوز ہے ولے یہ ڈر ہے نہ تہمت ہو یا ر پر اپنے

صدِ جو شبِ ہجر کا یاد آئے ہے جھکو اک دہریں پھر یہی کچھ آجائے ہے جھکو
پیدا ہوئی اب کے یہی طرح کی دشت نہ شہر نہ صحرا نہ چمن بھائے ہے جھکو

دنیا میں کیا کسی سے سرکار ہے ہیں تجھ بن تو اپنی زلیست بھی دتوار ہے ہیں
تو ہی نہیں تو جان تری جان کی قسم یہ زلیست کس کے واسطے درکار ہے ہیں

منتظر (۲۵)

ماں اور الاسلام منتظر تخلص دلہنشاہ میض علی عرف پیر نلام برادر بزرگ شاہ بدلی
ابن شاہ محمد طویل کہ او برادر بخورد شاہ عاقل سہرلویش خدایاد و خود فراموش بود جان سلامت
شعار دوستانہ مزاج و شوریدہ سر است تحصیل علی تاصرف و نحو دارد و اکثر کتب درسی
نظم و شعر فارسی ہم بخوبی خواندہ از وہ دوازده سالگی طبع موزوں داشت چون شعر حس
تواناں است در ہاں ایام شباب جائے تعلق خاطر ہم سانیدہ تا دوازده سال دیگر خود را
بتقاضائے دلہری محبوب مصروف فکر شعر داشتہ اوقات شاں در درسی رائل بسول صرف
می کرد۔ از شبت سال برائے مشورہ کلام حلیتیں فیر آمد و تند دارد ہرگز درس عصبہ
با وجود کم ملاقاتی و فصل سال و ماہ شیل دیگر اں رجوع بر طرب دیگر نہ کردہ اگرچہ بعض شاعران
ذات طبعش را دیدہ میا رخا استند کہ اورا بہ طریقہ جملقہ بہت خوش کستند ہرگز التفات
نکر دہ تا آنکہ بہرکت راسخ الاعتقاد و بی خویش بقیام دالائے شاعری رسیدہ حالاً برائے
کلمہ کنی آنہا برابرین موجود است و کلامش از غایت لطیف و صفا تیج از کلام مولف در پات
کمی میت نمونکہ از شاگردان رشید ایں حاکار بمقدار است۔ عمر سن تا امر درست و پنج
سالہ اشہ۔ از دست۔

ہر دم خیال یار جو سیتیں نظر را | ہجر اں میں بھی وصال ہیں بیشتر را |
گر یونہی منتظر سے غنایت رہو گے تم | سن لو گے ایک دن کہ وہ کچھ کھلے مرہا |

۱) ذکر خواہد بود بجائے "باشد" (دخ ۱۵) انتخاب و یوان اوست (د ح ۴)
۲) التفات کلمتہ ایتال مرکب و دن خ (د ح ۳) محمد علی (د ح ۴)

۳) خواہد بود بجائے "باشد" (دخ ۱۵) انتخاب و یوان اوست (د ح ۴)

کیوں گردشِ دوراں کا نہ کیجے گلہ ہر روز
ہرگز نہ ہوا طے یہ سیلابِ محنت
ہر جی میں گردش میں بھی سفر ملکِ عدم کو
وحشت نے یہ گھیرا ہو کہ دیوانہ کے تیرے
لے منتظر اس رشتک نے مارا کہ کرب ہے
پڑتا ہے نیا باؤں میں اک آبلہ ہر روز
درمیت رہا مجھ کو نیا مرحلہ ہر روز
یاروں کا او دھر جائے ہر اک قافلہ ہر روز
پڑتا ہے نیا پاؤں میں اک سلسلہ ہر روز
اک یار نیا وہ صہبہم وہ دلہ ہر روز

جہاں سے ہم دل پر اضطراب لیکے چلے
کہ بھی نہ لے گئے ہم دل کو اس تک بھی طے
یہ سہرِ نوشت میں تھا جائے راہ میں مارا
مواحد منتظر اُن کا وہ اُس کی تربت یر
عدم کو ساتھ ہی اپنے عذاب لیکے چلے
جو لے چلے تو بحالِ خراب لے کے چلے
وہاں سے خط کا جو قاصدِ جواب لیکے چلے
گل اور سمع برائے ثواب لیکے چلے

کبھی گر بعدِ راہ وصالِ نیکل لے آہ دکھائی
بردِ وصلِ شادی مرگ ہو جانا ہی بہتہ تھا
تو پھر برسوں ہی مشتاقوں کو تو نے راہ دکھائی
فلک نے یہ شبِ ہجران میں کیوں آہ دکھائی

یک سہرِ مونہ یہ حالِ دلِ استرِ مجھے
مجھ سے کہتا تھا وہ اک رورِ سمجھ لو نگاہیں
زلف سے تیری خدا وبت کا فرج مجھے
حالتِ نزع میں ہوں میں ابھی آکر تجھے
کچھ نہ لے اور نہ لے پرہیز نوکر تجھے
دولتِ حس ہر جس پاس یہ ہو اس کو سلول

کیا ہجر میں بسرِ نہیں اوقات ہوئے گی
جب جاتیں گے کہ آج ہمارے بھی دن پھر
یار کبھی تو اُس سے ملاقات ہوئے گی
ہمدمِ نصیبِ وصل کی جہات ہوئے گی
دھڑکے ہو دل مرا کہ وہ کیا بات ہوئے گی
کہتا تھا ایک بات یہ میں تجھ کو ہوں خفا

تم پیار کر دو گز جسم اور کسی کو سو گند لو بھر جا ہیں جو ہم اور کسی کو
 اغیار تو چھوٹے ہیں میں کب تم کو کہا کچھ
 میں نے جو کہا گھر مے چلے کوئی دم پاپ تو مہن کے کہا دیجیے دم اور کسی کو

گئے پوری سے جو تم غیر کے گھر آخر شب دل آگہ نے ہیں وی بنبر آخر شب
 کل شب صل جو کھی کبھی بچائی تھی دھوم بولتا آج نہیں مربع سحر آخر شب
 رات بھر تو رہی اس اہ کے آنے کی امید پر ہوا خوب مرا حال تبر آخر شب
 یاد کر تکیہ زانو کو میں اس کے ہر دم نے دے مارا کیا مالیں سسر آخر شب
 غمخیزوں نے جگر سینہ میں فریاد کرے لے گیا لوٹ کوئی دل کا لنگر آخر شب

گہر پردہ فاش نالہ نے کہہ آنے کیا رسوائے خلق ہم کو ترسی چاہ نے کیا

چاہت کی بات مجھ سے نہ دم دے کے بچے اپنے ہی جی سے آپ قسم دے کے پوچھے

لب پرے اس لب کی تقریر واد میں ہوں آنکھوں کے تلے اس کی تصویر واد میں ہوں

کیا جو تم نے مجھے آج پایا تھوڑا سا بھل گیا مرے جی کا بخار تھوڑا سا

سر دز میں میں گر گئے غمخوں نے سر جھکاؤ خندہ بھل کو دیکھ جو یار نے مسکرا دیا

یوں لے گئی دل زلف سیہ نام لگا کر جوں صید کو کھینچے ہو کوئی دام لگا کر

شعرا ز وسیند حق تعالیٰ سلامت دارو از دست۔

تبدہ ہوں جن صورت عشق مجاز کا
از خویش رفتگی ہی یہ ہم عشق میں یہاں نہیں
لے آہ یہ ادب نہ اُسے پھونکیو کہ ہے
ہے آستانِ دیر پہ ایسی نسبتِ محبت
یہاں جاں تک بھی نہ چکے یہ اسی ہاں نہیں
منوں دلِ تم زوہ ہے عشق کا حریف

ہر آئینہ میں جلوہ ہے اُس جلوہ ساز کا
عسکرِ مکیا و ارادہ جب ز کا
دل جلوہ گاہ پر دہستیاں راز کا
کب ہو حرم میں ہم کو ارادہ نما رکا
جھگڑا چکے گا کیونکہ یہ ناز دنیا رکا
یہاں ہر دو چار صعوہ بے بال باز کا

کل جو خلوت میں رہت محو و آرائی تھا
جب مقابل ہوا اُس برق بلا سے منوں

آئینہ ریش بہ دیوار تاشائی تھا
وقفِ آتشِ مرا سا ایں شکلیائی تھا

کھولا جو پنج طسره عنبر شمیم کا
جب کھولوں میں سینہ سوزاں کے چاک کو
دیکھا جو اُس کا قد و دہاں زلف ہٹ گیا

مشک ختن سے بھر گیا دامن نسیم کا
تب باز روئے خلق پہ در ہو حمیم کا
زاہد کے دل نے نقشِ انعام مسم کا

بس ہے یہ لطفِ صابہر گرفتِ قفس
راہ لوئے گل کرے سواجِ دیوارِ قفس

منکر ہمارے قتل سے ہوتا ہو تو ہنوز
آنکھیں بیانِ آئینہ پتھر اگئیں رمی
اپنا غبار بھٹکے ہے مانندِ گردِ باد

رنگیں ہے اپنے خوں سے وہ خاک گو ہنوز
لے خود نما پر آیا نہ ایدھر کو تو ہنوز
گو ہو گئے ہیں خاک پہ ہر جستجو ہنوز

(۱) ہم عشق یہاں ہیں (سج)

کچھ نہ پایا جب ثنا بر عید قرباں کے لئے
لے صبا یہ ہم صفیروں سے مرا کہیو پیام
لے چلے تب حاس کیف ہم نہ جاناں کے لئے
کوئی ترپے ہوش میں سیرِ تاس کے لئے
ہم اسروں کو رہائی کیا ہو جب ہر عید کو
قفلِ نوتیار ہوں درہاسے زبلاں کے لئے

غصہ میں اس جس پر پڑے جب شکن کئی
کیوں سیرالہ زار کو اس بن گیا میں اے
دریائے تہران سے ہوئے موجزن کئی
جو تازہ ہو گئے مرے داغ کہیں کئی
آنکھیں کھولنا تیں کھو دیکھ کرتا
میلے میں اس نے ہم سے کئے بانگین کئی

امید ہے کہ محکو خدا آدمی کرے
اس طرح وہ فریب سے دل لے گزرا
پر آدمی کرے تو بھلا آدمی کرے
جس طرح آدمی سے وفا آدمی کرے
بھائیں نہیں کچھ اُس کے بھلتی ہوا اپنی حالت
مارا ہے کو کہن نے سراپنے یہ تیتہ آہ
کیا ایسے آدمی کا بھلا آدمی کرے
دل کو لگی ہو چوٹ تو کیا آدمی کرے
گر کچھ کہا بڑے میں بس اُس نے ہنس دیا
گذرا میں ایسی چاہ سے تاجندہستیں
بیٹھا کسی کے سر کو لگا آدمی کرے
کیا خاک اس مرض کی دوا آدمی کرے
ہے عشق بد مرض کوئی جاتا ہے منتظر

(۲۶) ممنون

میز نظام الدین ممنون تخلص خلف الرتید میر قمر الدین منت حوالہ سعادتمند و شمس
است۔ در حین حیات پدر بزرگوار بعد تحصیل کتب رسمی بوقت قصاصے سوز و فی طبع خود را
مصرف گفتن شعر ہندی و فارسی میداشت تا آنکہ در عرصہ قلیل قوت شاعری خیا کہ
شاعر را اید پیدا کرد و کلام خود پر تہ کلام پدر رسانید اکثر سے از موزدناں شہر استقاوہ

بجھ کے رکھو قدم رہرواں وادی عتق
عشرت نہیں ہے یہ دایستہ پرستانہ
رواں ہے یہاں دمِ خنجر پہ قافلہ دل کا
کسو کی زلف کو پہنچے ہے سلسلہ دل کا

تھارو زکونسا کہ یہاں نسیم تہیں رہا
کیوں مسکی مسکی چولی ہوا رکھو بکھر بکھر بکھر
بڑھ بڑھو کے دل کا مرنیہ ماتم نہیں رہا
گرا خنطا غنیمت سے باہم نہیں رہا

دورِ فلک میں کس کو نہیں میکشی سو ذوق
ممنوں برنگِ حضرت سودا جو دیکھئے
رکھا ہے ماہِ ہاتھ میں ساغر بلور کا
ہر رنگ میں شراب ہے اُس کے ٹھور کا

عینِ راحت ہو جو کچھ ہم یہ ستم کیجئے گا
کس کو پروا کہ ہوا درِ گل و لالہ رہے
سر جھکا دیں گے اگر تیغِ عسلم کیجئے گا
باغِ دل اپنے ہی کو رشک ارم کیجئے گا
دیکھ کر مجھ کو یہ کہتے ہیں بتانِ خوش خط
ایک دن سر کو ترے تن سے قلم کیجئے گا

نہیں ہے جلوہ ناغیچہ شاخ پر گل کا
یہ ہو رہا ہے گرہ شعلہ آہِ لبسبل کا

سم سے کتنے بے دلوں کی کبے نسل پہنچ
کشتیِ طاقت تکتے اور جبِ غم کا حوت
یارِ گدول میں ہے ریم کو کہاں لے تک پہنچ
مژدہ نو میدی نہیں بانیِ سہل تک پہنچ
دشتِ تنہائی میں صحرِ گرد ہے جوں گرد باد
صدِ گاہِ شوق میں کیا ہے ادبِ ہمدرد
جو کہ جاتا ہے رطب کر پائے قافل تک پہنچ
مشتِ خاک قیس کی شکل ہے محل تک پہنچ

ہے سایہ نگن زلفِ سیہ فام زمیں پر
یا صبحِ قیامت کی ہویش نام زمیں پر

رکھے ہر ڈھنگ کچھ ساقی شربِ نابِ آتش کا
مِرے یہ گرم آنسو پختہ دستِ نگار سے
مقطر کیا کیا لے کر گلِ شاد و اس آتش کا
کہ ان چنبول سر رہتا ہر واں پلا بآتش کا
دکھاؤں دایعِ دل تو ہوئے رہا بآتش کا

قدّم رکھا ہے یہاں کس نے کمالِ تصویرِ قالی کا
دعائیں زیرِ آبِ آہستہ آہستہ اُسے دلائیں
رکھے ہر ڈھنگ اس سے خاستہ کی لالی کا
جو یاد آئے ہر لب تک کے رُک جانا گالی کا
یہاں دیکھ آ کے عالمِ ہاتھاب پٹھالی کا
خطرِ سبزو نوحہ خط کو یا مسلی کا
لکھا جو شعرِ تعریفِ جلالِ یار میں منوں
وہ جن نظم میں ہر سر ہے اشعارِ حالی کا

کب گل ہر ہوا خواہ صبا اپنے چین کا
نے ابائی دل تیرے شہید کی کہاں جا
دانشِ دم سے ہر روزِ غم کہن کا
کچھ کم رگِ سہل سے نہیں تا کہشن کا
وہ شیخ جو دلدادہ ہر عین اپنے دہن کا
ناز و نگہ و عریضہ و شوخی و فن کا
ہم زمزمہ ہم تم تھے کہیں ہر یہی بیجا
مرغانِ قفس کے لئے مرغانِ چین کا

دھویا ہر کس نے منہ کہ یہ ہر رنگِ آب کا
لبریز رنگِ گل سے ہے ساغرِ حباب کا

رہے ہر روشنی نشترِ پرا بِلہِ دل کا
یہ حوصلہ ہر کوئی بلِ بے حوصلہ دل کا

۱، قدم دکھا یہاں کس نے کہ الح (نور محمد)، رگ (ن خ - نور محمد)، ۳، برنگالی (ن ج)
۲، ہر کس (ن ج) کس واسطے دیتا ہے اب الح (نور محمد) ۵، دلدادہ ہیں انچو دین کا (ن ج)

نہی فتنہ قد قدامت سے ہنس کے پھر دیکھنا قیامت ہے

(۳۰) منزل

شاہ منزل تخلص از قدامت گوید رویتے بود شعری از طفولیت یاد دارم۔
دل ہر ن میسر از لرز م گیب دشمنوں کے من کے چیتے ہو گئے

(۳۱) معین

بر شاگرد الہی در زامحدر فیض شہرت دارد شاعر کہنہ مشق است فقیر اور اندیدہ یک
غزلش مشہور است برائے یادگار سی نوشتہ و دو رباعی اینت۔

لے باد صبا بارع میں مٹ جائی توڑ کے	شاید کہ وہ سوتا ہوئے اور بات نہ کھڑے
جوں شیم کی نخی اگر اس راحت جاں کو	چھاتی سے لگا رکھئے تو دل کا ہے کوڑھ کے
آتے ہی نہیں گر کے سوئے شیم یہ آند	اس گھر سے مگر دھکے کئے ہیں یہ لڑکے
لے ابر بہار سی شب ہجراں ہو خیر دار	دامن ترا مجھ آہ کے شعلہ سے نہ بھڑکے
سر رشته رہ عشق کا ہر گرہ کروں گم	سو ٹکڑے اگر سچہ فطہ ہوں بے دھڑکے
قرمی ہو خدا باغ میں تمنا د کی دھج پر	ہم صدقہ ہیں لے سر دواں تیری اکڑ کے
قصہ ہی کرو مختصر اب جانے دو یا رو	کیا لینا ہے تم کو مرے قاتل سے جھگڑ کے
ہوں میں وہ دوا آگہ بہار آنے سے آگے	زنجیر میں رکھتا ہوں معین تجھ کو جکڑ کے

رباعی

جب سے تجھ ساتھ دل لگایا ہم نے کیا کیا اندوہ دغم اٹھایا ہم نے
تقصیر نہیں ہے اس میں تیری بالہ جیسا کہ کیا تھا ویسا ہی پایا ہم نے

(۱) مہاں معین میں تخلص (۲) جی دن خ (۳) شیم محبوب شیب ہو علیحدہ کوئی چیز نہیں۔ (عبد الوہاب خاں)

(۲۷) محترم

خواجہ محترم خاں محترم تخلص کہ فقیر از احوال ایشان مطلع نیست اردوست۔
 اے محترم اتنی استکباری کھل جاتا ہے ابر بھی برس کر
 کیا رونما ہو یہ ترا کہ جس سے بدنام ہوا میں اب تو بس کر

۱ پیغام توجزن کے آنے لگے ہیں مجھ تک شاید بہار کے دن نزدیک آن پہنچے

(۲۸) مصدر

میرا شمار اللہ مصدر تخلص پدر میرا شمار اللہ تھاں کہ کمالات طہی ایشان از غایت
 استہار محتاج بیان نیستند۔ گاہ گاہ ہے خیال تو رسم می کنند و ہر کہ پیش ایشان کلام خود بخواند
 در جواب آں بدیہ گوئی را زیادہ می شوند فقیر اگر چہ ایں بزرگ را ندیدہ اما اوصاف
 کمالاتش بیشتر شنیدہ، و دشوار از وسع رسیدہ۔

خدا کرے کہ مرا مجھ سے ہر ماں نہ پھرے پھرے جہاں تو پھرے بیرونہ جانیں پھرے

کافر ہو سوا تیرے کرے چاہ کسی کی صورت نہ دکھائے مجھے اللہ کسی کی

(۲۹) مضمون

میاں ترف الدین مضمون از قدراست، و دشوار ایشان بطریقین نوشتہ۔
 ہمارا شک قاصد کی طرح یک دم نہیں تھتا کسی بے تاب کا شاید لئے مکتوب جاتا ہو

(۱) چہ اشعارش از نظر کوشتہ انجہ انتخاب افتادہ نیست (نسخ ۲۶۱، آمادہ دن در محمد)

(۳۳) معروف

آہی بخش معروف تخلص میر عارف خاں جوان خوش اخلاط و وجہ است در ایامیکہ
فقیر تذکرہ باتام رسانیدہ از شاہجہان آباد بکھنو گدرا فکندہ بیٹاگر دہی میاں نصیر نازش
دارد و فکر شعر نیز برویہ ایشان کہ تلاش است میکند در یک دو مشاعرہ حال صاحب عالم
شکر یک غزل طرحی نیز بود بعد یک در ماہ باز بہ شعر عود کرد مطلع از وی یادماندہ -
کیا چٹھی اس کی تہی کی دہ انگلیا ہاتھ سے ہاتھ ملتا ہوں کئی سونے کی چڑیا ہاتھ سے

(۳۴) مروت

صغیر علی مروت تخلص کہ بہ سیر مصری تہرت دارد و لدیکیر علی عرف حکیم کہ سیر بھلی شیخ الشافعی
کہ ذکرش گزشت خاں قابل و دانا است تحصیل کتب طب و غیرہ از والدہ خود در رامپور
کردہ بقضاء سوز و دلی طبع حین شوقی شعر دامن دلش را بسوسے خود کشیدہ در اہ صحبت
نہج خاں بہر تقیم خاں کہ جوان شاعر دست گزشتہ سیر و دواوین اساتذہ سلف و حال خاطر خاں
میر آمدن ہذا گاہ گاہ ہے کہ فکر شعری کند در آن تلاش معنی ہائے تازہ منظور می دارد و اکثر
غزلش قصیدہ طور است دیک دو قصیدہ کہ گفتہ خیال بند می را درو بطور سلیم بہت دادہ -
دریں کار رویہ مرزا رفیع میش نہاد خاطر اوست - در ہماں ایام کہ بہ رامپور بود یک دو
دستان برویہ ثنوی میر حسن در سلک نظم کشیدہ با خود داشت و میخواست کہ آنہا را
بہ نظر مومی الیہ گمزدہ اند چون در ہماں ایام میر موصوف را سفر ناگرہ در پیش آمدہ بیا تا سف
خورد و رفتہ رفتہ ہماں چند قطرہ اش دریا گردید یعنی در عرصہ پنج سکش سال کہ از سفر
بارس در شہر باز آمد جواہر ثنوی معنی ہائے تازہ ہیاگر دانیدہ بعد اتمام قصہ بہ عرصہ

دیگر

دل کے ہاتھوں ہمارا جینا معلوم خون پیتے ہیں اب تو مے کا پینا معلوم
گر جیب بھٹا ہو تو رن ہو ناصح یہ چاک جگر ہے اس کا سینا معلوم

(۳۲) محشر

مرزا علی نقی محشر بزرگانش اہل خطہ بودہ اند و خودش در لکھنؤ تو نایانہ بقصائے
موزولی مطبع شرعیہ زبان ہندی و فارسی ہر دو میگفت و دعوائے شاعری چناں در غزل
جاگرتہ بود کہ کسی را یہ خاطر نمی آرد و طرفہ ترا نیکہ خود اکثر قدم در راہ خطامی گذاشت -
در ایامیکہ از بیم دعوائے خون مرزا علی بہلت از شہر برآمدہ و در شاہجہاں آباد
گردید روزی بہ مجلس مشاعرہ مؤلف حاضر شدہ و روزی بہ صحبت کیما خاصیت
خواجہ میر درو نیز رسیدہ دیہیں بہت خود را بہ شاگردی ایشاں تہم میدانست - آخر بعد
یک دو سال بہ طرف اکبر آباد و غیرہ سیر کردہ ہر گاہ دید کہ نقشہ فروختست باز بہ شہر آمد و
بہ ہوشیاری تمام زندگانی میکرد - و ارشاد مقتول عجالتاً باو آونین مصلحت وقت نمی داشت
چوں ایں ماجرا از خاطرش گردید و چند سال بریں گذشت و رسنہ یکہزار دو سہ دہشت در
شعرہ ماہ محرم تابوئے وقت یافتہ و درایہ یکسی کشند و قصاص حوں بہلت بہ ہلت گرفتند
عمرش تخمیناً قریب سی رسیدہ باشد - از دست -

جان منظر ہے آنکھوں میں وقت چل ہو جلدی پنج کتیرے ہی آنے کی دھیل ہو

و درین اس حتم کے گردوں کو آسائش نہیں کس گھڑی کس دم سننے نقشہ کی فراش نہیں
گفتگو اردو زبان کی کوئی ہم سو سیکہ جائے کیا ہوا دلی میں محشر اپنی پیدائش نہیں

(۱) دوسرا مصرع پہلے ہوا در پہلا بعد میں (۲) شدہ بود (۳) رخ (۴) از خاطرش نیافتا گردید (۵) رخ

غیروں یہ دیکھ دیکھ کرم اُس بخار کا
جس جس سے نقش ہمارے مزار کا
گوشل گرد باد ہے گردن نصیب میں
پر ہے دماغ عرش یہ مجھ حاکم ر کا
مجنوں کی حاکمیں کے گولا طلی ہر ساتھ
محتاج کیوں ہونا قہہ لیل ہا ر کا
یُن گرد و ادیا کے صدقے ہو اس لئے
ہے رابطہ ہواست ہمارے غمار کا

ہر جس کی اک موج شبابہ میں درریز
قطرے وہ عرق کے ہیں اس جس میں یہ

زمین ہے نہ گل ہے نہ بو ہے
دیکھنا جس کے اُس کا آنکھ ملا
جلوہ گر بہاں تو ہر طرف تو ہے
کیا کہوں سحر ہے کہ جاوے ہے

حسنِ حتم آہ یہ کس گل کا مجھے بھاتا ہے
تختِ جگرا شک مرا ہے ہدم
مہر و پر ترے گیسوئے سپہ کے نیچے
جس طرح وقتِ سحر موسمِ سرما میں غزل
خواب میں تختہ مرگس ہی نظر آتا ہے
وہ دم گوستہ دامن کر لئے جاتا ہے
خالِ متعلیں مجھے اس گل نظر آتا ہے
تاجِ سنبل کے تلے دھوپ کھڑا کھانا ہے

مصطفیٰ (۳۵)

محض نہ مادہ کہ متوفیہ تذکرہ غلامِ سہانی نام دارد مصطفیٰ تخلص سے گدار و دیرنگاش
تذکرہ خانی خاں بادشاہ کردہ انداز ایا میکہ تفرقہ شدیدی در سلطنت راہ یافتہ سلطنت خانہ کی
رویاہ ہم خاک را رتد ہم از متع دنیا بہرہ دانی داشتند۔ ایں فقیر جوں تختِ طالع
آہما داشت ناچار از آغاز شباب بقصائے موزونی طبع مصروفِ تحصیلِ علم بود چنانچہ
(۱) تذکرہ گاش اصحن جند نوکری (ن ح ۲۷)۔ خاکِ سیاہ برار شدہ (ن ح ۱)

قلیل بہ ہسائیگی فقیر اور انویسانیدہ و صاف نمودہ و معوض شہرت اگلندہ اکثر دوستان نقل
 گرفتہ نارتش شاعری او بہرہیں مثنوی است۔ در آغاز شباب اول چندے بہ ترغیب
 میر حسن فکر متحر کردہ و از نظر ایشان گرا نیدہ و بعد از اس در روز ہائے کہ در تہنم نگہداشت
 داشت بہ سبب قرب و جوار بہ میاں قلندر بخش جرأت رجوع آوردہ اقرار شاگردش بہ
 کس نیست لہذا می گوید کہ سہ ہر خرمنے خوشہ یافتہم - نفع زہر گوشہ یافتہم بہ سبب
 ہسائیگی اتفاق ملاقات می شود۔ از دست -

کیوں تو نے داکیا تھا بند قباچین میں	اڑتی پھرے ہے گل سے بلبل خفاچین میں
پرست اب صبا جو پھرتی ہے خاک اڑاتی	بلبل کے پر پڑے ہیں کیا جا بجاچین میں
نرگس کی آنکھ تجھ پر پڑتی ہے بے طرح سی	مست وقت شام جا بجا بھر خداچین میں
جول لالہ داغ دل یہاں پھریں اٹھا شاید	جاتا ہے سیر کرنے وہ بے دغاچین میں
جیب اپنا گل نے پھاڑا بلبل مومی ہر دست	کیوں اس نے عم کا قصہ نوے کہاچین میں

چھٹا نہیں ہے دست مصد سے وہ ورق	کھینچی ہے اس نے جس بے مے یار کی شبیہ
ناخن زنی میں دل کے ورق پر پر ہے آہ	کس کس طرح اس ابرو سے خدا کی شبیہ

کیا صدف ہوں میں کھوں جو ہر گڑھی گوہر بدست	جو ہر شیر ہوں رہتا ہوں نت خنجر بدست
اینی صیاد دی یہ وہ صیاد کیا نازاں ہو داہ	آگیا ہے ایک جو مجھ سا طائر بے پردہ بدست
خار صحرانے قدم چومے جو ہیں معنوں چلا	لی ہمارے لیے اکچشم تر بدست
عشق کا قصہ مردست سے سنتوئے مللو	مثل گل اس بات کا رکھتا ہے وہ قدر بدست

(۱) مثنوی است ماسوائے آن مرغزل و قصیدہ و غیرہ چنداں معاصر ہمارا و در آغاز (ن ج)

(۲) چوں غارتش قرب و جوار مکان فقیر است اکثر ملاقات می افتد۔ (ن ج)

یہ خیال اکہن اسی صورتِ فزوں ہو جائیگا
ان خنائی ہاتھوں کو پرے میں رکھ بہر خدا
تالشِ خورشید میں تو گھر سے ماہرست کل
گو کہ اب پاسے نہیں ہم اُس کا کو چہ مصحفی

رقہ رفتہ مجھ کو سوچے ہے جنوں ہو جائیگا
مفت میں ظالم کسی کا در نہ حوں ہو جائیگا
پھول سا رخسارہ تیرا لالہ گوں ہو جائیگا
شوق اگر یہ ہے تو اکہن رہنوں ہو جائیگا

صورت کو تیری دیکھ کے مانی نے رُ دیا
ہر گز رہے نہ ہم تو کسی کام کے دروغ

یہاں تک کہ حوں میں اپنا موقع ڈھونڈا
سب کام سے ہیں تری لفت کھو دیا

کل میں جو راہ میں اُسے پہچان رہ گیا
بکھے وہ صیدِ خستہ مرے اضطراب کو
شوخی تو دیکھ تیر کو سینہ سے کھینچ کر
ماے خوشی کے کو دپڑا میں تو مصحفی

کچھ دہ بھی مجھ کو دیکھ کے حیران رہ گیا
سینہ میں جس کے ٹوٹ کے پیکان رہ گیا
کہتا ہے میرے تیر کا پیکان رہ گیا
شب پاس میرے اُس کا دو الیا نہ گیا

نظر آتے ہیں پرے تیری اکھوں کے گلابی
ہو میں سو وہ کیفیت کہ نخل اس باغ کے سارے
نزاکت کو نظر کیجو کہ کل اُس نے شبِ مہ میں
جو میرا دل نہیں جلتا تو پیائے میرے پہلو سو

کہیں بے پی ہو تو نے یا اٹھا ہونہم خوابی سے
گلے میں باہیں ڈلے میں کھڑے باہم تہ لپی سے
چھپا یا چاند سے کھڑے کو اپنی آفتابی سے
اٹھالیتا ہر تو کیوں اٹھ کر رکھ کر شتابی سے

مکانِ مصحفی اس کو نہ سمجھو آپ کا گھر ہے
مکلف کچھ نہیں کل بیٹھے یہاں بے حجابی سے

قدغن ہے کہ در تک کوئی یہاں آنے نہ یاد
وہاں روزن دیوار بھی اب بندھوئے ہیں

اور بے خبر آدے بھی تو پھر جانے نہ یاد
تا سینہ کے ریزن کوئی دکھلائے نہ یاد

بہین صحبت بزرگانِ اول از تکمیل نظم و نثر زبانِ فارسی تحقیق محاورہ و اصطلاح اُن نعت
 حاصل کردہ بہ بقعائے رواج زمانہ آخر کار خود را مصروف بہ ریختہ گوئی داشتہ برائے
 اینکه رواجِ نثر فارسی در ہندوستان بہ نسبتِ ریختہ کم است و ریختہ ہم فی زمانہ پایہ اعلیٰ فارسی
 رسیدہ و دوازده سال در شاہجہان آبا و بہ دورِ نواب نجف خاں مرحوم بگوشہ غزلت گذریدہ
 زبانِ ریختہ اردوئے معلیٰ کما ہی دریافت نمودہ و ہرگز برائے تماشِ معاش و رآںِ شہرِ
 اجاد و امورات برود کس نہ رفتہ اگرچہ بہ نسبتِ فارسی گوئی در ایرانِ مسلم الثبوت فارسی گو
 ہم شمرہ می شود و اما نام را آوردہ بہ ریختہ است و انچہ دریں مدت تصنیف و تالیف کردہ
 انیسٹ کرد و دیوانِ فارسی کیے در جواب مولانا نظیری تینا پوری و یکے بطور خود رسہ
 دیوانِ ہندی و دو تذکرہ فارسی و ہندی و یک و دو جزو شاہنامہ تانبہ نامہ حضرت
 شاہ عالم بہادر و یک دیوانِ ہندی کہ در شاہجہاں آبا و گفتہ معہ مسودہ دیوانِ فارسی
 اول کہ زبانِ اُن بطورِ جلالِ اسیر و ناصر علی بود و بہ دزدی رفتہ میخواست کہ کلام خود را
 آخر ہمسایگان نوید اما حرف میم بر آں آورد کہ بدیلت میم داخل باشد لہذا المولفہ۔

اشعار از دیوانِ اول

لگائے ہاتھ کوئی اُس بدن کو کیا گستاخ	نہ جس بدن کو لگی ہو کبھی ہوا گستاخ
میں چھڑتا ہوں جو اُس کو کہے ہر کشتِ قیاب	قدیم سے ہے تھارا یہ آشا گستاخ
شاہ ہے نصیحتی میں جب سے شرعنی کا	ہمیشہ ہاتھ گریباں سے ہوا گستاخ
بہ سائے کشتائی قبا بہ یاد آور	کرمی کٹا د کے بند ایں قبا گستاخ

کرنیے خوابِ راحت یا یہی خجال ہو گیا خدا جاے کہ بعد از مرگ کیا احوال ہو گیا

۱۱۱ رسیدہ بکرا زدیہتر گردیدہ و چنداں مصروفِ فارسی نامزدہ است۔ (ن خ، د ن) نثر میں بعد فارسی
 "دیاں نصیح" کے الفاظ زائد ہیں۔ لکھا، لہذا مرخافات خود را نیز داخل ایں جریدہ کردہ شد اما صغیر در گاہا گاہا
 (ن خ، د ن)

اُس نے جس وقت کہ خیالِ نیرِ زخماں پر رکھا دلِ غمِ اک اور مرے سینہ سوزاں پر رکھا
اُگیا یا رکھا دامنِ جو مرے ہاتھ کبھی میں نے رومالِ سمجھ دیدہ گریاں پر رکھا

شبِ ترے کو چہ میں کوئی کہتے ہیں مگر رہ گیا تو نہ آیا اور وہ مسکین آہ بھر کر رہ گیا

پر دا اٹھا کے اُس نے جو سینہ دکھا دیا میں چاک کر کے اپنا گریبان اوڑا دیا

تصد کرتا ہوں جو اُس در سے کہیں ملنے کا دل یہ کہتا ہے تو جا میں تو نہیں جانے کا

ٹھکانا کجگہ ہوتا نہیں اُس غم کے ماے کا یہ گردشِ طالعوں کی بھییر ڈگڑیاتے کا
خدا جانے پڑی ہو آنکھ دہاں کس بے محابا کی کئی ن سے جو درزن بندہ اس کے نفاے کا

دلِ غم دیکھے تھا کھڑے لالہ صحرائی کا زورِ عالمِ نظر آیا تر ہی سودائی کا
بھیج دیتا ہے خیالِ اپنا عینِ اس پر دم کس قدر یا رکھو غمِ ہر مہمی تنہائی کا

کبھی اُس تازہ گل بن ہم جو خست اپنا ملتے ہیں ملیں میں عطر کو لیکن کبھی افسوس ملتے ہیں
کوئی ان کا فرد کے ہاتھ کو کیڑی نظر مل جائے نئی ترکیب ہو روزِ دارنہ نئے نئے ملتے ہیں
جو خط بچوں تو خط کو آگ پر رکھ دے ہر وہ ظالم جو تاصد جائے تو تاصد کروں تو بھٹکتے ہیں
کچھ ان دزدوں تو میں یہ بگٹ لکھا اُس کے کو پیہا کبوتر تکتے ہو تے جاتے ہیں مکتوب جتے ہیں
باتوں میں اب نہیں من نہت رہ رکھتے ہیں ہم سے ہی بے جیا ہیں جو غم کو بولتے ہیں

یوں صاحبِ بتان کا ہر اب حکم کہ صیا د
کیا خاک کرے سحر ترے نقشِ قدم کے
تو آگے ہی جا بیٹھ دلا بزم میں اُس کی
تو شرق سے چکا قد جوں شاخِ گل اپنا
کعبہ میں تو ہم کو نہ ملا مصحفی یا ر و

اس بات میں بلبل کا نفس لانے نہ پائے
جو خاک بھی اُس کو چہ سے بجاتے نہ پائے
تا آگے کوئی کچھ اُسے سکھانے نہ پائے
پر موت سے کمر دکھو بل کھانے نہ پائے
بھیجو کوئی قاصد اُسے بتخانے نہ پائے

شب کہ دل و دردِ الم سے سرسبز تھا
ان اداؤں کا کوئی مارا بے کس طرح آتے
نوبہاراں میں تو کرتے ہم بھی دھولے خوں
کی ٹمک اک آپ دمِ شہرِ قاتل نے کی

شورِ منبر کی طرح ہر نالہ شور انگیز تھا
یا ہر اب یہ گرم جوشی یا کہ وہ پرہیز تھا
مثلِ گل چاکِ گریباں ہم سے دستِ آدب تھا
ورنہ پیا نہ ہمارے عمر کا لبریز تھا

دیوانِ دوم

ترا خدنگِ ننگہ جس کے دل کے پار ہوا
نفس سے چھوڑ دے نواب تو ہم کو لے بیٹا
صبا جو پچھے خبر مصحفی کی تجھ سے رہ شوق

نشانِ تیر تعافل وہ دل نگار ہوا
چمن میں کہتے ہیں پھر موسمِ بہار ہوا
تو کہو ہنس کے میں سدے تھے تار ہوا

مرضِ شوق سے گر اب کے سنبھل جاؤں گا
مجھ کو قاصد کے تعافل نے تو راہی ہر

تو میں دو چار برس کو کہیں ٹل جاؤں گا
روزِ ظالم یہی کہتا ہے کہ کل جاؤں گا

صانع نے جو خمِ بروئے دلدار میں رکھا
قاصد نے دیا تا مہرا اس کو تو اُس نے

سالح نے بھلا کون سی تلوار میں رکھا
کر چاک دہیں رخصتِ دیوار میں رکھا

قص سے چھوٹے ہے اب مجھ کو کیا تولے مٹا
چمن کے بیج کہاں موسم بہار رہا
خیال یا رجب شب میرا ہکتا رہا
میں تیرے ڈر سے نہ دیکھا ادھر بہت شریل
تارہ سحری مجھ کو آنکھ مار رہا

چھپ چھپ کے وہ گھر میرے ہاں کیا تھا
چدی کی نظریں وہیں پہچاں گیا تھا
جانے کانے نام سب عید ہو پیاے
سن بات مری میں ترے فرمان گیا تھا

کب میں یاروں کے تنیں دیکھ پکارا نہ کیا
پرکوسے مری تربت پہ گزارا نہ کیا
بیٹھا پاس نہیں عیر کے کیا لازم تھا
تم نے اتنا بھی میاں پاس ہارا نہ کیا
میں ہوں وہ کشتہ ماچیز گلی میں اُس کی
جس کا خورشید نے روزن کو نظارا نہ کیا

بھگے سے ترانگ حسا اور بھی چمکا
یالی میں بنگا رین کف پا اور بھی چمکا
جوں جوں کہ پڑیں منہ پتے منہ کی یونہی
جوں لالہ تر حن ترا اور بھی چمکا
دہریا نہ گیا خون مرا تین سے تیری
کشت پہ پالی جو بڑا اور بھی چمکا

سو گیا تھا شام وہ رکھ کر جیں پرشت دست
دیکھا اُسے حور شیر لے ماری زیں پرشت دست
ساپ سوہری کے رہ جودرات ہلنے لگے
کیا جھک کر اُس نے ماری آہیں پرشت دست

سیٹھ ہی جو کوئی اُس بیت پر فن کے برابر
اُس دوست کو ہم سمجھے ہیں دشمن کے برابر
اندا ز تو بس کا سجد اپنے وہ کیسا
رہ جائے ہی اگر ترے دامن کے برابر
کیا جانتے اُس تیغ کو کیا سوچھی دامن م
پھر جائے ہے اُس کے جو گردن کے برابر

کیا غم ہے گر سحر وہ گئی چہم ترے لئے تبسم نے گل کے ساتھ تو تب عیش کر لئے

گو کہ نعل ہمدی چرخ بھلا سزا ہے ہم کو تو اتنا تک وہی بندگی دنیا ہے
سجھے تھو ہم کہ جائے گی جیا گیا ہر روز وصل کب ہیں اس کی بھی خبر سحر کی شب راز ہے
دامن اٹھا کے چلتے ہو مرے مزار سے عبث خاک میں میں مل گیا کس سزا ب انتظار ہے

ہم کو ترساتے ہو تم کیوں یہ ادا دکھلا کر منہ چھپا یا نہ کرو بہر خدا دکھلا کر
شرط یار سی ہی ہوتی ہو کہ بس پھر گئے اب چار دن ہر دم محبت کا مزا دکھلا کر
حسن کہتا ہے اسے پردہ اٹھائے پر شرم یہ نکھاتی ہے کہ لے منہ کو چھپا دکھلا کر
دل کو تھامس کے جو چوڑی ہیں تبتے ہیں تپ یہ جو تم اسے بازار ذرا دکھلا کر
پھر قیامت ہو جو وہ شوخ چھپالے منہ کو اپنا دیدار ہیں روز جزا دکھلا کر
اُن کے ہاتھوں کو بھلا کیونکہ کوئی بیچ نکلے لیوں جو دل کو بھلا رنگ خدا دکھلا کر
لالہ سر کھینچے ہے خاک شہدا سے اتنا تک تم چلے آئے تھے اک دن کف پا دکھلا کر
تیرے بیمار کو دے کر کے پشیمان ہوئے لائے تھے وہ حسد سے دوا دکھلا کر
خواہ دیوانہ کہے خواہ وہ وحشی مجھ کو مصحفی میں اُسے حال اپنا چلا دکھلا کر

از دیوان سویم

کیا دید میں عالم کی کردں جلوہ گری کا یہاں عمر کو نقش ہے چراغ سحری کا
مردوں کو جلاتی ہے ترے پاؤں کی ٹھوکہ اس چال پہ مرا ہے بجا ایک درسی کا
جو دیکھے ہر نقشہ کو ترے وہ یہ کہ ہے سارا بدن انسان کا چہرہ ہے پری کا

کھڑا نہ سن کے صدا میری ایک بار رہا میں رہرہاں عدم کو بہت پکار رہا

ماہ رو کی جو ہر مانی ہے یہ بدو ہم پہ آسانی ہے
 اُس کا رخسار دیکھ جیتا ہوں عاصی میری رنگانی ہے
 اِس سیرِ دیم در تذکرۂ میر حسن صاحبِ سام محمد شاکر ناجی مسطور راست دس از زبان
 اوشنیدہ بودم، واللہ اعلم بالصواب۔
 اُس کے تنیں سہاری نہ کچھ یاد ہی رہی اور اپنے تئیں نطافتِ فراہ ہی رہی
 اُس بیل اسیر کو کیا گل سے راہ و رسم جو ریرِ دام مست صیاد ہی رہی
 حوں گرد و باد ساکن یک جا نہ ہو سکی اپنی یہ سہزہ زندگی برباد ہی رہی
 دنیا کو جائے عیش سن آئے تھے لئے نثار سو اپنے بچتے تک تو عم آباد ہی رہی

ہاتھ سے ان جاسن زیوں کے نکل جا دیگا ہم بیگمیاں د اِس صحر کو دکھلا دیں گے ہم

مہر ہی جادیں گے بہت بھرمیں نثار در ہر بھول تو گئے ہو ہیں پر یہ تمس یاد رہے

(۲) نثار

محمد امان نثار تخلص قوم شیخ بر رگانش مہار بودہ اند بلکہ کسے کہ طرح جامعہ دہلی اختہ
 یکے از اجداد اوست علم ریاضی را بہ خاندان ایشان بہت تمام است مثلاً امیر پیشا
 در دہلی بہ سرکارِ نواب محمد الدولہ بہ سر انجامِ عمارت عز و اتیاد داشت بعد و تکیہ تدرین نواب
 موصوف بہ سرکارِ نواب ضابطہ خاں خیل شدہ اکنوں کہ از چند سال بہ پورب رسیدہ
 بہ سرکارِ راجہ گلیٹ رائے یہ پیتہ خود عزت تمام دار و دیوارِ جوں اصلش مہار راست لہذا بناے
 ریختہ ہم نجوبی نہادہ ادائے زبان اردو چنانچہ باید از زبانِ نعت بیائس می شود ار

جب اُس سے ہاتھ دھوئے حلق عاشق و ذلیل کر
کفک کا کس کی نقشا یاد آیا اس گنگشن سے
کچھ ایسی ہو گئی حالت مری متب جس خوش آیا
کیا اُس رنگ اصلی کو منظر رنگ خال کر
جلی پاؤں تلے پلوں کو کیوں اجیبال کر
بدن سے آئے تجویں تو وہ ہٹسم ہار مال کر

ہندی ہے کہ قہر ہے خدا کا
نل آئے ہوا تھوں کو تم لینے
خطے کے برایہ ک گیا، میں
تلوار کو کھینچ اُس پرے راہ
موت ہے یہ رگ کب خا کا
یا خون کسی تازہ آشنا کا
دل دیکھوں ہوں قاصد صبا کا
ہے مصحفی کشتہ اس ادا کا

کاغذ کا ورق یہ پائے صوت
چہرہ نظر نہیں ہٹتی
تقاش ایسی بنائے صورت
اللہ کے تری صفات صورت

حرف النون

(۱) انشار

میر عبد الرسول شاعر تخلص مرادیت جا مدیدہ و فہمیدہ اصلت از اکبر آباد است فقیر
اور ادرا بتدائے شاعری در تھبہ اردہ مدیدہ بود اکثر بعد ہفتہ و عشرہ ملاقات می شد
در تذکرہ شعربیان می آمد۔ از معاصران میر و مرزا شاعر سحر کار و با فصاحت و بلاغت
و بدیش۔ عمرش تخمیناً قریب شصت خواہد بود حال معلوم نیست کہ زندہ است یا مردہ این
چند شعرا از دوست۔

(۱) دو دن (خ) (۲) کیا (د) (ج) (۳) بیاد ما مدہ اردست (د) (خ)

منہم نہ کر اس عمارت کی بزرگی
نامہ کو مرے بڑھ کے ٹپک سے ہوزیں پڑے
گردا ہوتی تھی شکل کا بیٹھے ہوئے گرد
مجھ سوختہ کے تن میں نہیں بوند لہو کی
جاتی ہواڑ سی گردن تار اس کی گلی کو
اک خاک سے تعمیر می تعمیر سو کیا خاک
دیکھی رقم شوق کی تاثیر سو کیا خاک
اب اور میں کھچوں تری تصویر سو کیا خاک
چائے گا میری جان ترا تیر سو کیا خاک
کئی عشق نے اس شوق کی تعمیر سو کیا خاک

تم تو اک دم ٹھیر کر مجلس میں گھر آنے رہے
میری اس کی گرم صحبت ایک دم مہینے زوی
خواہش دل تھی جو کچھ وہ بات بن آئی زیار
آئینہ نے دی جو تم کو خط کے آنے سے خبر
یہ کھلف ہونے بیٹھے سامنے آنکھیں نکلیں
گھر ہزاروں مٹھ گئے لاکھوں کے جی جاتے رہے
روز میرے شعلہ کو غریبہ بڑھاتے رہے
آہ کیا کیا مسوئے ہم دل میں ٹھیراتے رہے
اپنی زلفوں کی طح کیا دل میں بل کھاتے رہے
وصل کے دن بھی شاراہو سے شرمانے رہے

خط کے آنے سے کچھ چل سکی تدبیر اپنی
کر دیا دل کو خدا نے جو بتاں کے بس میں
اپنے گھر میں نہیں یہ جسٹہ دیوار تار
بوسہ بازی کی لگی خالصہ جاگیر اپنی
کیا دکھا دے گی ہیں دیکھئے تقدیر اپنی
اپنی غفلت پر ہنسا کرتی ہو تعمیر اپنی

شب کو وہ کوٹھے ہی کوٹھے گھر ہائے آرا
غیر دروازہ پہ بیٹھا راہ ہی تکتارا

گردش کا اس نگاہ کی اب طور اور ہو
صورت موافقت کی کوئی سہجہتی نہیں
لے ساکنان میکہ یہ دور اور ہے
صاحب کی وضع اور مراطور اور ہے

(۱) سچ میں شرفا نہیں ہوا درصرا دل میں شاید لفظ "اپنی" مٹھ گیا ہو مصرعہ "میں تعمیر ہے" ہوگا

ابتدا در شمشاد گروشاه حاتم است دیوانِ ضخیمے ترتیب داده قدرت پرگئی بسیار دارد
اکثر در شاعرہ ہائے دہلی ہم طرح یاران بود۔ از دست۔
خجری نہ کریں نہ وہ تلواریں کھے ہر نظر دہی میں جاہی ہر جے اے کھے ہر
دستار گلابی یہ نہیں طرہ رزار خورشید تنق میں وہ نمودار کھے ہر

خوبی میں ترے حسن کی کچھ حرف تو کہے لیکن یہ ذرا احتیاط ہے کہ اصلاح طلب ہر

اس رشک سے ہم کیونکہ نہ سرنگ ہو ایں آئینہ ترے حسن کی لوٹے ہے بہاریں

کیا جامہ پھلکاری اس گل کی پھین کا تھا جو تہ دامن تھا تختہ چمن کا تھا
ہم آگاہی سمجھے تھے تم گھر کو سدھار گئے جوں صبح گجر باجا اتھا دہیں ٹھنکا تھا
مینا میں نہو جلوہ دہ یادہ گلوں کا جامہ میں ہو کچھ یاد رنگ سکے بدن کا تھا
زگرس کو کیا ایسا بیمار اُن آنکھوں نے ڈھلکا ہی نظر آیا گردن کا جو نہکا تھا

شیخی تو آفتاب کی ذرہ گھسائیے برقع اٹھا کے یار کا کھڑا دکھائیے
دیکھا نہیں گفتہ کبھی غنچہ دہن پیارے خدا کے واسطے ٹک مسکائیے

ہم سے ہوزر ویم کی تدبیر سو کیا خاک دنیا میں بڑی چیز ہو کیر سو کیا خاک
ہو جائے دل اک آن میں مٹی شہزاد کا ہم خاک نشینوں کی ہر تفریر سو کیا خاک

- پرستی و موزونی طبع اشتہار دار نہ۔ کمالات بسیار در ذات بابر کا قس جم آمدہ بہتیں ہمیشہ منجہ مقاصد عمدہ می مانند چنداں مصروف و مالوف رہنختہ گوئی نیست مگر چیزے کہ در زبان ساقی گفتہ شہرت یافتہ۔ احوالش در تذکرہ فارسی نیز نو تسم۔ از دست۔
 ناروقی گلشن ہیں نہ زینت کسوسر کے مثل گل بازی نہ ادھر کے نہ ادھر کے

دل تڑپے ہے اور دیدہ تیکے راہ کس کی یارب نہ کسودل کو لگے چاہ کس کی

آیا نہ کبھو خواب میں بھی وصل میسر کیا جائے کس وقت مری آنکھ لگی تھی

یونچھیں نہ کبھو اشک یہ مغرور کس کے بڑھا دیں اگر چشم میں ناسور کس کے
 پھڑکاتی ہو کیا و حشر ز شیشہ میں آنکھیں قبحہ نہ ہوئی پردہ میں متور کس کے

(۵) نعیم

کہ نعیم اللہ خاں نام داشت ہوا تے بود از شاگرداں قدیم شاہ حاتم۔ دیوانِ صمیم تریب دادہ پر گویش مشہور و کلامش از طب و یاس معمور و فقیر اور اور اولاد دیدہ بود کہ بعد چندے در سرکارِ نواب محمد یار خاں نوکر تند چون ملازمتِ نواب مولف ہم در آن نزدیکی کرد و تصدیقہ مع بہ گویش حضار مجلس رسانیدہ و حل صحبت کیما خاصیت شد لہذا اکثر اتفاق ملاقات می افتاد ہر گاہ بعد شکستِ ضابطہ خاں بر سگزال از مرستہ ہا و حضرت حل سبالی سلسلہ صحبت یاران گنجت و تفرقہ شدیدی در آبادی کینہ زو آورد ہم در آن اہام چون اکثر بیماری ماند برض استسقا در موضع عطربندی رفتہ بود کہ در گذشت۔ از دست۔

(۱۱) کیٹھر۔ (۱۱ ج ۲۱۱) عطر حمیدی (نخبہ نوح)

بندہ ہوں جاں نثار ہوں میں اُس کالے تار آخر جو میں ہوں اور یہیں اور اور ہے

(۳) ناجی

کہ محمد شاگردِ ارسلاش شاہجہاں ابو مرد سپاہی پیشہ از شعرا سے ایہام گوئے عہدِ محمد آبادی
است معاصرِ میاں اکبرو۔ دیوانِ او ہنوز در دہلی صنفِ روزگار یادگار راست و اشعارِ پذیر
بطورِ خوب بسیار آمدار۔ از دست۔

کفن ہر سبز ترے گیسوؤں کے اردوں کا مکان غم ہے ترے در کے بقیاروں کا

رکھے اس لالچی لڑکے کو کوئی کب تک بھلا چلی جاتی ہے فرمائش کبھی یہ لاکھنی دہلا

دیکھ کر زنگِ خاتیرے کفِ خوریز پر آگ لگ لالہ کا دل غیرت سے بریاں ہو گیا

منکر نہ ہو کہ رات رہا نہیں قریب پاس رہنے کی ہر دلیل یہ جامہ ہوا
موروں قداس کا چشم کے میراں میں جب تلا طوبی تب اس سے یک قد آدم کسا ہوا

مجھ کو باتوں میں لگا معلوم نہیں کیا کہہ گیا لے چلا جب دل کے تنیں منہ دیکھتا میں گیا
ڈوب گئے کئی ملک جب کھولی لبِ یارِ پُر حیف ناجی کہ نہ پوچھا کس لہر میں رہ گیا

(۴) نظام

نواب عماد الملک نظام تخلص کہ پیشتر تخلص ایشاں آصف بود از ابتدائے عمر شاعر

(۱۱) ناجی کہ محمد شاگردِ ام دارد (د ح)

شریکِ مشاعرانے دہلی ہوئے یا فقیر اعتقادِ دنیا زندگی کلی داشت، از مدتِ بسیار فقیر و محال
است۔ از دوست -

کانوں پہ جب کھتا ہوں گل اک اس طرف کا طرف
شمسِ قرینے تھے ہیں گل اک اس طرف کا اس طرف

(۸) نصیر

میاں نصیر نصیر تخلص پر زادۂ ادا و میر حیدر جہان صاحب جہان خوشگوار است
فقیر دریا سیکہ در شاہجہاں آباد بود اکثر در مشاعرہ می آمد۔ در ہاں عالمِ نوشقی و طبعش روانی
و تیزی دریافت میشود حالاً گویند کہ قوتِ شاعری بسیار پیدا کردہ شعرے از دہم رسیدہ
این ست -

چرائی چادر ہفتاب شب بیکش نے جھول پر کٹورا صبح دہڑانے لگا خورشید گردوں پر

خوف زلف یا چھٹا مانا ہو کس کرات نے (۱) کہکشاں سے لے لیا دانتوں میں بھارائے

تیرے آنے کی خبر جو گلِ شاداب اڑی (۲) بیضہ منجھ سے اک بلبل بقیاب اڑی

شید زیناز چہرے ہادہ کتا رسد (۳) تارِ نظر سے ہم نے لگائی فکرا ر بند

رباعی

کوئی نہیں کہتا یہ نئے قلباں کو (۴) فریادِ رضاں میں دیکھ سرگرم نہ ہو
دمِ عشق کا کیا بھرے ہوئے سوختہ جا (۵) آلی ہوا بھی منہ سے تھے دود کی بو

۱۔ "منہ تر میں" در شعر سے از دہم رسیدہ "لکھا ہوا دیکھ شعرا اور روح ہوا کے علاوہ یہ شعرا نہ ہو۔
نیشہ لب پر ترے یہ خطریاں ایسا منہ تو دیکھو کھلے قوتِ رحم جاں ایسا
۲۔ ح میں یہ ۶۷۶۱ اشعار نصیر کے اور ہیں۔

آفت کی نشانی ہی رہے ہم تو زمیں پر جو گنگ بلا پر خ سے آیا سو ہمیں پر

گر تجھے منظور تھا غیروں سے ہونا آشنا پھر عبث تو کیوں ہوا ظالم ہمارا آشنا
تیری خاطر کے لئے سنا ہولے بیگانہ وضع سب مے دشمن میں کیا بیگانہ و کیا آشنا

کو چہ یار سے دل ہم سے اٹھایا نہ گیگ مل گیا خاک میں اس طرح کہ پایا نہ گیگ

شبابی عبت تو نے کی جان مضطر ابھی تو ہیں آرزو تھی کسو کی

(۶) ندیم

مرزا علی قلی ندیم صلش شاہجہاں آباد است در مرثیہ و سلام تو غل بسیار کردہ چنانچہ
کلامش ازین قسم شہرت دارد۔ آخر آخر سخافت کلام دیگر مرثیہ گوین دیدہ و طرز ایشان مطلقاً
نہندیدہ عنان بخش بہت خود را بہ طرب ریختہ گوئی معطوف ساختہ کہ کہ فنان کہ ذکر کش
گزشت اقوار شاگردی او دارد۔ ازین بہت است کہ بعض مرثیہ مشائریہ ہم بسیار کج و چو
بسمع رسیدہ۔ بہل یک شعرش کہ در بختگی مضمون بطور مدار بہر رسیدہ اینست۔
جدائی میں تری ہم کیا کہیں کس طرح تجھے نہیں بجائے موبدن سے آگ کے شعلے بجلتے ہیں

(۷) نالان

میاں عسکری نالان تخلص، تو مغل اول کے کہ در شاہجہاں آباد بہ حلقہ شاگردی
فقیر درآمد اینست۔ میر حسن صاحب اورا در تذکرہ خود شاگرد شاہ قاسم نوتہ اند محض غلط اکثر
(۱) شہرت تمام دارد دن خ (۲) بختگی (دن خ) (۳) از دست (دن ح) (۴) بجلتے ہیں (دن خ)

شاگردِ میاں بقار اللہ می گوید کہ اوصتورِ مرزا جہاندار شاہ جو ان بختِ موحوم بخطابِ خوش فکر
فانی عزاد تیار یافتہ^۱ فکرِ شعر در زمانِ ہندی و فارسی ہر دو میکند اقصیدہ را بسیار بہ تمامت
و پختگی بہ سر انجام می رساند مہند اطرز نظم تصیدہ اش بہ سبب اندراجِ لغاتِ عربی و فارسی
از ابناے زمانِ جدا است و بسیار فراست^۲ دارد و الحق کہ دریں کار ہر کہ باو در افتادہ
شکست فاشہ خورده - بہ سبب دوستی کہ میان من و میاں بقار اللہ^۳ بہ پایہ برادریت بغیر
راعمومی گوید از دوست -

اب اشک تو کہاں ہو چہ چاہوں ٹپک ٹپے آنکھوں کو دقت گر یہ گمخوں ٹپک پڑے
یہاں تک ہو چو شش شک کہ آنکھوں کو تجھ بغیر یک قطرہ آب چاہوں تو چوں ٹپک پڑے

ہمارا نامہ لے کر دے ہے وہ دشنام قاصد کو چھٹ اس کے کچھ نہیں ملتا وہاں العلام قاصد کو
خط آنا ایک طرف اب چاہئے پیغام بھرنی کہ جا کر لے مری جانب سے وہ پیغام قاصد کو
ایسے تو خط کو یہاں آیا تھا یا صورتِ رستی کو چل پلے کام لگ اس کام کو کیا کام قاصد کو
تو قاصد کو اپنے پر وہ مفتون آپ کرتے تیا وہ آپ ہی حوہ ہیں کیا دیکھے الزام قاصد کو

(۱۱) نامور

لا لک لنگا سنگھ ادرست گرد میر حسن ، جہانِ خوش خلق است ہیں مطلعش شہرت
یافتہ -

قاصد تو اس فریب سے تو اس پاس جانیو کس کا یہ خط ہو اس کو مجھے پڑھ سناؤ

۱، یافتہ ام اگرچہ در خوش فکر لیت شکست ، اما فقیر ازیں مقدمہ کہامی اگاہی مدار دوں خ - منجم

۲، فرق دار - (ن ح ۳) ، از قدیم لایام نہ یارہ (ن خ)

(۹) بخت

کہا از نام دستانش خبر نہ دارم دوسرے غزلتں بریا تھے نوشتہ دیدم حیل رہ بدرستی رشت
نقل گروتہ شد نیست

کس طرح ربط نہ ہوزلف سے دیوانوں کو آنس ہوتا ہے پریتاں سے پریتاں کو
مجھ کو تباہے صبا باغ میں تو نے آکر کس لئے کھڑے کیا گل کے گریبانوں کو
پھاڑ کر اپنا گریباں بخت ہے جی میں چلے اب یہاں سو گل دیکھے دیاروں کو

بے وفائی پہ یار ہے سو ہے یہ دل بے قرار ہے سو ہے
ابر موسمی ہی پر برستا ہے دیدہ اشکبار ہے سو ہے
سوزِ عشق کیا بناؤں بخت سینہ داغدار ہے سو ہے

دل کو کہتا ہوں شاید اب مجھے پر یہ خانہ خراب کب مجھے
اُس کے کوچہ میں دمدم جانا روز مجھے ہے دل نہ سب مجھے
درودِ دل اور میری لے تالی جب دہ چاہو کسی کو تب مجھے
آہ کس ٹھپکے اُس سے کیجے بات بات سیدھی بھی جو کہ عجب مجھے
ہجر کے غم سے مر گئے لاکھوں ہم بھی تھو جھکو جاں لب مجھے
شکر صد شکر بچ گیا تو بخت تیرا جینا ہی ہم عجب مجھے

(۱۰) نوا

شیخ ظہور نوا تخلص ساکنِ بڑاؤں سیرِ مولوی دلیل اللہ جو ان خوش فکر و سنجیدہ شخص

(۱۱) کہ بیچ انام دن خ

یہ خدا جانے کیا تھا کل اسے دل وہ کوئی بار بار سکلے ہے

عشق میں کیا فضل و ہنر چاہئے آہ میں تھوڑا سا اثر چاہئے
اٹھ پہر جس پرستم کی ہوشنگ ملک تو کرم کی بھی نظر چاہئے

لی لئے ہمہوں نے رہ اپڑ اپڑ ہاں کی ہم رہ گئے بھٹکتے جوں گرد کارواں کی

گیا ہر واقف تفتیدہ دل مگر تیر خاک کہ لالہ خاک سے اب ناع داغ آگتا ہر

واقف شراب معلوم اس دورِ آخری میں ناچار کیا کریں ہم انہوں گھومتے ہیں

(۲) وحشت

شاگر جعفر علی حسرت - نقیر اور اندیدہ - ازوست -

آہ آگے تو کھلتی تھی جگر سے باہر اب جگر نکلے ہے خود دیدہ تر سے باہر
کیدوں کے تم گھر سے نکلو گے میاں دیکھینگے ہم بھالیں گے تمہیں لاکھ ہنر سے باہر
آہ کس طرح سے دیدار میسر ہووے پاؤں رکھتا ہی نہیں وہ کبھی در سے باہر

نکل گھر سے ذرا اسے یار مجھ یاں کی خاطر کھڑا ہوں غنچ کب سے دیدار کی خاطر

جو کچھ ہم پرستم کیجے بجا ہے کہ ہم نے تم کو اپنا دل دیا ہر

حرف الواو

(۱) واقف

شاہ واقف واقف تخلص درحیثے بود شر خوب می گفت - از دست -

ان رقیبوں سے گئی گریہ میں کیا لے یا رہم وہ شریکِ بزم ہو دیں اور نہ پاویں یا رہم
در ملکِ کھانا ہو گا واسطے واقف کے تو پھر گئے ہوں گے جسے کو پہ میں سو بڑا رہم

خیال وعدہ سے از بسکہ تو نظر میں رہا تمام رات مرا جی صدا سے در میں رہا

روزِ غزاں جین میں جو دیکھا ہزار کے اک مشت پر پٹے تھے تلے شامِ ہزار کے
یارانِ ہمیش درحقیقت ان دوست دار سب آشنا ہیں زندگی مستعار کے
جب مند گئی یہ آنکھ تو لے دوستِ بعدِ برگ پھٹکے ہے پاس کون کسی کے ہزار کے
جو نفرتن پا ہے سو پہے پھر نہ اٹھ سکے واقف کی طرح اٹے گریے کرے ہزار کے

صبحِ برونل یار کی ٹھیری آہ بھرا نظار کی ٹھیری
کیا طرح اس غلی میں کہہ تو بیا میرے مشتِ غبار کی ٹھیری

جب کہ پرولیس یار نکلتے ہو آہ بے اختیار سنکلتے ہے

شاہ واقف واقف تخلص گویند دیتے ہو دھیس باوجود حقبتِ ماہِ شہرت اور دو گھاٹا ہو حیاں شرہم میکہ دیند لڑا
نظرِ غیر گزشتہ شر خوب ہم ہی برآید دیگر از اسوا شر خوب واقف نیم از دست دن نورد محمد مطابق (س) (۲) ہارگری (۱) رہا
عانا ہارگری

بخش اپنے دلا کو بھی ار راہ کرم یارب ہر خند گنہ سے ہر وہ سر بسر آلودہ

دل کیونکے نہ ہو اس بت طرار کے صدقے ہوتے ہیں بھی وضع طرصار کے صدقے
گمہ چشم و گد ابرو کے گہے چین چین کے گمہ خال کے ہوں گاہ میں خنائے کے صدقے
اک بوسہ تو لینے سے بھیلنے لبوں سے انکار نہ کر میں ترے انکار کے صدقے
اس لشک کے قطرے کو اثر سے یارب تاہوٹے دلا چشم گہر بار کے صدقے

(۴) دھم

میر محمد علی دھم تخلص نبیرہ میر محمد تقی خیال جواں موزون الطبع بقراب نواب وزیر
آصف الدولہ بہادر آستانہ دارو۔
گو فکر تیری دل کے تیں سو لگی رہے پر دھم شرط یہ ہے کہ وہ لو لگی ہے
ملنے نہ ملے کا تو وہ مختار آپ ہے ریتھ کو چاہے کہ تگ و دو لگی ہے

حرف الہام

(۱) ہادی

میر محمد عبدالہادی تخلص سید صبح انب درابتدا بہ رفاقت نواب عمار الملک عزت آباد
داشت وہ سبب موزون طبع کیکر صحبت طرفین از مدت دراز ترک روزگار کردہ
بتوکل می گذرانید تا بندہ در شاہجہاں آباد بود اکثر بر مکان ہتھ تشریف می آورد۔
از دوست -

(۳) ولہ

منظر علی خاں ولہ تخلص عرف مرزا لطف علی خاں سلیمان علی خاں ردا و جوان حلیم و
 سلیم بقتضائے موزونی طبع گاہ گاہ ہے خیالِ شعر منہدی میکند و بنام پدر بر گوار خود
 ہر جا فروختہ می شود استفادہٴ شعرش چندے مرزا جان طپس و چندے مولف بود حالا
 پیر نظام الدین ممنون کلام خود را می نماید۔ از کلام اوست۔
 ممکن نہیں کہ حاکم نشینوں کی تو سزا ہے ان توں مانع ترا آسان پر

نحابت کے لئے دستِ حاکم نہ لیتا ہوں میں اپنی زندگی سو بیچ تو یہ ہر تھ اٹھا تا ہوں

ایک جیوں ہے کہ ملکوں سے بہا آتا ہو کیا بلا تھی یہ مے دیدہ گریاں کے پیچ

یہ نہیں گزرتے ہے ہم انکے تراستیں آہی رود گئے اک دن منہ چڑھ کر آئیں
 قتل سے میرے نہ شکر ہو کہ ظالم اب تک بھر رہی جو خون و تیری سراسر آستیں
 عشق کے آثار سب تجھ میں ہو یا میں نہ لا رنگ زرد و آہ سرد و اتک کے تراستیں

ہرگز نہ گریں اس سے انکب اثر آلودہ ہوئے نہ کبھی خون سے جبر چشم تراکودہ
 از لبکہ کھجے کے کڑے ہوئے کرتے ہیں آنکھوں سے میرے آس و سخت جگر آلودہ
 وہاں رنگ چین اس نے گھرائیا کیا ہو یا انکب جگری سے ہو دیوار و در آلودہ
 اک پل میں گزر جائے نہ چرخ بریں کو بھی ہوتی ہے بڑی ظالم آہ اثر آلودہ

(۱۱) دن خ، لطیف علی دن نور محمد، لطف علی

رات اس مرتبہ اندھی تھی تری یاد کہیں
ایسے ہنگاموں سے کرتے رہی فریاد کہیں

مست پوچھ فریبندہ تری زلف ہی خط
اک آفتِ نوزلف ہو اک تازہ بلا خط

تجھ میں آنکھوں میں خواب معلوم
اس دل کو جو چاہتا اس معلوم
قاصد آتا ہے وہاں سگریاں
نامہ کا ہوا حباب معلوم
جز اس کے کو خوار ہو کے مرجاے
کوئی تجھ سے ہو کا میاب معلوم

نہ وفا چھوڑی ہیں ناتو نے کی شفقت ظالم
سخت آیا ہوں بجان دیکھ میں مرجاؤں گا
اور معشوقوں کی بے ہری کو تو دو کھے ہے
رحم کر مجھ کو نہ دے اتنی ادیت ظالم
مرنے میں مر گیا پر رحم نہ آیا تجھ کو
بائے کچھ تجھ میں بھی ہو ہر دمیت ظالم
وقت مرنے کے یہ ہادسی نے کہا اُس سر کا
رہ گئی دل میں مئے آہ یہ حسرت ظالم
گو میں دنیا سے گیا رہ تو سلاہت ظالم

غافل ہیں اس کو یار جہاں لے انھوں کے تئیں
یہ جنتِ حقیقت چاہتے ہیں یار
ہادی تو راہ عشق بتائے انھوں کے تئیں
بہتر تو ہے تو آ کے جگا لے انھوں کے تئیں

ماہ کہاں کہاں وہ رو عینہ کہاں ہاں کہاں
دشت میں اور کوہ میں صومعہ اور کشت میں
مشک کہاں کہاں نہ لطف نعلِ گناں کہاں
تھکوں میں ٹھونڈا تھا پھر اجان مری کہاں کہاں

تو اُن لوگوں سے ملتا ہو کہ جن کو تھکوا رہا ہو
مری اور تیری پیائے کس طرح صحبت برآ رہا ہو

رہ رہ کے سخن کہنا ہر بار بہت تحفہ
 ہر پانہ کی ٹھوکریں سودا گریں تڑپے ہیں
 خورشید کا یوں چہرہ روتا رہا تو ہو لیکن
 مڑگاں سے بچے گردل ابرو کریں سوکڑے
 اک برس پر دل پھیرا تو رہا وہ نہیں بقا
 ہم مریکے پر اُس نے دل کی منبر پر بھی
 دیکھے کوئی اسے ہادی اس شیخ کے جبر کو

ہیں لب تو میاں لب ہی لگتا بہت تحفہ
 کچھ ان دنوں کیلئے ہو رہا بہت تحفہ
 ہے سر پہ ترے سادی دستار بہت تحفہ
 تو غرض ہے یہ تلوار بہت تحفہ
 اک پہل سی قیمت پر تکرار بہت تحفہ
 ہم کو بھی ملا ہے یہاں ولد دار بہت تحفہ
 یہ خر تو عجب ہے چرخسار بہت تحفہ

میں کہا غیر کے مت جا تو کہا تجھ کو کیا
 رو بہ رو میرے دے غیر کو اُس نے جو کہ
 سر کو ملتا ہو ترے پاؤں پر رکھ رکھ ہادی

کر نہ تو آپ کو رسوا تو کہا تجھ کو کیا
 میں جو بوجھا کر یہ ہو کیا تو کہا تجھ کو کیا
 میں کہا کچھ اسے مرانا تو کہا تجھ کو کیا

طوڑ دیاں آس سکا ہاتھوں ہائے ابر ہو گیا
 لے دل اب دیتا نہیں وہ داد یہ کیا ہو گیا
 لگ گیا دل اس کا جب تصویر تیری بچھ کر
 جان نکل جائے خون ہادی کی جینکا دم نصد

جس سماں نے اُسے دیکھا سو کا فر ہو گیا
 آج کچھ سستا نہیں فریاد یہ کیا ہو گیا
 رکھ قلم کہنے لگا ہنزا دیر کیا ہو گیا
 دیکھ کر کہنے لگا قصا دیر کیا ہو گیا

سیکھ لے ہم سے کوئی سر گدڑ جانے کی طرح
 آگ میں ہم آپ کو جھونکیں میں میلنے کی طرح

نہ جانے یا رنت کرتے ہیں گلشت چمن کیونکر
 دہا ہر ہی روح، یہ شہید دلی تیرا دس سے میں نصین کے نام ہی روح ہوں خ میں ہادی کے ام پر لیکن
 نصین کے نام ہیں۔

راجہ رام ناتھ کہ محراب بنائے آں میاں شمار اللہ خاں فراق بود مذمی آمد اکنوں شنیدہ شد کہ
ہاں بجا بابل طبعی در گذشت بشرے از و بجا طراست ۔
خطا آئے یہ حسن نہ یہ مان ہیگا ایسے میں اگر ملے تو احسان ہیگا

(۴) ہدایت

ہدایت خاں ہدایت تخلص مشاق قدیم و معاصر میر و مرزا شاگرد بلکہ مرید نوجوان میر درد
نور اللہ مضبوط تھے است بیا حلیم و حلیم ۔ شور ابیار بہ نصاحت می گوید عرش اوش نصت
متجاوز خواہد بود ۔ صاحب دیوان است ۔ (تجایب کلام اوست ۔
تجھ بن تو چاہتا نہیں جی سیر باغ کو لگتی ہے ٹھٹھٹ ٹھٹھٹ گل سے داغ کو

مشتوق بے وفا و مستم گار سے بھلا جی جس کو چاہے وہ تو دل آزار ہو بھلا
دیکھنا دور سے بھی میں رُسے جس بھو آنکھوں سے میری رشتہ دیوار ہو بھلا

آتس سے داغ دل کے سراپا تو بھل گیا گلزار پھولی کیا کہ بدن سار پھل گیا
تھکلیف سیر باغ کرے گی کے نسیم آمد ہی میں بہار کی یہاں جی نکل گیا

نے جم رہا جہان میں نے جام رہ گیا مردوں کا ایک جگ میں مگر نام رہ گیا
کوئی پھر نہ ملک عدم سے تو اب ملک پایا جہاں کس نے کچھ آرام رہ گیا
جب کچھ بھی بس چلا نہ تو صیا و مع دل آخر تڑپ تڑپ کے تہ دام رہ گیا
آتی ہے آج تجھ سے تو کچھ اور بونسیم رات اس چمن میں کون گل اندام رہ گیا

(۱۱) مشاق قدیم و معاصر دہم طرح محمد قاسم شریک دور دورہ میر و مرزا ۔ (۱۱) ح مطابق ۱۱ نور محمد

جنوں کے ہاتھ سب طرح تو دشت میں ہو باوئی خدا جانے جسے گایا نہیں جتنا کہ بہار آئے

ہاتھ میرا جھٹک گئے سو گئے ایک بیک تم شک گئے سو گئے

نہ دیا اُس کو یاد یا قاصد خط مرا تو نے کیا کیا قاصد

(۲) ہاشمی

میرا ہاشمی ہاشمی تخلص شاگرد مرزا رفیع - عرش از شصت تبا در خواہ بود فقیر اور اور

کلفوریدہ - از دست -

مرا سو بار اُس تک نامہ پرا زرد پہنچا
کیا افتا تھیں نے راز عشق لے لیدہ گریاں
داع آشفقہ ہوتا ہوا صبا گہنہ سبیل کی
ابھی چھوٹا ہوا مرغ رشک کی زنجیر و قمری
یہ دعوت سب کے ہل چلے میں ہاشمی ہونگے
یہ دوسرے جواپ صاف پہنچا جب کہ پہنچا
گہوش خلق در نہ کس طرح بے گفتگو پہنچا
مقام آرد میں تو کسی کا کل کی پہنچا
نہ پھر گوش دل پر از تک آواز ہو پہنچا
اگر حاکم تک وہ شوخ باروے نکو پہنچا

آہ دناہ کے دوسرے جو کئے ہیں موزوں
وہ برہمن بچہ افسوس کہ لے ہم نفساں
صاحب مرد آسے شور و فانی سمجھا
قصہ درد مرا رام کہا فی سمجھا

(۳) ہاتف

مرزا محمد ہاتف ہاتف تخلص دریا میکہ فقیر در شاہجہاں آباد بود اکثر در مشاعرہ پیر

(۱) سبیل کی بھکت سے - (۱) خ

صبح مختصر ہو چکی پر بے خودی ہو اب تک کس کی دیکھی ہیں میں یا رب انکھریاں مٹا لیاں

پہنچے ہے فصل گل کوئی حین بھگا رکو کس دل جلے کی خاک کے گزری حین میں آج
کھڑے پر اس کے صدقہ کیا تو بہار کو دیکھا عرق نشاں میں نسیم بہا رکو
لازم ہے دستگیر حئی افادگاں نسیم لائے پہنچ اس گلی کے تنیں میر عز غبار کو
نالہ سے میرے اور تو اب چاہتا ہے کیا پانی تو کر دیا ہے دل کو ہمار کو
اللہ سے کا رخانہ تقدیر ذوالجلال یہ اعتبار رہتی ہے امت بہار کو

بھیویے ہو وہ دست افک گر یہ شب کو کہ عاقبت ہے اثر کچھ نہ کچھ کو اکب کو

کہتے ہیں قیامت بھی ہوئی ہم تو ہدایت افسوس کہ محروم ہیں دیدار سے اب تک

بیان کردں لب شیریں کی کیا حلالت کا کہ وقت بوسہ ہر اک دم ہر گھونٹ شربت کا

اجام کا رول کا ہدایت میں کیا کہوں آنسو کی بوند ساتھ بہو کے ٹپک گئی

ہدایت اپنا وطن کس کو خوش نہیں آتا پر آہ کیا کرے اب کوئی مری رب کو
ہزار حیف کہ دلی ساتھ ویران کر کیا ہے یاروں نے آباد ملک پر رب کو

غیر پر جو رو بختا کیجئے گا یا دنت میری وفا کیجئے گا

((اے بھیج اس گلی تیں میرے " (د ج ۱ (۷) ٹی۔ (ن نور محمد)

برنگ گل زمانہ جس کے ہوا باعث ہنسائے گا
ہدایت کیے کیسے گل نساں یہاں خاک میں گئے
کرے پھر فکر پہلے خاک میں اُس کے ملائے گا
نہ دیکھا جان میری رنگ تو نے کچھ زمانے کا

ٹھہیر چکی تھی جی یہ یہ جاؤں نہ کوئے یار میں
گر چہ ہدایت ایک جاٹھیر سے ہو کوئی بنے لڑ
آہ پر اس کو کیا کروں دل نہیں اختیار میں
سیکھے پر اب تو ستر کوئی دن اس دیا میں

اُسے کامیرے لے کر اس سے جواب پھر یو
اب اور تو میں تھکولے عشق کیا کہوں پر
پر واسطے خدا کے قاصد شتاب پھر یو
میری طرح سے تو بھی خانہ خراب پھر یو

کیا کہوں میں کترے ہجر میں کیونکر گذری
کیا کہوں تجھ سے ہدایت کہ بری شام دھر
دوہی جانے ہو بری جان کہ جس رگدڑی
یاد میں زلف درخ یار کی کیونکر گذری
دن جو گذرا تو مجھے روز قیامت سوز راز
رات گذری تو شب ہجر سے بدتر گذری

بے آب و دانہ مرتے ہیں ان کا ثواب لے
ظالم خبر اسیروں کی اپنے شتاب لے

مرتا ہوا اُس کی چشم سیہ فام کے لئے
دل ہے مرا دو نیم دو باوام کے لئے

اک دم بھی آپ سے تو نہ سمجھ کو جدا کروں
قیمت ہی گر بُری ہو تو میں اس کو کیا کروں

کیا سی دکھلاتی ہیں گلشن میں گلوں کٹی لیاں
گہری گہری سنریاں اور جھجھاتی لایاں
(۱) چھپاتی (ن خ)

حرف الیاء

(۱۱) یقین

میاں انعام اللہ خاں یقین پسر اظہار الدین خاں بودہ میرہ حمید الدین خاں نیچہ چولنے
 بود مرزا مزاج رشیریں زبان ارحمن و جاست بہرہ دانی داشت گویند مرزا جان جانا اورا
 سیار دوست داشتے ، اکثر بخاناں شب را روز روز نہ را شب کر دے - دیوانش از نظر مرزا
 بخوبی گرتہ بلکہ بقول بعض ہمہ کلامش گفتہ مرزا است اور دورہ ایہام گوین ادل کے کہ
 رختہ راستہ در فتنہ گفتہ ، ایں جوان بود بعد ازاں تبتش بدیگراں رسیدہ چنانچہ خود می گویت
 حق کو یقین کے یا رو بہ باد مست و دواحر طرزیں سخن کے اس کی تم نے اڑائیاں میں
 عرش زیادہ برست و بیج نہ خواہد بود کہ یدرش اور اکتہ دروگ مدفون سائنہ -

ایں سر را کیکہ می دانم میدانہ خدائش بیا مرزا و از دیوان دوست -

ہم اک انصاف کرتا بھی کرتا ہو جفا کوئی	کرے گا بعد میرے کس توقع پر وفا کوئی
عجب سچ سے کیا ہو قتل مجھ کو اس کو مست ہو کو	طلب کرتا ہو ایسے قاتلوں سے خواہا کوئی
گر زجا و صل سے گر بھر میں دیکھے رضا اس کی	محبت میں یقین لیتا ہے نام مدعا کوئی

ت کرے سجدہ ترے حسن فا ادا کو دیکھ	سر و منہ ہو ترے قامت آرا کو دیکھ
ان گنگاروں میں ہوں میں کسے کے مارے	جی مکتا ہے مرادور سے جلا د کو دیکھ
منق کے جو رجھا میں تجھے گرشک ہو یقین	عیش یرویز کو اور محنت مرہا د کو دیکھ

چلتے ہیں ہم بھی ترے ساتھ ہم
رہ کے اس باغ میں کیا کیجئے گا

رہا مرنے مرنے مجھے عم اسی کا
کیا تیج قاتل نے جب کام اپنا
عبت ہو غرض ان تباں کو بھی ملا
کیا حسن سے اس سے آگاہ اس کو
ہدایت کہا رنجتہ جسکا ہم نے
نہیں بعد میرے کوئی بے کسی کا
میں نہ دیکھتا رہ گیا بے بسی کا
نہیں آج دنیا میں کوئی کسی کا
اکہی ہو خانہ خراب آرسی کا
روح اٹھ گیا مہند سو فارسی کا

مر جائے جو کوئی کھائے انسوس
ہم مر گئے پر ہدایت اس نے
احوال ہراسے جائے انسوس
اشانہ کہا کہ ہائے انسوس

گاہ بیچتے ہیں گاہ مرنے ہیں
ہم بھی دنیا میں زیت کرتے ہیں

(۵) ہوش

تخلص جوان شیریں زبان است بر شاگردی میر سوزنازشی دارو-از دوست۔
یار نہتا ہے چشم تر کو دیکھ
دست دپاکم کرے ہیں موکرل
تیرے خط کا جواب آیا ہے
گر یہ ٹنگ اپنے تو اثر کو دیکھ
نازنین تیری اس مکر کو دیکھ
ہوش کھول آنکھ نامہ بر کو دیکھ

اُس بستی پوش سے آغوش رنگیں کیجئے
جی میں ہر اس مصرعہ موزوں کو تھمیں کیجئے
عشق میں راحت ہمیں ملتی مگر جوں کو کہن
جاں شیریں دیجئے تب خواب شیریں کیجئے

جیسے اس زندگی کی قید سے اب ادا کو پہنچے
نہ کھلا صبر سے کچھ کام اب فریاد کرتا ہوں
وصیت ہو ہمارا خوتہا جلا د کو پہنچے
مری فریاد ہی شاید مری فریاد کو پہنچے

دنا کا کیا قیامت ہو جو کوئی بد اخلاقی کو
مجت کا جو باناں ہو عجب آداب ہیں اس کے
ترحم ان تیاں کو اپنے بندوں پر خدا دیکھ
کہ جوں جوں یار دیکھے گا لیاں عاشق خدا دیکھ
دیکھی پرواز قسمت میں مرے صیاد پر اتنا
خفا ہو زندگی سے مر گیا ہوں بسکہ ڈرتا ہوں
یقین زنجیر میں ہر تب تو عالم میں نہیں چلیں
جو تک چھوٹے دانا تو ابھی مھو میں بچا دیکھ

موت کو تو دیتا ہو کروں تھکے بھی حیران تو ہو
اب تو واضح کئے تئیں یہیے دو مرا جاگت پیہ
باعاں اب کے اجا سے لوگتاں تو ہو
تا رہا اس ضد کے ڈالوں گریاں تو ہو
لوگ نظردں میں نہیں لاتے میں پرانے کے نہیں
اشک خوں سر باغ کر ڈالوں بیاباں تو ہو
اپنے بندوں کو جلا کر خاک کرتے ہیں یقین
ان تباں کی ضد سے ہو جاؤں سلاں تو ہو

اگر دیتے ہو دل کی داؤد جتنا اس کا جی چاہے
نہیں ممکن کہ ہم کعبہ کو جائیں چھوڑتے نامہ
تو کرنے دو اسے فریاد جتنا اس کا جی چاہے
کرے داغظ ہیں ارشاد جتنا اس کا جی چاہے
یقین چھ بن نہیں ہو قدر داں کو لی نصیب کا
فلک مجھ پر کرے پیدا جتنا اس کا جی چاہے

حارے مڑگاں کے حمی ڈرتا ہر میرا بے طرح
رکھ مری آنکھوں پہ تیتے ہو کوف بے طرح
نصل گل ہی آن پہنچی دیکھے کیا ہو یقیں
اب کے چلتے جنوں ریحی ہاں بے طرح

تہیں معلوم اب کے ساں میخانہ پہ کیا گذرا
برہن سر کو اپنے پٹیتا تھا دیر کے آگے
یقین کب یا تیرے سوز دل کی داد کو پہنچے
ہم اے توبہ کے کرنے سے بیان پہ کیا گذرا
خدا چاہے تری صورت سے تجانہ پہ کیا گذرا
کہاں ہر شمع کو یردا کہ پردانہ پہ کیا گذرا

سر ریسلطنت سے آستان یا رہتر تھا
مجھے رنجیر کرنا کیا مناسب تھا بہاراں میں
مجھے پھر دکھ دیا تو نے منڈا کر سینہ خطا کو
ہمیں نفل بہا سے سایہ دیوار بہتر تھا
کہ گل ہاتھوں میں اور پاؤں میں میری خواہتر تھا
جراحت کو مرے یہ مرمہ رنجار بہتر تھا
یقین پر نہیزا کر کرتا تودہ بیمار بہتر تھا
مرادل مر گیا جس دن سے نظارہ کو باز آیا

کار دین آس ت کے ہاتھوں ہائے ایتہر گیا
کیا بدن ہو گا کہ جس کا کھولتے جامہ کا بند
آنکھ سے نکلے پہ آئینہ کا خدا حافظ یقیں
جس ملمان نے آسے دیکھا سو کا فر ہو گیا
لوئے گل کی طرح ہزارنن معطر ہو گیا
گھر سے جو باہر گیا لڑکا سوسا تیر ہو گیا

باغبان بے رحم اور درندہ دیواریں بلند
اختیار می ہر گم یہ کام ناصح تو ہی کہہ
بیل بے بال ڈپٹشن میں جاوے کس طرح
عشق سے کوئی یقیں کو باز لائے کس طرح

عمر آخر ہے جنوں کر لو بہاراں پھر کہاں
ہر ہشتوں میں یقیں سب کچھ لیکن درد نہیں
ہاتھ مت پکڑو مرا یا روگریاں پھر کہاں
بھر کے دل رو دیجے یہ چشم گریاں پھر کہاں

لے گئے بے رحم بکس کر گئے ایک تھا عاشق کے نخواستہ میں ل
اب ترکہ و جتار ہننے کا نہیں جاڑا ہر شمع خوشخاؤں میں ل

پوشیدہ مباد کہ اگرچہ تذکرہ تمام شدا مانتہ اثنی ثل برا شمار چند زمان است و
داخل تذکرہ برائے آں نہ شدند کہ از مخلص سے از آں آگاہی نہ داشتیم۔

(۱) دوہن سکیم

جہاں کے مانغ میں ہم بھی بہار رکھتے ہیں مثال لالہ کے دل دانت دار رکھتے ہیں

بہا ہے بھوٹ کے آنکھوں سے ابلہ دل کا تری کی راہ سے جا تے قافلہ دل کا

(۲) جینا سکیم

یہ کس کی آتش پہاں تے جی جلایا ہے کہ تافک مرے شعلہ نے سر اٹھایا ہے

(۳) گنا سکیم

زوحہ عدا الملک گوید طبع مورد و داشت احوال از کثرت اشتہار محتاج بہ بیان
نہست میر قمر الدین منت کہ بیش ازین چند سے رفاعت عدا الملک بہ نسبت شرد شاعری
امیاز داشتند و در آں ایام سکیم مذکور کلام شکستہ و بستہ خود از حکم نواب بہ نظر ایشان می گذشت
ازین بہت این غزل میر صاحب بام او تہرت یافتہ بلکہ مخلص ایشان نیز بیست و آٹھ اہان
تمخلص اگر ویدہ مطلع غزل این است سے

۱۱، اول اشعار یہاں نوشتہ می شود و بعد از اں مانتہ حراہم نوشتہ (د س)

اگر حقیقت میں آفت ہے اور بلا بھی ہے
 اس اٹلک داکہ سے سودا بگڑ جائے کہیں
 یہ آرزو ہو کہ اُس بی وفا سے یہ یو جھوں
 یہ کون دسب ہو کہ من خاک میں ملائے گا
 یقین کا شور جنوں سن کے یار تے یو چھا
 زرا برا نہیں یہ نفل کچھ جلا بھی ہے
 یہ دل کچھ آب رسیدہ کچھ جلا بھی ہے
 کہ میرے بے مزہ رکھنے میں کچھ جلا بھی ہے
 کسو کا دل کبھی پاؤں تلے ملا بھی ہے
 کوئی قبیلہ مجھوں میں کیا راہ بھی سے

تو عن ایصاف سے اتنا بھی زبان تر نہ کر د
 سایہ بے شخص ہیں رہتا ہے کہا سو یقین
 لعل کو یار کے ہونٹوں سے برابر نہ کر د
 آپ سے مجھ کو جدا حضرت عطر نہ کر د

اسیرانِ قفس کی ناامیدی فطرت کچھ
 کہا جاتا نہیں کچھ بچے سے توجہ کہہ سکے کہیو
 مری اس بے زبانی پر لڑنے نامہ بر کچھ
 اس آتش سے اسے اومن راز و ٹک خد کچھ
 یقین سے ملتے بیاتے کا سرتا بھی ٹھکراؤ

(۲) یک رنگ

مصطفیٰ خاں یک رنگ تخلص بقولے شاگردِ خانِ آرزو و بقولے میاں آبرو از مخواسے
 کلاش جنیں می تاو کو شاگرد مر مر مظلوم خواہ بود۔ یارے تمہیں دوشویش قلمی می شود۔ از دست
 برگر تم اب کسی کے سچے استنا نہیں
 سب خوبیاں میں تم میں ملے اک وفا نہیں
 یک رنگ نے تلاش کیا ہے بہت سستو
 مظلوم اس جہاں میں کوئی میرزا نہیں

(۳) میکرو

یاں میکرو تخلص دوشو از دستاں یزید وارم و آں انیت۔

کوچہ میں کوئی رسکے کوئی دور پہرس ہے
 موجود ہے ہر آن جو نزدیک ہمارے
 ہے نالہ و زاری کا مے شور فلک تک
 یاد آتی ہے اُن آنکھوں میں آمد وہ نشہ کی
 نقش میں مجھے کل دیکھ کے وہ ڈر کے یہ بولا
 پیغام اہل چاہ ہر اس بت کی وسیکن
 حاتمے تھیں ٹمک رکھیا تو آنکھیں نہ کالو
 محفل میں مجھے دیکھ کے کہنے لگا اپنی
 اٹھائیں تو بولا کہ میں ہوں غیر کو کہتا
 نازک سہرورد کو گوگیا وہ سدا رہا

انصاف بھی کچھ ہے تو یہ کیا ظلم کرے ہے
 وہ دہم دگلاں سے بھی حقیقت میں پہ ہے
 پروہ بت مغرور کوئی کاں دھڑکے ہے
 ساقی نے گل رنگ سے جب جام بھر ہے
 بس ہوش میں آکیں مجھے بزم ناموس ہے
 کب عاشق جاں باقیہ ہونے ٹوٹے ہے
 منظور ہیں تو نظرے خوش گزرے ہے
 جامے یہ لاگھر سے مرے کوئی اے ہے
 جل جل کے تو کچھ اپنی ہی نیرت میں ہے
 گرم طلب شوق کے نزدیک دے ہے

(۵) موتی

موتی نامی از اہل طوائف ارباب نشاط در فن خود صاحب مذاق دومی اعتبار۔
 اصلش شاہجہاں آباد است۔ دوازدہ سال گزشتہ کہ مرزا ابراہیم بیگ مقتول را کہ ذکر ایشان
 در ردیف میم گزشتہ شیعگی بر او شدہ بود تا امر و زبانشاں بر جادہ دفا دار می قائم است
 چند سال گزشتہ کہ از مدلی بہ گھنور سیدہ گاہ گاہ ہے فقیر ہم برائے لاقات مرزائے مذکور
 کہ بہ خانہ اشس میر دم بسیار بہ خوبی پیش می نماید از دست۔

گلابی رو بر دہے اور ہم ہیں
 سیاگر تو نے پاک حبیب تا صبح
 بلائے گونہ ہوسے دل کو داند
 شب ہتھاب میں تا صبح ساقی
 بس اب جام دیو بہو اور ہم ہیں
 تو پھر تار و دوسے اور ہم ہیں
 جھوم یاں تو ہے اور ہم ہیں
 خیال ماہر دوسے اور ہم ہیں

تاریخ دیگر^{۱۱}

چوں ز انعام خدا سے کار ساز شد مرتب این کتاب و پذیر
 دیکہ در معنی نظیر خود داشت گفته شد تاریخ جلد بی نظیر
 ۱۲۰۹ هـ

کاتب شدہ مرزا فدا حسین دلد آقا مرزا صاحب ۲، جمادی الثانی ۱۲۱۹ھ ملک
 لکھنؤ مکان احمد گنج در سن سی ام۔

اس تصنیف استاد زمانہ مجدد و خاقانی شیخ غلام سہدائی مرحوم مصنفی تخلص دارد
 کتبہ محمد علی بیگ خاک پائے جلالی بارودیم شہر صفر ۱۲۳۳ھ تمام شد۔

تمت الکتاب بعون الملک الوہاب

یہ کیا جی میں لہ آئی کہ موتی کنارا آب جو ہے اور ہم ہیں

خاتہ

بنسیر آئینہ نظیر مصبران گوہر معانی مخفی و محجب نہ مانند کہ مولفِ ایں تذکرہ غلام سہلانی
دلہ رلی محمد بن درویش محمد کہ یہ مصحفی شہرت دارد از سبب حواس و پریشانی خاطر و ناسعدی
رمانہ کجا فرست آں داشت کہ بہ تصحیح احوال و اشعار شرائے سابق و حال پرداختہ نقشہ
ایں جریدہ را بروئے کار آرد اما اکنون کہ بہ رہبری بخت سعید در حضور پر نور مرشد زادہ
آفاق مرزا محمد سلیمان شکوہ بہادر ادام اللہ تعالیٰ بار یافتہ ہمیشہ موردِ گوئی و ناگوئی بہرمانی
آں ہمہ سپر خلافت و جہان داری می باشد فرست را غنیمت شمرده سوئے محسوس تذکرہ
را کہ از چند سال بہ طاقِ نیاں افتادہ بود صاف ننودہ و در دست ساختہ احوال اکثرے
در رو بہ شرح و بسط مسطور است و احوال بعضے از متقدمین کہ گمانہی آگاہی بر ادقات
آنها حاصل شود بطور بیاض سمت تحریر یافتہ۔

قطعہ

غرض نقشہ است کہ نایا داند کہ ہستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحبہ لے روزے بہ رحمت کند و رکاز ایں سبکیں و علمے
امید کہ بہ نظر قبول آں والا جناب در آمدہ مقبول و بہا گردود۔

تایخ

چونکہ از فضل خدا ساختہ شد جلد ایں تذکرہ مانند بہشت
سال اوچوں زخرد پر سیدم یکہزار و دصد و نہ نوشت

جامع برقی پرنجام مسجد ملی میں ۱۹۳۲ء

اُردُو

انجمن ترقی اردو اورنگ آباد کن کا سہ ماہی رسالہ ہے جس میں ادب اور زبان کے ہر پہلو پر بحث کی جاتی ہے۔ اس کے تنقیدی اور محققانہ مضامین خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ اُردو میں جو کتا ہیں شائع ہوتی ہیں اُن پر تبصرے اس رسالہ کی ایک خصوصیت ہے۔

یہ رسالہ سہ ماہی ہے اور ہر سال جنوری، اپریل، جولائی اور اکتوبر میں شائع ہوتا ہے، رسالہ کا حجم ڈیڑھ سو صفحے ہوتا ہے اور اکثر اس سے زیادہ۔ قیمت سالانہ محصول ڈاک عثمانیہ روپے سکہ انگریزی۔ آٹھ روپے سکہ عثمانیہ۔

المشتر۔ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد (کن)

Tadzkirah -i- Hindī
A Biographical Anthology
of
Urdu Poets

by

Ghulam Hamdani "Mus-hafi"

Edited by

MOULVI ABDUL HAQ, B.A. (ALIG.)

—)o'(—

1933